صحت نامہ ریاض معلی حصہ سوم و دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۸	یا ید	یا بد
۲	۵	دائم	دائم
۳	۱	ہشت	ہست
۴	۴	نہ ہم کردد	نہ خم گردد
۱۰	۱۰	اخلاص	خلاص
۲۰	۱۵	تواضح	تواضع
۲۲	۸	زلف	زلفت
۲۶	۱۲	حصیص	حضیض
۲۶	۱۴	سرہم	مرہم
۳۳	۱۵	باغ	باغ دنیا
۳۸	۵	عداوت	عداوت از
۴۰	۱۰	ان شعلہ	از شعلہ
۴۴	۱۵	بلبل صفت نغمہ تو	وصف تو چو بلبل بچمن
۴۶	۱۳	وصف دستاری	وصف نثاری
۴۸	۳	طلاطم	تلاطم
۵۱	۱۱	بزد	یزد
۵۷	۷	بجی در	بجی و دور
۵۷	۱۵	بہار	بہارے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۸	نفسے	قفسے
۶۴	۱۳	شہ نظام	نظام ملک
۶۷	۷	صیام آمد	صیام رسید
۷۰	۵	۱۵ہ۱۳	۲۵ ۱۳ہ
۷۲	۲	تاریخ مسیح	تاریخ مسیح
		۲۶ ۱۳	۲۹ہ ۱۳
۷۴	۱۴	صرب	طرب

صحت نامہ دیباچہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۶		نواب افضل الدولہ آصفجاہ خامس
۵	۵	ملکہ	بلکہ
۱۰	۲۱	امراللہ	امیراللہ
۱۱	۱۹	حضرت معلی	حضرت معلی نے
۱۳	۱۷	وا	ہوا
۱۹	۱	کہ	اور
۲۲	۱۰	پہچھانتے	پہچانتے
۲۷	۴	حمایت نامہ اسلام	حمایت نامہ ایمان
۲۷	۲۱	دل سے دور	دل سے لم
حصہ دوم ۵۵	۱۲	جس دن	جس دن سے

وہ اُستاد میرے جنابِ معلّیٰ	دکن کے بزرگوں میں اک نامور تھے
نہیں ان کی تعریف کی مجھ میں قدرت	بیاں سے زیادہ ہیں اوصاف اِن کے
مرتب ہوا جب یہ دیوان ان کا	نہایت تردد سے اور کوششوں سے
رکھا نام اس کا "ریاضِ معلّیٰ"	کہ تاہوں معطر دماغ اس سے سب کے
کہا طبع کا سال میں نے مشرف	ریاضِ معلّیٰ کے گل ہیں یہ اچھے

قطعہ تاریخ طبع از جناب سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہر وکیل ضلع پربھنی تلمیذ حضرت معلّیٰ علیہ الرحمہ

تجلّی، مجاہد، ریاض اور رضوان	ہیں چاروں جو فرزند حضرت معلّا
یہ اچھا نتیجہ ہے کوشش کا اِن کی	"ریاضِ معلّیٰ" دکن میں جو نکلا
سنِ طبع ہجری کہا میں نے اطہر	ہے عموی معلّیٰ کا یہ باغ اچھا
معلّیٰ کی یا چھوڑ کر بس الف گر	تو ہجری کا سنہ سالِ فصلی بھی ہوگا

قطعہ تاریخ طبع از جناب خواجہ شفیع حسن صاحب عارف فرزند ارجمند جناب ہاتف مدظلہ

ریاضِ معلّیٰ دکن میں چھپا	بدل جس کا مشتاق تھا اک جہاں
ہمیشہ رہے گی بہارِ ریاض	معلّیٰ کا ہے گلشنِ بے خزاں
غزل فارسی اور اردو میں ہے	یہ اک گلستاں ہے یہ اک بوستاں
کہی خوب عارف نے تاریخ طبع	ریاضِ معلّیٰ عزیزِ دلاں

قطعہ تاریخ نتیجۂ فکر مولوی محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد فرزند حضرت معلّیٰ علیہ الرحمۃ

بفضلِ خدا و طفیلِ محمد	چھپا جب یہ دیوان قبلہ گہ کا
مجاہد کہی میں نے تاریخ فصلی	ہوا طبع نیکو ریاضِ معلّا

تیسرا قطعہ

چھپا جب یہ دیواں تو دل نے کہا
سراپا یہ شایانِ تقدیس ہے

ہے ضرغام سنہ صوری و معنوی
دو سنہ زیب تیرہ سو اکتیس ہے
۱۳۳۱ ف

چوتھا قطعہ

ہے معلّٰی کا معلّٰی سر بسر دیوان چھپا
حبّذا تصنیفِ نیکو مرحبا بر حالِ طبع

طبع کا سنہ کہدے اے ضرغام صوری معنوی
تیرہ سو چالیس ہجری ہے معلّٰی سالِ طبع
۱۳۴۰ھ

قطعۂ تاریخ طبع از حضرت مولوی محمد سعد الدین صاحب قبلہ المتخلص بہ سعد جاگیردار برادر حقیقی حضرت معلّٰی علیہ الرحمہ

دیوانِ معلّٰی کی تعریف یہ ادنیٰ ہے
ہر شعر بجائے خود اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے

انداز بیاں دلکش پھر اُس پہ زباں شُستہ
سب کچھ ہے غرض اس میں کیا کہوں کیا کیا ہے

آورد میں آمد ہے۔ آمد میں اثر پنہاں
نیرنگیٔ مضموں میں اک وسعتِ معنیٰ ہے

ہر حرف نگینہ ہے بس خاتمِ مضموں کا
الفاظ کی بندش بھی سونے پہ سُہاگا ہے

آئینِ محبت کا آئینہ اسے کہئے
حیرانیٔ عاشق کا بے مثل سراپا ہے

حسن اور محبت کے منظوم کرشمے ہیں
حالِ دلِ مجنوں ہے وصفِ رُخِ لیلیٰ ہے

بے شُبہ حقائق کا ملتا ہے سبق اِس سے
دریائے معارف کا گویا دُرِ یکتا ہے

منشائے حقیقی ہے نعتِ شہِ دیں اِس کا
دیرینہ ریاضت کا مقبول نتیجا ہے

اسرارِ نہاں بیشک ہوتے ہیں عیاں اِس سے
الفاظ کی کثرت میں وحدت کا معمّا ہے

اصلاحِ عقائد کی کرتا ہے بہر صورت
ایمان کا حامی ہے خضرِ رہِ عقبیٰ ہے

تاریخ کہی میں نے اے سعد یہ چھپنے کی
دیوانِ معلّٰی کیا فیضانِ معلا ہے
۱۳۴۰ھ

نتیجۂ فکر جناب صوفی مولوی مشرف علی صاحب مشرف ساکن سکندرآباد تلمیذ حضرت معلّٰی علیہ الرحمہ

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

قطعہ تاریخ طبع دیوان نتیجہ فکر حضرت مولانا شاہ سیدہ حسین محمد محمد الحسینی صاحب مدظلہ المتخلص خسرو سجادہ حضرت روضہ خواجہ ان بخواجگان

ریاضِ معلّیٰ کے ہر شعر کو	بجا ہے جو الہامِ غیبی کہو
محبت بھرے دل کے اسرار ہیں	کلام ایسا کیوں کر نہ مقبول ہو
کیا تم نے یہ کام اچھا ریاض	دعا ہے کہ دارین میں خوش رہو
سن طبع دیواں کہا خسرو نے	ریاضِ معلّیٰ ہمایوں نکو ۱۳ ھ

از جناب مولوی حکیم عاشق حسین صاحب ہاتف مدظلہ

دل کشا ہے ریاضِ خوش اسلوب	تازہ تر ہے چمن معلّے کا
طبع کا سال ہے یہی ہاتف	دل نشیں ہے سخن معلّے کا ۱۳

قطعات تاریخ نتیجہ فکر شیریں کلام مشہور انام مولوی سید عبد الغفور صاحب جعفری چشتی قادری نقشبندی سہروردی دمغری

المتخلص ضرغام برادر ماموں زاد حضرت معلی علیہ الرحمۃ

چو گلزار اشعار دیدم بدیدم	بہ گلگشت چوں نزد حافظ مصلّی
سن طبع مطبوع ضرغام آمد	بگو نیک دیوان ریاضِ معلّی ۱۳ ھ

دوسرا قطعہ

شندہ چاپ دیواں چو گلہائے تازہ	بافضال والطاف ایزد تعالے
سن فصلی بنوشت ضرغام طرفہ	پسندیدہ دلہا ریاضِ معلّے ۱۳۱ ف ۱۳

حضرتِ معلیٰ طبعاً شاعر ہونیکے علاوہ عروض میں ایک حد تک تبحر رکھتے تھے۔ آپ نے درد بھرا دل پایا تھا۔ کلام میں عجیب سوز و گداز اور جذبات کے اثرات ہر ایک بات سے پیدا تھے آپ کا دیوان تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصۂ اول اردو نعتیہ۔ حصۂ دوم اُردو عشقیہ۔ قصائد مدحیہ۔ قطعات مناجات وغیرہ۔ حصۂ سوم فارسی۔ محمد ریاض الدین علی ریاضؔ فرزند رشید حضرتِ معلیٰ مرحوم مستحق شکریہ ہیں جنھوں نے اپنی سعئ بلیغ سے اپنے والدِ ماجد کی تصنیفِ پریشان کو ایک جگہ جمع کردیا ہے اور دیوان کی صورت میں چھپوا کر پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔

قطعہ تاریخ طبع دیوان

معلیٰ کا دیوان اعلیٰ چھپا ہے	لطیف و فصیح و بلیغ و سلیس
جو پُوچھے کوئی سال تاریخ اُس کی	کہو شادؔ نظمِ معلیٰ نفیس ۱۳۴۰ ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان از جلیل القدر جناب مولوی حافظ جلیل حسن صاحب المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر جلیلؔ مدظلہ

خوشا فکرِ معجز نظامِ معلیٰ	زہے چشمۂ فیضِ عامِ معلیٰ
ز خورشید افزوں فروغِ معانی	زگردوں بلند ست نامِ معلیٰ
ز انوارِ دیوانِ والاست روشن	کہ ایں ست ماہِ تمامِ معلیٰ
چہ عنقائے مضمون چہ مرغانِ دلہا	ہمہ اُفتادہ بدامِ معلیٰ
چہ مےکش چہ دردی چہ سرشار و حالی	ہمہ مست صہبائے جامِ معلیٰ
جلیل ایں چنیں گفت تاریخ طبعش	کہ الہامِ غیبی کلامِ معلیٰ ۱۳۴۰ ھ

دیگر

مزہ آتشِ تر کا دیتا ہے کیا کیا	ہر اک گرم مضمونِ نظمِ معلیٰ
جلیل اس کی تاریخ مستانہ کہئے	یہ ہے جامِ گلگونِ نظمِ معلیٰ ۱۳۴۰ ھ

تقریظ

عالیجناب راجہ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی ایس آئی پیشکار و سابق وزیر اعظم ریاست حیدرآباد دکن دام اقبالہ

ہمارے دکن کے مجلس شعرا میں جہاں نامی شعرا بزم افروز ہوتے رہے ہیں انہیں روشن دماغوں سے شبستان سخن کے روشن چراغ ہمارے مولانا محمد مظفر الدین معلی بھی تھے جو استاد سخن شیخ حفیظ علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید تھے شیخ حفیظ فقیر کے جد امجد مہاراجہ چندو لال کے دربار کے نامی شعرا کے گروہ میں ممتاز تھے ان کا کلام افسوس ہے کہ جمع نہیں ہوا چیدہ چیدہ اشعار لوگوں کی زبانوں پر رہ گئے ہیں۔ معلّائے مرحوم سے فقیر کو ابتدائے سخن گوئی میں تلمذ تھا معلّی مرحوم باخدا نہایت خلیق حلیم الطبع ذیمروت اور علم دوست تھے تین مرتبہ حج بیت اللہ اور چار مرتبہ مدینہ منورہ کی زیارت سے شرف حاصل کیا تھا بڑے متقی پرہیزگار اور شب بیدار تھے نماز پنجگانہ تو اُن کا فریضہ تھا مگر تہجد کو بھی کبھی قضا نہیں کیا۔ آپ کی صحبت میں فقراء ابرار علمائے باعمل اور شعرائے نازک خیال کا مجمع رہتا تھا۔

آپ کی محفل بلا لحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھی۔ سرمایۂ علمی آپ کی گرانقدر زندگی کا راس المال تھا حضرت معلی نے ۸۰ سال کی عمر پائی اور ۲۶ شوال ۱۳۳۵ھ پنجشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہی عالم بقا ہوئے حضرت معلی نے اپنے انتقال کی تاریخ خود فرمائی تھی وہ یہ ہے۔

(حضرت معلی شیخ حفیظ کے فرزند جانشین چندولال کے شاگرد تھے ۔)

اے معلی گرچہ ہوں عصیاں میں غرق	رحمت خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں	بہر بخشایش وثیقہ ہے میرا
کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب	شافع محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اُس کے کریم	دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا
جاں نکلکر جسم سے کہتی ہے سن	بخشنے والا اب اللہ ہے میرا
	۱۳۳۵ھ

شہ نظام الملک آصف جاہِ ما — تا صد و سی سال ماند شاہِ ما
زیرِ ظلِّ او ہمہ اولادِ او — شادمان مانند ہم احفادِ او
تخت و تاجِ او بود قائم بدہر — باد ملک و جاہ او دائم بدہر
خیر خواہان و ہمہ اعیانِ او — شاد و خوش مانند در فرمانِ او
بانیٔ مجلس و جملہ حاضرین — جملہ خدّامِ شفیع المذنبین
گردد الطافِ تو یارِ ما ہمہ — نیک باد انجامِ کارِ ما ہمہ

عرض ما را اے خدا مقبول کن
از معلّیٰ این دعا مقبول کن

آمین ثمّ آمین

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُناجات

اے کریم کارساز بے نیاز
واقفِ مقصودِ دل دانائے راز

ذاتِ تو منّان وغفار الذّنوب
خالق و رزّاق ستّار العیوب

رحم کن بر حالِ زارِ اہلِ دیں
از طفیلِ شاہِ ختم المرسلیں

جز درِ تو نیست چوں جائے دگر
از کجا آریم ما [illegible]ائے دگر

گردن از بارِ گنہ خم می شود
شرمِ دامنگیرِ ہر دم می شود

در دہن گرچہ زباں داریم ما
مُہرِ خجلت بر دہاں داریم ما

واقفِ رازِ دلِ ہر کس توئی
حسبِ قولِ مولوئی معنوی

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو
ایمنی از تو مہابت ہم زتو

نخلِ حاجت را ثمر بخشیدئی
ہم دعا را تو اثر بخشیدئی

ہست بر عالم کشادہ خوانِ تو
درد و درماں جملہ در فرمانِ تو

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ

تو حلیمی تو کریمی اے رحیم
جرمِ ما را ببخش اے ربِّ کریم

مناجات بدرگاه رب الحاجات

ای کریمِ کارسازِ بے نیاز — در مصیبت بندگان را چاره ساز
ما همه محتاجِ درگاهِ توایم — چون گدا استاده بر راهِ توایم
گرچه آلوده گناهان ایم ما — لیک بر امید احسانیم ما
آنچه احسان ها نمودی ز ابتدا — آن عنایت ها ندارند انتها
حد ندارد رحمت و اکرام تو — جیبِ عصیاں پیش لطفِ عام تو
بے طلب ما را عطا کردی وجود — از عنایاتِ خود اے ربِّ ودود
در عدم بر ما عطائے بے شمار — از کرم کردی تو اے پروردگار
در سبب ما را سبب هم توئی — جام این جمله جهان را جم توئی
لیک شکرِ تو نه کردم پنجگاه — وائے بر فعلِ من و حال تباه
در غلامانِ حبیبِ خود مرا — آفریدی اے شہِ ارض و سما
در گروهِ اهلِ سنت نام زد — هم مرا کردی تو اے ربِّ صمد
حبِ اهلِ بیت و اکرام بتول — الفتِ اصحاب و اولادِ رسول
در دلم محکم تو کردی از کرم — شامل کردی بسلکِ غوث هم
پیر هم دادی جوان بخت و کریم — عالمِ شرع و طریقت مستقیم
حامئ شرع و طریقت را پناه — از جبینش ظاهر انوارِ اله
باز رو مال اندریں دنیائے دوں — عزت و جاه هم عطا کردی فزوں

ترکِ اسبابِ جہاں در رہِ جاناں کردم
خوب سامانِ دلِ بے سر و ساماں کردم
بہ ذکرِ حق دلِ منصور وار سیدہ ام
مدام وردِ زبان نامِ یار رسیدہ ام

سر مشتاق خم با حمدِ رب کن
فدائے نام سلطانِ عرب کن

بگوش من کند القابت شیریں مقالِ من
بکن فیضِ نگاہِ خویش را تو خیالِ من
شدم غرقِ گناہاں اے مہ صاحب کمالِ من
نگاہی کن بہ لطفِ خویشتن بر خستہ حالِ من
بگوش من ہمی گویدت شیریں مقالِ من
کہ جز فانی شدن حاصل نگردد وصالِ من

بیانِ حسنِ او چہ کند زبانِ کج مقالِ من
کہ وصفِ او برون است از حدِ وہم گمانِ من

اے کہ دردِ تو دوائے جانِ من
کفرِ تو سرمایۂ ایمانِ من
شرحِ حالِ بے نہایت وصفِ تو
ہست بیروں از حدِ امکانِ من

اے گلبن زیبندۂ گلزارِ خدائی
گویم نہ خدایت مگر از وے نہ جدائی
اے آنکہ ز روئے تو عیاں شانِ خدائی
حسنیکہ تو داری بکس آں را نہ نمائی

ہر کجا یاری رود خود را
ہمچو سایہ ردیف گردمیش
ہست ایں دیو نفس رہزنِ دیں
بریاضت ضعیف گردمیش
نعتِ دلبر بہارِ عیش و طرب
اے معلےٰ خریف گردمیش

بگو سالِ قدومش اے معلّٰی
بیا شاہا بیا باخیر مقدم
۱۳۰۲ھ

اشعارِ متفرقہ

بجز ذاتِ قدیمِ خاص وے را
بقائے نیست حاصل ہیچ شئے را

میانِ انقلابِ دورِ گردوں
بخاک آرد سرِ کاوس وکے را

بہ پندار انیکہ مستِ بادۂ عشق
بجامِ جم فروشد جام مے را

ایکہ نامِ تو زبان را راحت است
ذکرِ تو روحِ رواں را راحت است

فیضِ عشقِ تست فیضِ او چہا
یادِ تو جانِ جہاں را راحت است

شب گزشتہ نہ تنہا ز تپ بدن میسوخت
دلم ز سوزِ تو چوں شمعِ انجمن میسوخت

ز گرمیٔ نگہِ یارِ آتشیں جولاں
چو شمع دوش ز سر تا بپائے من میسوخت

جاں بستہ سلاسلِ زلفِ رسائے تست
مرغِ دلم اسیرِ کمندِ بلائے تست

چو قصدِ آمدنت بر مزارِ من باشد
بخلق موجبِ عز و وقارِ من باشد

دمے ز یادِ رخ و زلفِ تو نیم غافل
ہمیں وظیفۂ لیل و نہارِ من باشد

صبا چو وقتِ صحر از مدینہ می آید
بہارِ تازہ بگلزارِ سینہ می آید

بطوفِ گنبدِ خضرائے سیّدِ عالم
خوشا دلیکہ ز سر تا بزینہ می آید

خاک من بے سبب اے یار مریز
رنگِ حسرت بدلِ زار مریز

طائرِ دل کے پرد براوجِ ہنگامِ شباب
وقتِ شب ہر مرغِ پنہاں در نشیمن میشود

سانحات عمر استاد نظام
بہر تاریخش معلّیٰ فی البدیہ

گشت چون تالیف با حال صحیح
گفت سال و نام تاریخ مسیح ۲۰۲۶

دیگر

ذی فضل مولوی مظفر حسین خاں
تاریخ او بگفت معلّیٰ بہن سروش

تالیف چون نمود رسالہ نکو سرشت
احوالِ صدق و نیک مسیح الزمان نوشت
۱۳ ھ ۲۹

تاریخ عقد قاضی احمد الدین صاحب فرزند مولوی محمد حمید الدین صاحب برادر خرد حضرت مصنف

گشت چون عقد برادرزادہ ام
اے معلّیٰ سالِ تقریبش بگو

با عروس دخترِ عم مہر لقا
نیک آہنگ احمد الدین کتخدا
۱۳ ھ ۲۹

تاریخ مراجعت فرمائی حضور پر نور اعلیحضرت بندگانعالی حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد اللہ ملکہ الیف از اجمیر شریف

از مزار خواجہ اجمیر گشتہ مستفیض
اے معلّیٰ عرض کردم مصرعۂ سال سفر

باز پس آمد شہ ملکِ دکن مسرور شاد
واپس از اجمیر آمد شاہِ قیصر با مراد
۱۳ ھ ۳۰

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ در مدرسہ نظامیہ دکن

چو شہ در مدرسہ شد رونق افروز
کمان ہر یک بہ تسلیمش شدہ خم

دراداے شکر تاریخ وفات ۔ گفت روحش (یا غفور یا ودود)

تاریخ انتقال اہلیہ مولوی حمید الزماں صاحب خلف حضرت مولوی مسیح الزماں خاں علیہ الرحمہ بہ صنعت تذییل

زوجۂ اہلیہ مولوی حمید زماں ۔ بشوقِ دید لقا پیش کبریا آمد

شنیدم از لبِ اہلِ ارم ہمیں خوانش ۔ بمجلسہ گاہ جناں افضل النساء آمد

قطعہ تاریخ بصنعت تخرجہ وفات حضرت سادس غفراں مکان و نسبت تخت نشینی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

رخت از شاہی اقلیم دکن ۔ میر محبوب علی چوں بر بود

او برفت و بمقامش آمد ۔ شاہ عثمان علی نیک وجود

تاریخ تشریف آوری حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ در مکہ مسجد بغرض ادائے نماز جمعہ بزمانہ تخت نشینی

نظامِ ملکِ دکن شاہِ آصف سابع ۔ شدہ بحسن عمل رہنمائے راہِ ہدا

بہ بست و ہشتم ماہِ صیام در مسجد ۔ بیامد و بنمودہ ادائے حکم خدا

چو گشت جان و دلِ اہل بن ازو خرسند ۔ ازیں عمل شدہ بروے دلِ زمانہ فدا

پس از دعائے فراواں سنش معلّی گفت ۔ شہِ علیم صلوٰۃ جمعہ کرد ادا

تاریخ طبع حیات مسیح سوانح حضرت مولانا مسیح الزماں خاں صاحب مغفور استاد سلطان دکن حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

گوئے او صاف نیک و خلق حسن
کن معلی سن وفات رقم
زجہاں چوں ربود شمس الملک
بجہاں رفت زود شمس الملک
۱۲۲۴ھ

تاریخ تعمیر مسجد بنا کردہ مولوی عبد الرحیم صاحب وکیل سمستان پالونچہ

مع اخوان ولاعبد الرحیم ایں
معلی از لب آہن سنش گفت
بنا چوں کرد از بہر عمل خیر
جزاک اللہ فی الدارین الخیر
۱۳۲۴ھ ۱۵=۱+۱۴ ۱۳۲۴

تاریخ طبع دیوان نعتیہ مصنفہ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت مدار المہام

وزیر ملک دکن چوں نعت شاہ رسل
دل معلی تاریخ طبع دیوانش
در معانی روشن بسلک مضموں سفت
پسند خاطر شاہ امم بود سن گفت
۱۳۲۵ھ

تاریخ سفر رحمت آباد ہمراہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ استاد سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

چوں ز درگاہ مکرم شرف اندوز شدم
سلے معلی دل من فقرۂ تاریخ سفر
ہمرۂ قبلہ دیں قدوۂ ارباب رشاد
گفت اللہ مبارک سفر رحمت آباد
۱۳۲۵ھ

تاریخ وفات حضرت مولانا مولوی مسیح الزماں خانصاحب قدس سرہٗ استاد حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ

سلے معلی تا چوں مسیحائے زماں
رفت از دنیا بسوئے خلد زود

سالِ قدومِ نیک معلّی نمود عرض	راجورہ شد زمقدمِ شہزادہ باکمال
	۲۶ ھ ۱۳

تاریخ طبع رسالہ اثبات مولود مصنفہ حضرت مولٰنا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استادِ سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

چو حضرت مولوی انوار اللہ	کتابِ عمدہ تر تصنیف فرمود
جزاک اللہ فی الدارین خیرا	کہ از مضمونِ او فرحت بیفزود
معلّی گفت سالِ طبع فصلی	جوابِ منکر و اثبات مولود
گر آں را از لبِ طاہر بخوانی	ہلالی سن شود حاصل ترا زود
	ندخلہ ۹ ۲۷ ھ ۱۳

تاریخ تشریف آوری اعلیحضرت امیر کابل سراج الملۃ والدین (ایدہ اللہ) در ہندوستان

خوشا زماں کہ بہندوستاں شہِ کابل	سراج ملت و دیں آمدہ بشوکتِ جم
زفرطِ شوق معلّی برائے سالِ قدوم	چہار بار (سحابِ کرم) بگفت دلم
	۳۳۱ × ۴
	۲۴ ھ ۱۳

تاریخ گنبد کی چاہ بنا کردۂ مولوی عبد الواحد صاحب

بنا چوں کرد عبد الواحد ایں چاہ	کہ فیضش باقیات الصالحات است
معلّی گفت تاریخ بنائش	نزولِ چشمۂ آبِ حیات است
	۲۴ ھ ۱۳

تاریخ انتقال نواب شمس الملک مغفور

قطعات تواریخ

تاریخ تخت نشینی حضرت غفران مکان علیه الرحمه

چو آمد میر محبوب علیخان ‌ ‌ ز مهد ناز بر اورنگ شاهی

معلی گفت تاریخ جلوسش ‌ ‌ بماند قایم این ظل الهی

۱۲۸۵ ه

در تهنیت جشن جوبلی چهل ساله حضرت غفران مکان علیه الرحمه

جشن چهل ساله مبارک جوبلی شهریار ‌ ‌ شد درین ایام از فضل خدائی لایزال

در سن فصلی معلی هاتف غیبی به من ‌ ‌ عمر شه تا یکصد و سی سال بادا گفت سال

۱۳۱۵ ف

تاریخ آوردن ریل در مدینه منوره بعهد خلیفة المسلمین سلطان عبد الحمید خان فرمانروای ترک دولت عثمانیه

گرد جاری ریل در ملک عرب ‌ ‌ چون شه عبد الحمید ذی کرم

مصرعه سالش معلی گفت دل ‌ ‌ شد مشرف از مدینه ریل هم

۱۳۲۶ ه

تاریخ دوره حضرت آصف سابع سلطان دکن خلد الله ملکه بمقام ورنگل و احمد پور بزمانه ولیعهدی

افگند ظل عاطفت خود بر اهل ملک ‌ ‌ شهزاده بهادر عالی به نیک فال

قطعه

صلی اللہ علیہ وسلم

ای جلوهٔ نورِ کبریائی / زیبندهٔ شانِ مصطفائی

هر چند نه گویمت خدائی / لیکن ز خدا نه هم جدائی

قطعاتِ عید

بدهر ز آمدِ عیدِ صیام دل شاد است / ز مقدمش دلِ مؤمن مسرت آباد است

بمؤمنین ز طفیلِ صلوٰة و صوم و زکوٰة / ورودِ رحمتِ حق دولتِ خدا داد است

دیگر

مهِ صیام چو بگذشت روزِ عید آمد / بشارتِ شرف از بهرِ ما پدید آمد

بفضلِ حضرتِ حق از ادای صوم و صلوٰة / نوید اجر پئی مومنِ سعید آمد

دیگر

نوید آمدِ عید مهِ صیام آمد / بشارتِ شرف و فضل در انام رسید

طفیلِ صوم و صلوٰة از خزینهٔ رحمت / مرادِ خاطرِ اربابِ دین بکام رسید

در مدح نواب انتظام جنگ بهادر

رسید مژده که نواب مستطاب آمد ‌ ‌ سپهر جود امیر فلک جناب آمد

گره کشائے عقود مراصد عالم ‌ ‌ کلید قفل فتوحات شیخ و شاب آمد

انیس غمزده ها مونس شکسته دلاں ‌ ‌ ظهیر گوشه نشیناں روان جواب آمد

دماغها نشود چوں بطیب عطر اندوز ‌ ‌ که از دیار ختن بوئی مشکناب آمد

برائے رد شیاطین گمرهٔ کفره ‌ ‌ ز اوج فضل خدا ناوک شهاب آمد

پیمبری ز خداوند رتبۂ احق ‌ ‌ برائے تصفیه ملک با کتاب آمد

شد از سموم جهاں خشکزار چوں آں ملک ‌ ‌ برائے نزهت سرسبزیش سحاب آمد

سپید دیده شد از انتظار عالم را ‌ ‌ ولیک ز انچه فیض او شتاب آمد

کباب شد جگر از آتش توقف او ‌ ‌ اگرچه زود تر از نشۂ شراب آمد

مع سپاه فرنگ انتظام جنگ دلیر ‌ ‌ برائے صید عصافیر چوں عقاب آمد

بهزار لشکر کز خان بهادر دوراں ‌ ‌ بعون پنجتن پاک کامیاب آمد

نشسته بود مجلّش در انزوائے خمول ‌ ‌ کنوں ز پرده برون همچو آفتاب آمد

بهر کجا که درین الکه بود بدخواهش ‌ ‌ چو شاخ بید ز رعشش در اضطراب آمد

چو گل شگفته معلّی دل از نسیم کسے ‌ ‌ که قطب دوله ز دلها با خطاب آمد

در هر ممالک است مظفر چو ذاتِ تو
سالاریٔ سپاهِ وفادار یار یافت

رخشِ تو از تبخترِ شوکت دمِ خرام
نازد بخویشتن که چو تو شهسوار یافت

فیلِ سواریٔ تو به فیضِ قدوم تو
اصحابِ فیل در نظرِ خویش خوار یافت

از فیض جود و بخشش تو در جهان کسے
محتاجِ هیچ کس نه بملک و دیار یافت

دارد کلاه گوشهٔ فخرش بر آسمان
از لطف تو هر آنکه بدربار یار یافت

بادا وجودِ دشمن تو پائے مال او
در دوستی هر آنکه قدم اُستوار یافت

خالی چو داشت دست طلب از عطائے تو
زاں رو شرار آتشِ حسرت چنار یافت

چه کند شمار بخششِ بے انتہائے تو
هر کس که مال و گنج و گهر بیشمار یافت

سفتم به نظم چوں دُرِ مضموں بمدحِ تو
هر نقطه آب و تاب دُرِ شاهوار یافت

در نظم کار از همه شد پیش کار او
چوں خلعتِ وزارتِ تو پیشکار یافت

در حسنِ انتخاب شها بخت یاورت
دستور هم مدبّر و عالی وقار یافت

وصفش ز حد فزوں است معلّٰی بکن دعا
دِل مژدهٔ قبول ز پروردگار یافت

دستِ دعا بصدق بسوئے فلک فراشت
از حق چو ایں نوید دلِ بیقرار یافت

یارب بده نوید که عمرِ شهِ دکن
تعدادِ سالِ گره فزوں از شمار یافت

هر آرزوئے او که بود نفع بخشِ او
مقصودِ دل ز رحمتِ پروردگار یافت

یارب بده بشارت آں هم بگوش من
شه حاجتے که داشت بلا انتظار یافت

بهرِ فزودِ دولت و اقبال و عمرِ شه
بافال نیک مژده دلم بار بار یافت

در عهد تو رسیده به فیروز طالعی — بر روزگارها شرف این روزگار یافت

در نام تو چو نسبت محبوب با علیؑ است — تیغ تو در غزا مدد از ذوالفقار یافت

اصلاح ما ز غصهٔ گرم چو برق تو — طوریکه خلق منفعت ریل و تار یافت

از شاخ خشک میوهٔ تر برگ نو دمید — قوت چو نامیه ز نشهٔ نامدار یافت

آوازهٔ عدالت تو شهره چون فگند — کسریٰ بقعر گور نه جائے قرار یافت

مطلع دوم

یک ذره هم بدل خلش زر بکار یافت — گل گرچه جائے خویش به پهلوئے خار یافت

گنج هنر که بود نهان زیر خاک جهل — هر کس درین زمانه بدل آشکار یافت

گردید از وجود تو معطر مشام جان — چون بوئے زلف نافهٔ مشک تتار یافت

زیباست ناز مادر گیتی اگر کند — زیرا که مثل تو خلفے در کنار یافت

از پائے لغزد هر چه پرواست زانکه شاه — در راه شرع حق قدم استوار یافت

از چشم بد عدوئے تو چون ماهیئے تو دید — جائے قرار او ته مرقد قرار یافت

هر احتیاج مند که آمد به پیش تو — هر طالبے که داشت بلا انتظار یافت

از باعث عدالت تو اے شه ذوالکرام — هر انتظام ملک بمرکز قرار یافت

نام تو گرچه آصف جاه است در جهان — حکم تو همچو حکم سلیمانی قرار یافت

از بند تیغ تست عیان فتح جنگ — نصرت ز حق معرکهٔ کارزار یافت

باد عالم بہرہ یاب از فیض خوانِ نعمتت
بر سماطِ چرخ تا باقیست نانِ آفتاب

باد زیرِ تیغِ قہرت گردنِ اعدائے تو
ہست تا تیرِ شعاعی در کمانِ آفتاب

جشنِ سالِ مولدِ تو اے شہِ ملکِ دکن
باد صد چل سال تا دورِ زمانِ آفتاب

بر سرِ اولاد و اعیاں باش قائم بامراد
ہست قائم در جہاں تا عزّ و شانِ آفتاب

در مدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

حمدِ خدا کز و گلِ ہستی بہار یافت
صد رنگِ تازگی چمنِ روزگار یافت

حیوان و جن و انس و ملک جماد و نبات
از ذکرِ او وظیفۂ لیل و نہار یافت

ہم نعت آنکہ از پئے ایجادِ جملہ خلق
ذاتش مدارِ کارِ دو عالم قرار یافت

آں شافعی کہ حامیٔ کارِ نجاتِ ماست
تسکیں بروزِ حشر از و جانِ ما زار یافت

از حرمتِ طفیلِ صحابہ و آلِ او
دل ہر چہ خواست از کرمِ کردگار یافت

بر بندگاں مواہبِ احسان و نعمتش
ہر چند از دہان نتواند شمار یافت

آرے عطائے او چہ شمارد بدل کسے
در ضمنِ نعمتے چو کرم صد ہزار یافت

عادل شہے کہ کرد مقرر برائے ما
بہتر از و کسے نتواں شہریار یافت

شاہے کہ ہست رستمِ دوراں خطابِ او
از بندگیٔ او شرف اسفندیار یافت

همسری چون کرد با حسنِ رخت هر روز و شب — می فرستد فوجِ ظلمت بر مکانِ آفتاب
شمس نورِ خویشتن بر روے نمی سازد نثار — بر درت تا خم نگردد آسمانِ آفتاب
تا نه گردد او خریدار متاعِ حسنِ تو — پر نشد از گوہرِ مقصد دکانِ آفتاب
سرد جنبش حسنِ تو شد گرم بازاری او — هست ارزان از سبب حسن گرانِ آفتاب
حاسد از حسنت نه بیند هست اینش مثل شپّره — تا نه بیند جلوهٔ زیبِ نشانِ آفتاب
اے شہِ ملکِ دکن عادل سخی با دل کریم — کس نه یابد چون تو در وہم و گمانِ آفتاب
کور گردید است چشمِ او ز دیدِ حسنِ تو — مثلِ شپّر هر که می جوید نشانِ آفتاب
هر که با تو در دلِ خود کاشت تخمِ حاسدی — سوخت گشت او بحکمِ قہرمانِ آفتاب
در تمناے حصولِ جامِ بزمِ عیشِ تو — گشت از آن بادهٔ رطلِ گرانِ آفتاب
شاه بر هر ذرهٔ عالم ز فیضِ عامِ خود — سایه افگنده چو نورِ بیکرانِ آفتاب
گر خمارِ دیدهٔ مستت فزاید کیفِ عشق — خونِ دل گردد شرابِ ارغوانِ آفتاب
گشته عالم را ز جودِ تو چنان حاصل غنا — کس نمی گردد گہے سائل بہ نانِ آفتاب
چون نه نازم من که شاها از ضیاے مدحِ تو — روشنئِ طبعِ من شد همزبانِ آفتاب
نیست کو بر روشنئِ طبعِ من تحسین کند — زین جهان رفت است غنی در جهانِ آفتاب
از ضیاے فیضِ مدحت اے مہِ برجِ شرف — شهرهٔ آفاق گردیدم بسانِ آفتاب
وصفِ آصف حد ندارد اے معلّی بر دعا — مختصر کن این بیانِ داستانِ آفتاب
آفتابِ عمر و اقبالِ تو اے شاهِ دکن — باد تابان هست تا دورِ زمانِ آفتاب

قصیده

در تهنیتِ جشنِ جوبلیِ چهل ساله حضورِ پرنور اعلیحضرت بندگانِ عالی
نوابِ میر محبوب علیخان بهادر آصفِ سادس سلطانِ دکن غفرانمکان علیه الرحمه

ای که در کوی جلالت ذرّهٔ شانِ آفتاب	زینهٔ بامِ مکانت سایبانِ آفتاب
چون ندارد تابِ دیدارِ رخت از حسرتش	میکند گردش نگاهِ ناتوانِ آفتاب
هست مصروفِ طوافِ آستانت زان شدست	او ازانِ جانم و جانم ازانِ آفتاب
خاکپائی شحنهٔ عدلت شود گر سرمه‌اش	دیدهٔ خفاش گردد پاسبانِ آفتاب
گر کند نظارهٔ شانِ عقابِ هیبتت	مرغِ هوش آید برون از آشیانِ آفتاب
تا نه گردد فیضیابِ نورِ باطن از درت	برنه تابد اخترِ بختِ جوانِ آفتاب
طرهٔ دستارِ تو دارد کله‌گوشه بر اوج	افگند تا پرتوِ خود بر مکانِ آفتاب
چون ز خوانِ نعمتت زلّه‌ربائی میکند	زان سبب گشته است پر زر جرمدانِ آفتاب
گرد چون باشوشهٔ چترت خیالِ همسری	زرد شد رنگِ رخ چون زعفرانِ آفتاب
پرتوِ نورِ سعادت بر جهان می افگند	میر محبوبِ علی شه (غفرانمکان) رازدانِ آفتاب
طبعِ روشن گر بسنجد نورِ عقلت را باو	منکشف گردد همه رازِ نهانِ آفتاب
گرم رو گردید در گردِ جهان بهرِ صلاح	لمعهٔ عدلِ تو چون شد حکمرانِ آفتاب

زپرتوِ شرفِ ذکرِ سیّد عالم
ضیائے جلوهٔ حق نازل از سما اینجاست

زچرخ حور و ملک جوق جوق می آیند
که ذکرِ مولدِ سلطان انبیاء اینجاست

زعکسِ روشنیٔ او زمانه پر نور است
بیا ببیں که عجب حسنِ دل کشا اینجاست

بکن نظاره بیا و ببیں زدیدهٔ دل
که گنج جلوهٔ فیضانِ حق جہا اینجاست

زهر چراغ نمودار شعلهٔ طور است
ز ذرّه ذرّه عیاں مهرِ پرُ ضیا اینجاست

بیا و از دهنِ غنچه ایں صدا بشنو
که هر گل از شرفِ خویش جاں فزا اینجاست

بیا که هست دریں بزم هر مسیح نفس
برائے دردِ دلِ اہلِ دیں دوا اینجاست

بیا بیا که دریں جا شوی زرِ خالص
پئے صلاحِ مسِ جہل کیمیا اینجاست

بکام یابیٔ مقصد بیا که موقع خاص
پئے حصولِ مرادات و مدعا اینجاست

بیا کنیم دُعا بهر شاه و سلطنتش
که بهر دفع بلا موقع دعا اینجاست

نظامِ ملک دکن شاه آصف ذیجاه
که ذاتِ او سبب حفظ و امنِ ما اینجاست

سلامت او صد و سی سال شادمان ماند
که از عدالتِ او امن جا بجا اینجاست

بظلِ عاطفتش شاد باد اولادش
ظهورِ دورِ زماں را قیام تا اینجاست

صبا به شاهِ مدینه رساں درود و سلام
بگو که مجمعِ خدّام با وفا اینجاست

بگو تو از رهِ اخلاصِ باطنی هر کس
اُمیدوارِ عنایات تو شہا اینجاست

بگو یکے ز غلامانِ تو معلّی هم
بقیدِ نفس گرفتار و مبتلا اینجاست

بر آستانهٔ عالی طلب بکن او را
که در بلائے تعلق اسیر پا اینجاست

دور ز تشبیہ چو تنزیہ او ست | نیست برا و راست مثال کسے
بر عمل اے زاہد خود بین مناز | قرعۂ فضل است بفال کسے
جز بخیالات صنم ہیچ نیست | من چہ کنم باز خیال کسے
ہستیٔ ما جملہ کہ مال خدا ست | باز چہ نازیم بہ مال کسے
ق
اکہ ز خوان کرم و فضل تو | رو نشدہ دست سوال کسے
باز رساں تا بدر احمدم | بے مدد و منت مال کسے

جز رہ تسلیم معلّے مرو | باز مجو نقص کمال کسے

در فضیلت جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

بیا کہ محفل میلاد مصطفٰے ایں جا ست | نزول رحمت پروردگار ما اینجا ست
بدل اگر اثر عشق مصطفٰے داری | بیا کہ مجمع عشاق بے ریا اینجا ست
قدم نمودہ ز سر با ادب تو اے طالب | بجشن خاص ز اخلاص دل بیا اینجا ست
ملک ز چرخ طبق ہائے نور میریزند | بیا کہ جلوۂ انوار کبریا اینجا ست
ز فیض نور سراج منیر عالم قدس | ظہور روشنیٔ قدرت خدا اینجا ست

دلم را ہیچ آرام
معلی نیست بی وے

دارم از یارِ خویش شکوہ بسے
گو کسے بشنود حدیث کسے

اے فلک ماید ورِ تو بخوشی
بخشیدیم در جہاں نفسے

آئینہ زاں عذار می خواہم
بجدا نیست غیر ازیں ہوسے

کہ بمیدانِ عشقِ او چوں من
تاختت ماندۂ صبا فرسے

در گزر کاروان و من در خواب
کرد بیدار نالۂ جرسے

سیر گاہِ منست در جبروت
گشتہ ناسوت بہرِ من نفسے

از لبش بند می شود لب من
گاہِ بوسہ زشہد چوں مگسے

ثمرہ رفتہ ام گزرگاہت
پس خراماں بیا کہ نیست خسے

اے معلی غنیمت است اکنوں
نرسد نفع و ہم ضرر ز کسے

چوں خبر نیست زحال کسے
نیست ترا رنج و ملال کسے

بہر پریدن بہوائے وصال
نیست مجالِ پر و بالِ کسے

پیشِ فقیران توانگر مزاج
ہیچ نیرزد زر و مالِ کسے

دانہ و دام ہست پئے مرغِ دل
وصفِ جمالِ خط و خالِ کسے

من صفت بار کنم گر بیاں
ہیچ نگنجد بخیالِ کسے

والضحیٰ وصفِ رخش مدحتِ زلفش واللیل
جامۂ غیریت از جسمِ خود افگندہ برون
تابعِ او شدہ فوجِ ملک از حکمِ اللہ
ہمچو خالِ رخِ محبوب ز فیضِ شہِ دیں
مثلکم گفتنش از حکمِ خداوندِ جہاں
گشتہ در شکلِ بشر جلوۂ حق جلوہ فزا
باطنِ او ہمہ واصل بحق در ظاہر
فیض یابِ اثرِ رحمتِ او ہر دو جہاں
خالقش گفت بہ قرآں لعلیٰ خلقٍ عظیم

مہ لقائے عجبے مہر جمالے عجبے
شد مشرف شبِ اسریٰ بوصالے عجبے
شانِ عالی عجبے جاہ و جلالے عجبے
گشتہ مقبولِ خدا حسنِ بلالے عجبے
شانِ بیمثلیِ او راست مثالے عجبے
ذی جمالے عجبے صاحبِ خالے عجبے
شاملِ خلق شدہ با خط و خالے عجبے
معدنِ جود و سخا بحر نوالے عجبے
حسنِ خلقے عجبے نیک خصالے عجبے

ہست دل شیفتۂ چشمِ رسولِ عربی
اے معلیٰ شدہ ام صید غزالے عجبے

بیا ساقی بدہ مے — کہ دل از مے شود حے
بگو بے بادہ باشم — خمار آلودہ تا کے
بگردد وا چو غنچہ — دلم بے مطرب و مے
مشو مست مے حسن — بہار نیست بے دے
بیاد او نفس سنج — ہمیشہ ہست ہر شے
بہارِ دولتش داشت — کجا حشمت بدہ ہم کے

زبزمم دوش مستی رہا جستی و با اغیار
بسان شمع از غیرت مرا بگداختی رفتی

زبستی طرفی از آمد شد نفس عزیز خود
معلّی از جہان خود را اگر نشاختی رفتی

تجمل از بیت ابرویت ہلالی
کجا کیفیت چشم تو دارد
زفیض لذت آب دہانت
دلم را مدتے شد کردہ بیہد
چو آئینہ شوی با من مقابل
خیال سرو قد نازنینت

ثنا خوان مہ رویت جمالی
شراب نشہ بخش پرتگالی
شدم رطب اللسان ہمچو زلالی
تو از تیر نگہ ہائے غزالی
بخوانم ہمچو طوطی شعر حالی
مرا بخشید جاناں فکر عالی

اگر یابم بزمش رہ معلّی
نخوانم جز غزلہائے رو حالی

ماہ من از عرب آمد بجمالے عجبے
جلوہ گر در نظرم اوست بحالے عجبے
در بشر شامل و بہتر ز ہمہ خلق و بشر
بے زباں بے مہ دگوش بدل می شنوم
گشتہ ام از اثر تاب غم فرقت او
باطن من ہمہ مملوست بہ اسرار کمال

با رخ روشن وابروئے ہلالے عجبے
چشم بد دور کہ ہستم بخیالے عجبے
در جہاں گشتہ ظہورش بکمالے عجبے
گفتگوئے عجبے حسن مقالے عجبے
مبتلائے الم و رنج و ملالے عجبے
گرچہ ظاہر بتنم ہست زوالے عجبے

کے شود از ما ادائے شکر ہر احسانِ تو
روشن از نورِ ہدایت انس و جاں را کردهٔ

کرده ظاہر بر مسلمانان ہمہ احکامِ دیں
بستهٔ احسانِ خود ہر این و آں را کردهٔ

مبتلا جان و دلِ ما بود در کفر و نفاق
از ضیائے نورِ ایماں روشن آں را کردهٔ

از فیوضِ جذبِ دل گشتیم اسیرِ زلفِ تو
بستهٔ زنجیرِ احسان مؤمناں را کردهٔ

تازه کردی از بہارِ فیض باغِ جانِ ما
وز پئے اصلاحِ دل پیدا تو قرآں را کردهٔ

وصفِ تو کردن چہ داند ایں معلائے ضعیف
کند در اوصافِ خود تیغِ لساں را کردهٔ

اے محسن و منّانِ من از من چرا رنجیدهٔ
درد رہا درمانِ من از من چرا رنجیدهٔ

اے باعثِ ایجادِ من وے موجدِ بنیادِ من
کن رحم بر فریادِ من از من چرا رنجیدهٔ

ہستم ضعیف و ناتواں کردم گناہ بیکراں
فضلِ تو ہست افزوں ازاں از من چرا رنجیدهٔ

کردم بسے جرم و گناہ وارم نہ ہیچک زادِ راہ
جز تو نمی دارم پناہ از من چرا رنجیدهٔ

بخشندهٔ عصیاں توئی درد مرا درماں توئی
غفارِ ذی احساں توئی از من چرا رنجیدهٔ

مرا دیوانهٔ رخسارهٔ خود ساختی رفتی
ز عشقِ خود عجب شورے بدل انداختی رفتی

ز بندِ نشهٔ ما و منی جاناں شدم فارغ
ز تا کاشانهٔ جان و دلے را باختی رفتی

نہادم گردنِ تسلیم خود را پیش تو امّا
چہ پیش آمد نہ کشتی تیغِ ابرو آختی رفتی

ز تیمارِ دلِ عاشق کہ کردی اے شہِ خوباں
لوائے نیکنامی در جہاں افراختی رفتی

کفر و دیں اند بہم توام زنار سبحه
میشود رشتهٔ زنارِ من انشاءالله

رفته رفته شود آویزهٔ گوشِ اقبال
درِ گنجینهٔ گفتارِ من انشاءالله

بلبلان زار بگریند معلّیٰ به فغاں
چوں شود وا گلِ دستارِ من انشاءالله

رسید آں یارِ من الحمدالله
شگفته چوں چمن الحمدالله

کند ہر دم بذکرِ یار حرکت
زبانم در دہن الحمدالله

بسان خال بر رخسارِ او کرد
نگاهِ من وطن الحمدالله

بعشقم رفت شیریں راز خاطر
حدیثِ کوه کن الحمدالله

چو طوطی کرد آں آئینه رخسار
مرا شیریں سخن الحمدالله

نباشد بعدر آرائے دلِ من
بغیرِ پنجتن الحمدالله

اگر آلائے حق خواہی معلّیٰ
بگو ہر دم چو من الحمدالله

اے که از انوارِ خود روشن جہاں را کرده
از ضیائے خود منور انس و جاں را کرده

باعثِ ایجادِ عالم ہست ذاتِ پاکِ تو
از ظہورِ خویش پیدا این و آں را کرده

ہست از ادراک بیروں رتبهٔ والائے تو
در ادائے وصف قاصر ہر زباں را کرده

تابع فرمانِ تو جن و بشر حور و ملک
زیرِ حکمِ خود زمین و آسماں را کرده

راه توحیدِ خدا بر ما نمودی آشکار
دور از دلہائے ما وہم و گماں را کرده

گشت آئینه معلی دلِ تو از رویش
زنگ غم مصقلهٔ لطف که بزدود بگو

شد از مهتاب عریان شب تنِ او
اگر بود از کتان پیراهنِ او

رها چون دل نخواهم کرد این بار
اگر آید بدستم دامنِ او

کسی دیوانه اش باشد که خورده
ز طفلان سنگ برخود چون منِ او

چرا سرگشتهٔ صحراست مجنون
که بود آغوشِ لیلی مامنِ او

نگاهِ التفاتی داشت بر من
رقیبِ بد سپر شد رهزنِ او

مجرد شو که عیسی را معلی
نداده بر فلک ره سوزنِ او

میشود عقده کشا یارِ من انشاء الله
میرسد شمع شبِ تارِ من انشاء الله

نیستم تنگدل از رنگِ جهان چون غنچه
میکشاید گرهٔ کارِ من انشاء الله

گر دلم داغ تو دارد چه غم از پنبهٔ صبح
میرسد مرهمِ افگارِ من انشاء الله

چند سوزم ز درازی شبِ هجر چو شمع
میشود صبح شبِ تارِ من انشاء الله

ظلمت از روی جهانِ دلِ غمگین ببرد
آفتابِ رخِ دلدارِ من انشاء الله

بر کمر تیغِ علی میخورد الله شود
مستعد هر که به پیکارِ من انشاء الله

چون فلک از صفتِ حیدرِ کرار بلند
میشود رتبهٔ اشعارِ من انشاء الله

عمل صاعقه با هستیٔ بدخواه کند
شعلهٔ آه شرربارِ من انشاء الله

ذاتِ اقدس چون نباشد رحمة للعالمین
آمد از دریائے وحدت گوہرِ والائے تو

اُمتِ مرحومۂ تو هست افضل از اُمم
فخر بر دین است دین و ملتِ غرّائے تو

حاصل از خوانِ مدینه گر شود نانِ شعیر
کے خورم اے موسیٰ عمران منّ و سلوائے تو

دیدے صحرائے مدینه ناقه اے مجنون اگر
کے بسوئے نجد رفتے محملِ لیلائے تو

یک شبش در خواب بنما حُسنِ زیبا یا نبیؐ
این مُعلائے حزین تا کے بُوَد سودائے تو

فرخنده اے کسے که دلش شد فدائے تو
خوش طائرے که می پرد اندر ہوائے تو

از پرتوش شود مسِ تن زرِّ جعفری
اکسیرِ خالص است اثرِ خاکِ پائے تو

بہرِ علاج سوئے مسیحا چه میروی
دردِ دوی است اے دلِ نادان دوائے تو

قدرِ علوئے رتبه چه دانند خاکیان
عرش برین است زینهٔ دولت سرائے تو

سوئے شهِ مدینه بروائے مریضِ عشق
خاکِ درش بس است برائے شفائے تو

هر چند نیست نسبتِ خورشید ذرّه را
دل آشنائے صورتِ ناآشنائے تو

تو یادِ او کُنی و کند یاد او ترا
تو از برائے اوست مُعلّیٰ برائے تو

اے صبا در گل و بلبل چه سخن بود بگو
با تو در حقِّ دلِ آشفته چه فرمود بگو

از فراقش شده ام نال قلم یار چو شمع
کے کند جلوه به بزمِ برِ ما زود بگو

کفِ پا را صنم از رنگِ حنا آگین کرد
یا بخون نالهٔ این دیده تر سود بگو

چناں از اختلاطِ تشنگانِ چشمۂ دنیا
اگر بزرانم بیا یا نہاں سرابم میتواں گفتن

معلّی او ندارد گر دماغِ گفتگو با من
بگو از چشمِ یا ابرو جوابم میتواں گفتن

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے کہ دیہیمِ رسالت برسرِ زیبائے تو
واے قبائے وحدتِ حق است بربالائے تو

اے مقامِ قابَ قوسین است ادنیٰ جائے تو
غیرتِ عرشِ معلیٰ درگہِ والائے تو

رشکِ مہرِ خاوری شد چہرۂ رعنائے تو
قامتِ طوبیٰ فدائے قامتِ بالائے تو

ہست رشکِ مرغزارِ چرخ چوں صحرائے تو
غیرتِ خلدِ بریں بامِ فلک فرسائے تو

از حدِ یثرب دلا بیروں منہ گیں پائے خود
نیست جز کوئے محمدؐ مسکن و ماوائے تو

قطرۂ شد زاں حیاتِ خضرؑ و عیسیٰؑ را سبب
آبِ حیوان است در لبہائے شکر خائے تو

بعدِ مردن ہم زخاکِ گور بالا می پرد
مرغِ جانم در ہوائے چترِ گردوں سائے تو

از سرِ گیسو شبِ تاریک از روزِ فراق
ایں دلِ سودا زدہ تا کے برد سودائے تو

آہ آتش بارِ من از شاخِ طوبیٰ بگذرد
سر کشد در دل چو عشقِ قامتِ بالائے تو

یا شفیع المذنبیں یا رحمۃً للعالمیں
روزِ محشر کن مداوائے دلِ شیدائے تو

مردمِ دیدہ برآرد سر بہ فخرِ حورِ عیں
توتیائے چشمِ من گردد چو خاکِ پائے تو

کے نیابد از خدا عمرِ حیاتِ جاوداں
خضر چوں بوسد رکابِ مرکبِ والائے تو

چونکہ اے موسیٰ کند نورِ یدِ اللّٰہی ظہور
یا نہ کے دارد یدِ طولیٰ یدِ بیضائے تو

مہر ہم بر چرخِ اخضر دائما بہرِ طواف
میکند گردش بگردِ گنبدِ خضرائے تو

صاف چون جامِ جم توان کردن

حق به قرآن یاد کرد از خوئی زن / مکر باشد بسته هر موئی زن
انبیا و اولیا را صد بلا / آمده بر جانِ پاکان سوئی زن
صحبت زن آفتِ مردان بود / دور بهتر مرد از پهلوئی زن
کرده ام گوش از بزرگان بارها / جان سلامت کس نبرد از کوئی زن
افترا و فتنه و کذب صد پیچ / هست موجِ کوه کوبِ جوئی زن
بر نیاید صاف دل جوئی بهشت / گر کند پیوسته شست و شوئی زن
تا نفس را هست آمد شد به تن / هر گزم منما خدایا روئی زن
میکند رسوائے عالم مرد را / دشمنِ خونخوارهٔ قابوئی زن
دل گریزد همچو آهو بعد ازین / بادیه در بادیه از بوئی زن
بیکسے از خانه بیرون می شود / گر نباشد خیر خواه شوئی زن

اے معلّی کس ندید از زن وفا
جا بده دل را تو در گیسوئی زن

سراپا نشئه ام چون مئے شرابم میتوان گفتن / ز سوزِ عشق بریانم کبابم میتوان گفتن
اگرچه در شکست چون مخزن بنائے او بنیاد / همه تن چشم گریانم سحابم میتوان گفتن
بود لب بسته چون اشراقیان با گفتنا هم / درین صحبت به بزم او کتابم میتوان گفتن
شوم هم خویشتن را فرش راه خاکسار بیا / غبارم میتوان گفتن ترابم میتوان گفتن

ظاهرست این بعشقِ خود چون مهر — حُسنِ آن مه جبین فزودم من
در جنون نیست ثانیٔ مجنون — لیک گوئی سبق ربودم من
بگذرم از ملک اگر دانم — از کجا آمدم چه بودم من
گشتهم آسوده تا زمرآتِ دل — رنگ زرِ وهوا زدودم من
نه کشیدم گہے پشیمانی — آزموده نیاز مودم من
از ازل در قلمروِ حیرت — پادشاهِ جنون جنودم من

شد معلی زخود به نغمهٔ خویش
دوش چون این غزل سرودم من

براسیران کرم توان کردن — فارغ از قیدِ غم توان کردن
بر مزارِ شهیدِ غمزهٔ خویش — رنجه گاہے قدم توان کردن
مردگانِ فراق را زنده — چون مسیحا ز دم توان کردن
دردِ هجران که عالمے دارد — با دلِ ریش ضم توان کردن
یار آید اگر به کلبهٔ من — چون الف قد علم توان کردن
دیده ام شد سفید چون نرگس — بعد ازین گریه کم توان کردن
دلِ بود خانهٔ خدا بیشک — طوفِ بیت الحرم توان کردن
نشنود پندِ تو اگر نادان — لب ز گفتن بهم توان کردن

دلِ معلی شد از کدورت پُر

زخال و زلف این جا دانه و دام / شکارِ مرغِ دل از این و آن کن
زجورِ آسمان تیرے میفگن / حذر از آهِ آتش بارِ جان کن
دل از موجِ طلاطم ها نگهدار / روانه کشتیِ عمرِ روان کن
بشو خاکِ غبارِ خاکساران / گزر بر اوجِ هفتم آسمان کن

اگر خواهی ثوابِ حجِ معلی
طوافِ خانهٔ پیرِ مغان کن

گل را نه بود عاشقِ دیوانه به از من / بلبل نه زند چهچهه مستانه به از من
گویند بشیرین که کند در دلِ من جا / فرهاد نه کرد است بنا خانه به از من
صد عاشقِ دیوانه بهر موے تو شد است / دارد خبر از زلفِ تو کے شانه به از من
از کوتهیِ دستِ دل و زلفِ درازت / دارد که سرِ رشتهٔ افسانه به از من
از ساغرِ چشمت همه مستند درین بزم / لیکن نبود سرخوشِ پیمانه به از من
چون شعلهٔ جواله شدم دورِ تو اے شمع / کے گشت بگو گردِ تو پروانه به از من

چون رازِ نهانم بدلِ خویش معلی
پنهان شده کے گنج بویرانه به از من

بسکه آن شوخ را ستودم من / قدرِ خود را سبک نمودم من
در دلِ خاص و عام جا دارد / کشتهٔ خویش را درودم من
رتبهٔ من گزشت از افلاک / بسکه سر را بپایش سودم من

نمی گویم چنیں کن یا چناں کن   نظر ہر دم بحکمِ کن فکاں کن
نفس را در ہوایش بادباں کن   روانہ کشتئ عمرِ رواں کن
ز فکرِ نفسِ سرکش در ضعیفی   طلب امداد از پیر و جواں کن
محبّاں را بہ تیغِ ناز کن قتل   حیاتِ بدنصیبِ دشمناں کن
ببزمِ او نشیں چوں شمع خاموش   زباں بند از بیانِ این و آں کن
شود ہر شئے بعالم جلوہ افزا   چو می فرمایدش حق ہر زماں کن
خلیلؑ آسا درِ ملکِ یقیں زن   رخِ وجہت وجہی سوئے آں کن
اگر خواہی نجات از سختئ مرگ   دلا نامِ نبیؐ وردِ زباں کن
عطا کن شربتِ دیدارِ جاناں   علاجِ جانِ زارِ عاشقاں کن
فنا کن ہستئ خود در وجودش   تنفر از خیالِ این و آں کن
بدل اُمیدوارِ فضلِ او باش   حذر از دعوئے ہر امتحاں کن
بگیر از ہر لباسے بو چو یعقوبؑ   تلاشِ یوسفؑ اندر کارواں کن
ز باطل بگذر و حق گو چو منصور   مقامِ دار را دار الاماں کن
دلِ روشن مرا دہ یا الٰہی   سیہ روئے نصیبِ دشمناں کن
فگن بر دوشِ خود این طرۂ ناز   بدامِ زلف تسخیرِ جہاں کن
مکن اسرارِ دل بر کسے فاش   ز چشمِ خویش ہم کارِ نہاں کن
چمن زارِ دلِ پُر داغِ ما را   شگفتہ از بہارِ بے خزاں کن

بزیرِ سایهٔ دیوارِ کویش بستر اندازیم

بهر جانب که می تازد نگاهِ شرمسارِ من
نمی آید نظر در چشم غیر روئے یارِ من

چه دعوائے عمل بخشد دلِ ناکرده کارِ من
بدستِ اوست پیچیده عنانِ اختیارِ من

کند از چشمِ رحمت گر تجلی گلعذارِ من
شود پیدا شرارِ طور از شمعِ مزارِ من

چنان مدهوش گردیدم ز تاثیرِ نگاهِ او
نمی دانم کجا شد طاقت و صبر و قرارِ من

بگردد مرغِ جانِ من فدائے چنگلِ نازش
کند آن بازِ سلطانی اگر قصدِ شکارِ من

بکن اے سروِ خوبی سیرِ باغِ داغهائے دل
بهارے بے خزان دارد مدام این لاله زارِ من

کرم فرما بسوئے کلبهٔ احزانِ من گاهے
نمی دارد قیام این هستیِ ناپایدارِ من

کنم نظاره گر از چشمِ دل در عالمِ هستی
نمایان هست هر سو جلوهٔ حسنِ نگارِ من

نظر چون بر خطابِ نهیِ لا تقنطوا دارد
شود پابوس کئی از تو دلِ امیدوارِ من

بجز تو از که گویم حالتِ بیتابیِ خود را
که موقوف است بر فضلِ تو جمله کاروبارِ من

شود خم گردنِ جانم صبا از بارِ احسانت
بصحرائے مدینه گر فتد مشتِ غبارِ من

ز جرمِ من شده نفرت گنهگارانِ عالم را
نبودے وصفِ ستاریِ تو گر پرده دارِ من

معلی رحمتِ او بین که جرمم دیده می گوید
مشو نومید از الطافِ من اے جان نثارِ من

خودی بگذار و خود را بے نشان کن
مکان کن ترک و عزمِ لامکان کن

ز مژگان تیر و از ابرو کمان کن
بناز و عشوه قتلِ عاشقان کن

چوں راہ روِ منزلِ مقصود دریں باغ — در سایۂ سروِ تو دمے خفتم و رفتم

باقافلۂ حسرتِ جاں سوز ازیں شہر — چوں لالہ بدل داغِ تو بنہفتم و رفتم

خوش باش کہ در رشتۂ تحسین معلّے

دُردانۂ ہر بیتِ ترا سُفتم و رفتم

حجابِ غیرت تاکے بروئے دلبر اندازیم — بیا زاہد کہ ایں پردہ ز چشمِ سر بر اندازیم

بیا ساقی شبِ وصل است مے در ساغر اندازیم — فسانۂ روزِ فرقت را بکنجِ دفتر اندازیم

زحالِ سوزشِ دردِ فراقِ او چہ می پُرسی — جہاں سوزیم اگر در خرمنِ اخگر اندازیم

مسبّب غیرِ او کس نیست چوں در عالمِ ہستی — بروئے جملہ اسبابِ جہاں خاکستر اندازیم

نگہداریم در پیشِ نظر الفقر فخری را — بیا خاکِ مذلت بر سرِ گنجِ زر اندازیم

تمنائے دلِ ماہا ازروزِ میثاق است — کہ مشتِ اُستخواں پیشِ سگِ کویش در اندازیم

بہ زہد و پارسائی راہِ مقصد چوں نشد حاصل — بیا رختِ سفر تا در طریقِ دیگر اندازیم

بحرِ عشقِ پُرآفت رواں سازیم کشتی را — زخوفِ موج تاکے در سواحل لنگر اندازیم

کنیم انوارِ داغِ دل اگر اظہار در عالم — نشانِ داغِ حسرت بر دلِ ہر اختر اندازیم

کنیم از چشمِ دل نظارۂ حسن و جمالِ اُو — وجودِ خود نمائی از نظر یکسر بر اندازیم

پے تسخیرِ ملکِ جاں بجوشِ نشّۂ مستی — کمندِ آہ را بر بامِ چرخِ اخضر اندازیم

نمازِ ظاہری چوں نیست واجب رندِ مستاں را — بپائے ساقیٔ میخانہ در سجدہ سر اندازیم

تمنائے دلی ہست اے معلّی تا دمِ آخر

بسکه گردیدیم بیجا خانهٔ دل شد خراب — شیوهٔ بیهوده گردی تا ز آب آموختیم

هر که با ما هم نفس شد از دم ما شاد گشت — نغمه های روح پرور از رباب آموختیم

بر نمی تابد دل ما حرف تند غیر را
این تنک ظرفی معلی از حباب آموختیم

دادی تو مرا جان ز چه و جان تو بخشیم — از ملک من آن چیست بگو آن تو بخشیم

من مفلس بی مایه تو سلطان غنی دل — پس هیچ بر این بی سر و سامان تو بخشیم

عالم همه پیش تو به دانگی نمی ارزد — آن جنس گران چیست که ارزان تو بخشیم

دل در خم گیسوی تو بستیم و گذشتیم — چون گرد بکوی تو نشستیم و گذشتیم

بدمستی ما نیست ز پیمانهٔ ساقی — از چشم سیه مست تو مستیم و گذشتیم

از کعبه و بتخانه نداریم حدیثی — ما مست می عهد الستیم و گذشتیم

با قافلهٔ سوز و الم از سر دنیا — همچون شرر از سنگ بجستیم و گذشتیم

چون باد صبا بسکه نبودیم تردد — از بند غم هجر تو رستیم و گذشتیم

با دلبر گل چهره و از سیر گلستان
صد شکر معلی که شگفتیم و گذشتیم

بلبل صفت نغمهٔ تو گفتم و رفتم — چون گل به گلستان تو شگفتم و رفتم

با غیر چو دیدم که ترا راز و نیاز است — از رشک چو زلف تو بر آشفتم و رفتم

کرده ام کنج قناعت اے معلی اختیار
چند باشم در تکاپو مهر تابان نیستم

همچو گل در مشت اے دل گر زرے میداشتم
در بغل من نیز هر شب دلبرے میداشتم

کرد محرومم ز فیض صحبت جانان رقیب
می بریدم گردنش گر خنجرے میداشتم

عرش حق کان آشیان طائر روح منست
می پریدم از قفس گر شهپرے میداشتم

میزدم بر شیشه دل سکه آسودگی
از قناعت گر سپاه و کشورے میداشتم

میکشیدم خط بطلان بر سر اهل جنون
چون دل خود پر ز داغش محضرے میداشتم

کشتی من کے شدے سرگشته طوفان سعی
نوح مانند از توکل لنگرے میداشتم

رنگ دنیا را بطرز تازه می ریختم
چون خلیل الله با خود دیگرے میداشتم

میگرفتم کار دنیا را ز دیوان جهان
چون سلیمان گر بدست انگشترے میداشتم

مدعا را پیش می بردم ز ابنائے زمان
در مزاج خود اگر شور و شرے میداشتم

اے معلی آه و گریه پیش حق باشد عزیز
کاش من هم ناله و چشم ترے میداشتم

بیقراری در فراق از آفتاب آموختم
گریه چون پیر کنعان از سحاب آموختم

دیو کبر نفس را کردیم از خاطر بدر
خاکساری را ز فیض بو تراب آموختم

از کمال باطن ما هیچ کس آگاه نیست
کسب کیف معنویت از شراب آموختم

در تب هجران و تاب دوری خورشید روے
گشتن از پهلو به پهلو از کباب آموختم

بااللہ کہ من حذر ندارم

قربانِ یار میشوم و گریه می کنم
چون ابر زار میشوم و گریه می کنم

پروانه وار گردِ تو اے شمعِ بزمِ ناز
هردم نثار می شوم و گریه می کنم

بیتاب هر زمان که ترا یاد می کنم
سیماب وار می شوم و گریه می کنم

در دامِ زلف چون دلِ سودا زده مدام
پابندِ تار می شوم و گریه می کنم

در چشمت اے گلِ چمنِ دلبری چو خار
بے اعتبار می شوم و گریه می کنم

در بزمِ انتظارِ تو شبها بسانِ شمع
گرم اشکبار می شوم و گریه می کنم

چون رعد و برق و ابر معلی ببین که من
بیتاب یار میشوم و گریه می کنم

از فراقش چند نالم پیرِ کنعان نیستم
چند دُر از دیده ریزم ابرِ نیسان نیستم

بخت از من دردِ او بال و پر و تاب و توان
تا بکے باشم صبورا ایوب دوران نیستم

گلعذاران خنده ها دارند از بستِ خمم
قد علم تا چند باشد سروِ بستان نیستم

هست تکرارِ سخن دور از فصاحت در کلام
ضبط این معنی کنم تا چند سحبان نیستم

ملکِ دلها کرده ام تسخیر از افتادگی
حکمرانی بیش ازین تا کے سلیمان نیستم

گوش برا واز من باشند تا کے خاص و عام
صاحبِ اعجاز و داود خوش الحان نیستم

نفسِ فرعون خوی اهلِ جاه را از راهِ کبر
باز دارم من چنانِ موسیٰ عمران نیستم

از بلائے دولتِ ناپائدارِ دهرِ دون
چند بر در ها نشینم خانخانان نیستم

که تار طولِ امل را گسیختم رفتم

هنوز با تو نیازے که داشتم دارم / چو شمع سوز و گدازے که داشتم دارم

در انتظارِ تو اے مرہمِ دلِ افگار / چو زخم دیدهٔ بازے که داشتم دارم

ز تیره بختیٔ خود در ستم رہِ امکان / چو زلفِ عمر درازے که داشتم دارم

اگرچه ہمدم باشم ز تو ولے ز امید / بروئی دل در بازے که داشتم دارم

کند برنگِ دگر ہر نفس رقیب سلوک / ہنوز شعبده بازے که داشتم دارم

نشد ز کجروئی چرخ شاد گاہے دل / غمِ نشیب و فرازے که داشتم دارم

سیاه بختیٔ را ببیں چساں دلِ خود را / اسیرِ زلفِ درازے که داشتم دارم

نظر ز دیدنِ رویش نشد معلّی اسیر
دراز رشتهٔ نازے که داشتم دارم

امشب که ترا به بر ندارم / بر بالشِ عیش سر ندارم

بے روئے چو ماہِ تو عجب نیست / از خویش اگر خبر ندارم

از خوئی بدِ رقیب عمریست / در کوئے بتاں گزر ندارم

دستم نرسد بزلفِ جاناں / از بسکه بدست زر ندارم

صد شکر که من چو نرگس امروز / بر دستِ کسے نظر ندارم

پروازِ خیالِ من بر اوج است / ہر چند که بال و پر ندارم

از نیک و بدِ جہاں معلّی

ازانکه طائرِ دل را اسیر خواهی کرد | ز دامِ زلفِ تو بے اختیار می ترسم

جگر بسینهٔ معلی ازاں طپید در وصل
که از مفارقتِ گلعذار می ترسم

با نشّه ز چشمِ یار بُردیم | سعیٔ عجبے بہ کار بُردیم
رفتیم بہ بزمِ آں زری پوش | پنبه بدم شرار بُردیم
ظاهر بہ رقیب راز کردیم | حاجت بر نا بکار بُردیم
چوں ابر ز آبِ چشم گریاں | از رهگذرش غبار بُردیم
منصور صفت ز گفتنِ حق | خود را بہ کنارِ دار بُردیم
زلفِ بتِ خویش را گرفتیم | در دیده ازیں دیار بُردیم
آں شعلهٔ آه هست روشن | آں شمع که بر مزار بُردیم

از سوزِ غمش بہ دل معلی
بس داغ بہ یادگار بُردیم

هزار اشک بہ بزمِ تو ریختیم رفتیم | چو غنچه بندِ قبا را گسیختیم رفتیم
ز سوزِ عشق تو لے شمع همچو پروانه | بہ محفلِ تو پر و بال ریختیم رفتیم
اگر نیست طاقتِ دیدار از تو باش اینجا | که من ز مهر چو انجم گریختیم رفتیم
دلم بہ کوئی تو گم شد ازاں بہ پردهٔ چشم | غبارِ راهگذارِ تو بیختیم رفتیم

عروسِ دهر معلی نیامدم در بر

با یار رقیب را چو دیدم | دندان بجگر فشرده بودم
از یار بدست من نیامد | آن دل که به او سپرده بودم
او را چو روان بخانه دیشب | پوشیده زغیر برده بودم
او کرد خوشم وگرنه چون گل | از صرصر غم فسرده بودم
منظور شدم ز بسکه خود را | کمتر ز سگش شمرده بودم
او را که به بر چو جان در آمد | لیموش صفت فشرده بودم

بی یار تمام شب معلّی
بتیاب ز درد گرده بودم

دوش سرو قامت او بود شمع خانه ام | گرد چون پروانه آخر جلوه اش ویرانه ام
خوبی زلف کج او راست آید کی بشرح | بی تصنع صد زبان باشد اگر در شانه ام
در گلستان بلبل و قمری بسر برده بیان | هر یکی را رفت هوش از نالهٔ مستانه ام

من اینقدر که از آن زلف یار می ترسم | نه از گزیدن دندان مار می ترسم
از آن بزلف عروس جهان نه بستم دل | که از عواقب انجام کار می ترسم
چنان بروی چو خورشید تو گشایم چشم | ز خنجر مژه ات بیشمار می ترسم
اگرچه خاطری چون گل شگفته دارم | ولی ز صرصر لیبل و نهار می ترسم
ز ابروان خود ای مه بکن اشارتها | کزین دو نیمچهٔ آب دار می ترسم

خیالِ غیر ازیں رو بدل نمی آید | کہ خوفِ رنجِ دلِ یار بدگمان دارم
خوشا دمیکہ رسم تا بکوئے منزلِ دوست | سرِ ارادتِ خود را بہ آستان دارم
مرا چو گردشِ چشمش در انقلاب فگند | شکایت از تو نہ اے دورِ آسمان دارم

گذشتہ ام چو معلیٰ ز فکرِ دشمن و دوست
چرا امیدِ عداوت ازین و آں دارم

بہر رنگے جمالِ یار دیدن آرزو دارم | ز ہر گل بوئے رخسارش شمیدن آرزو دارم
بہ بزمِ قربتِ جاناں رسیدن آرزو دارم | بہر سو در تلاشِ او دویدن آرزو دارم
بہ شوقِ جلوۂ نورِ تجلی گاہِ ذاتِ او | ضیائے شمس در ہر ذرہ دیدن آرزو دارم
چو مجنوں در سرِ لیلائے زلفِ عنبرینِ او | بہر صحرا سراسیمہ دویدن آرزو دارم
حجابِ غیریت بر داشتہ از چشمِ وحدت بیں | ز حسنِ او گلِ نظارہ چیدن آرزو دارم
نمودہ کارِ خود تسلیم بر نعم الوکیل اے دل | بمیدانِ توکل آرمیدن آرزو دارم
ز ہر دو کانِ بازارِ جہان در فکرِ سودا یش | متاعِ حسنِ یوسف را خریدن آرزو دارم
خلاصی جستہ از دامِ تعلق ہائے دنیا وی | ببالِ شوق در راہش پریدن آرزو دارم

بگوشِ جاں معلیٰ از زبانِ ہر زباں ہر دم
صدائے نغمۂ ہو ہو شنیدن آرزو دارم

وہ غم کہ از دل ستردہ بودم | با یار شراب خوردہ بودم
تریاقِ وصال گر نمی بود | از زہرِ فراق مردہ بودم

نیم چو لائقِ کارے ہمیں بس است مرا
که در گروهِ غلامانِ کمترین دارم

دمِ عنایتِ تو خضرِ راهِ من چو شود
قدم بصدق و صفا در رهِ یقین دارم

چو ذرهٔ در خورشیدِ عالم قدسم
دماغِ خود بسرِ چرخِ چارمین دارم

کنم نظارهٔ کثرت جمالِ وحدت بس
نه احولم که رخِ دیده را دو بین دارم

خیالِ نفسِ شقی زهرِ قاتل است همه
چرا نه خوف ازین مارِ آستین دارم

ز جملهٔ اهلِ مذاهب جدا است مذهبِ عشق
نه کافرم نه یهودی نه گبر و دین دارم

بحیرتم چه کنم نظرِ یار وقتِ وصال
که جانِ خسته شکسته دلِ حزین دارم

بس است این که شوم بار کشِ ظلوم و جهول
نه جان دقیقه رس و عقلِ خرده بین دارم

رساند فخرِ غلامئ تو مرا به فلک
قیام اگرچه برین سطحهٔ زمین دارم

طریقِ نعت گزینم بشعر گوئی و بس
چرا نظر به خیالاتِ نکته چین دارم

تمام عمر معلّیٰ ثنائے او گویم
بجانِ خویش تمنا نه غیر ازین دارم

بسینه سوزِ درون تا بکے نهان دارم
که تابِ صبر نه من طاقتِ فغان دارم

ز قیدِ جسم برون گشته عزمِ جان دارم
گزشته ام ز مکان شوقِ لامکان دارم

بیاید آنکه خرید ای گنجِ اسرار است
که جنس هائے گرانمایه در دکان دارم

بدرد و رنج خدایا مگیر سخت مرا
که روئے صبر نه من تابِ امتحان دارم

اگر بمنزلِ مقصود ره برم چه عجب
که در ضعیفئ خود پیرِ نو جوان دارم

چو دیدهٔ تو منور ز کحلِ مازاغ است / نگاهِ لطف بکن بندهٔ خدائے توایم
بروزِ حشر مراں از درِ شفاعتِ خود / غلامِ بارگه خاص کبریائے توایم
بجز گناه نه کردیم هیچ کارِ رضا / بدل اگرچه همه طالبِ رضائے توایم
بذاتِ پاک تو ختم است چوں مسیحائی / برائے دردِ دلی طالبِ دوائے توایم
بکار و بیم بغیرِ تو نیست کس حامی / اگر وفا نکنی هم خوشیم از جفائے توایم
بده پناه تو از تابِ گرمئ محشر / شها فتاده بہ سایۂ لوائے توایم
ز فرطِ جرم شده مبتلائے بیماری / پئے شفا همه خواهانِ خاکپائے توایم
دراں زماں که شود خوانِ بخشش تو وسیع / ز دل شده همه تن گوش بر صلائے توایم

شریکِ حلقۂ خدّام تو معلّٰی دار
امیدوارِ شفاعت ز فضلہائے توایم

بدل نه حسنِ عمل هیچ غیر ازیں دارم / که نامِ پاکِ تو کنده برایں نگیں دارم
خیالِ باده کشی در دلِ حزیں دارم / ز بندهٔ پیرِ مغاں یاد نکته ایں دارم
بحشر ساز شریکِ گروهِ دیں دارم / وسیله جز تو نه اے شاهِ مرسلیں دارم
شود مرادِ دلم حاصل آں زماں که بصدق / بر آستانۂ پاکِ درت جبیں دارم
نگاهِ دیده بعالم رسد به نورِ یقیں / ز خاکِ کوئی تو چوں چشمِ سرمگیں دارم
امیدوارِ شفاعت ز فرطِ بارِ گناه / دلِ فسرده و چشمانِ نشه بگیں دارم
بجرم دور مفگن مرا ز مرحمتِ خویش / شمارِ لطفِ تو امیدِ من همیں دارم

بلبل بچمن بہرِ گل از بہر چہ نالد
و دیدیم ندارد چو حنا رنگ بقا گُل
دیدند کہ دل خستہ ہزار است طبیباں
کردند بر آتش ہمہ تجویز دوا گُل

داریم معلّی ز شرر ریزِ زمانہ
چوں داغِ پلنگاں تنِ خویش جا جا گُل

یا رسولِ ہاشمی ہر دم ثنا خوانِ توام
بلبلِ بے خان و مان شیدائے بستانِ توام
اے سہی سرو ریاضِ خلد قربانِ توام
راست میگویم فدائے قدِّ ذیشانِ توام
صورتِ پروانہ دارم آتشِ داغِ جگر
مجمرِ سوزِ چراغِ روئے تابانِ توام
یا نبیؐ روزے کہ عیسیٰؑ بر زمیں آید ز چرخ
از مرض ہائے گنہ محتاجِ درمانِ توام
خاکسار و عاجزم افتادہ در راہِ طلب
نقشِ پائے زائرِ درگاہِ ذیشانِ توام
چوں سرِ خود رانہ تابم از گدائی درت
اے شہ عالم گدائے از گدایانِ توام
یا شفیعِ روزِ محشر مظہرِ ستر العیوب
با ہمہ چاکِ گریباں زیرِ دامانِ توام
یوسفِ مصرِ نبوت وے عزیزِ جان و دل
کمترین ادنیٰ غلامِ از غلامانِ توام
در بلائے عشقِ تو پابندم از روزِ الست
مو بمو پیچیدۂ زلفِ پریشانِ توام
کے بزم سودائے نعمت ہائے جنت یا نبیؐ
گوش بر آوازِ فضل خوانِ احسانِ توام

ہست ایں عرضِ معلّی در حضورِ عالیت
یا نبیؐ مستدعیِ انوارِ فیضانِ توام

جفا مکن کہ بدل طالبِ وفائے توایم
تو شاہِ ہر دو جہانی و ما گدائے توایم

دارم سخنے از لبِ دلدار توقع
امروز کہ اسبابِ طرب ہست مہیا
زساغرِ چشمش کہ جہاں گشت بسیہ مست
ہستند بتاں بسکہ بسیہ چشم ندارم

بالغمتِ پُر لذّتِ دیدار توقع
دارد دلِ من جلوۂ دلدار توقع
ہم ہست مرا نشۂ سرشار توقع
زیں فرقہ وفا ذرۂ زنہار توقع

کردم بہ رہش فرشِ دل و دیدہ معلیٰ
اکنوں گزرے ہست ازاں یار توقع

انچہ باما کرو ہجرِ یار ما دانیم و دل
کر درونشن پرتوِ شمع رخش بزم جہاں
بسکہ از دیر وحرم مطلب یکجا منجر است
میکنی اے شیخ چوں بالانشینی اختیار
زاہدِ خشک از مئے ونیخوار دارد نفرتے
کس چہ داند رتبۂ خاکِ شہیدِ کربلا

سوزِ ہجراں را چو شمعِ زار ما دانیم و دل
قدرِ حُسنِ آتشیں رخسار ما دانیم و دل
صلح و جنگِ کفر و دیں را عار ما دانیم و دل
اعتبار جبّہ و دستار ما دانیم و دل
تر دماغی مئے سرشار ما دانیم و دل
قدرِ خاکِ سبحۂ ابرار ما دانیم و دل

اے معلیٰ در حدیثِ ما و دل خلے مکن
با تو گفتم ایں سخن صد بار۔ ما دانیم و دل

بشگفت بہ صحنِ چمن از بادِ صبا گُل
بر حسنِ دلاویزِ تو حُسن دگر افزود
باروئے فروزاں زچمن چوں تو گزشتی

ایں مژدہ رسانید بہ بلبل شدہ واگُل
چوں گرد بہ سر گوشۂ دستارِ تو جا گُل
گردید خجل دید چو رخسارِ ترا گُل

ہمچو مرغِ رشتہ بر پا ماندہ ام در دستِ تو / از تو رستن ہا غلط از من پریدنہا غلط

کردہ ام جاناں چہ من گوئی معلّی بعد ازیں
لب مکیدنہا غلط در بر کشیدنہا غلط

دلم ز لذّتِ گفتار می‌شود محظوظ / چنانکہ چشم ز دیدار میشود محظوظ
زبان ز نامہ داری بگو بہ قاصد / کہ گوش از خبرِ یار میشود محظوظ
کسے کہ بست بموئے میانِ او دل را / کجا ز صحبتِ اغیار میشود محظوظ
ز سیرِ لالہ و نرگس شگفتہ کے گردد / دلے کہ از گلِ رخسار میشود محظوظ

بدہ صبوح معلّی بہ دلبرِ مخمور
کہ جاں ز نرگسِ خمّار میشود محظوظ

از جہاں برخاستہ آئینِ یاری الحفیظ / شد دل آزاری بعالم رسم جاری الحفیظ
رفتم از خود ناز تیغِ ابروئے آں نازنیں / خوردہ ام بر روئے خاطر زخم کاری الحفیظ
در شبستاں دید نالاں چوں مرا آموخت شمع / اضطراب و سوختن آئینِ زاری الحفیظ
تا خراماں از نظر بگذشت آں گلگوں عذار / در دلِ من میخلد ہر لحظہ خاری الحفیظ
کشتیم در قعرِ دریا لنگرِ خود باختہ / میکنم سعی و نمی بینم کناری الحفیظ
از بہارِ باغ و خزانی او چہ سود / نخلِ امید مرا چوں نیست باری الحفیظ

اے معلّی خود بگو چوں میتوانم زیستن
گر نباشد در برِ من گلعذاری الحفیظ

در جهان گوهر مقصود بدستش آید — که زند غوطه بدریائی طلب چون غواص
آمدم از ستم چرخ گریزان سوییت — جز درت در نظرِ من نبود بیکه مناص
قید و محبوس خم زلفِ تو باشد دلِ من — ساز از بهر خدا زود ازین قید خلاص
رفت روحِ تنم از زهرِ تغافل هایت — زنده اش کن چو مسیحا زدم خاص الخاص

ای معلی شدم از تیرِ نگاهش کشته
قاتلم را نبود هیچ بدل ترس قصاص

بسمل بکرد دلبر و بخشید جان عوض — صبرم گرفت و کرد کرامت فغان عوض
بے یار زندگی نبود هیچ خوش مرا — نستانم ار دهند تمام جهان عوض
آن شخص را که حسن عمل کرد در جهان — او را دهند روزِ قیامت جنان عوض
در غفلتِ هوا و هوس زندگی گذشت — این عمر رفته را نبود جز زیان عوض

یارم چو دید کشته معلی تنم چو مو
بخشید مهربان شده موئے میان عوض

بعد ازین از کوئی جانان پا کشیدنها غلط — رشتۂ الفت ز دلدارے بریدنها غلط
از گلِ عهدِ بتانِ دلربا بوئے وفا — آمدن اول غلط دوم شمیدن‌ها غلط
غنچۂ دل را خبر کن در گلستانِ جهان — باشدنت چون گل گریبان را دریدنها غلط
همچو نقشِ پا ندارم قوتِ برخاستن — بعد از نیم بر سرِ کوت رسیدنها غلط
گر ندارد جلوه ات بیدار امشب همچو شمع — خواب کردنها غلط دل را رمیدنها غلط

دلِ گرفتارِ دامِ گیسویش
پائے جاں بستۂ سرِ مویش

میرسد ناوکِ مژہ پیہم
بر دلم از کمانِ ابرویش

تا نہ بینم رخش چو نقشِ قدم
برنمی خیزم از سرِ کویش

بسکہ دل وا نشد ز لالہ و گل
می کنم سیرِ گلشنِ رویش

ہمچو گل در چمن ز بادِ صبا
غنچۂ دل شگفتہ از بویش

ہمچو آں آہوئے رمیدہ ز سنگ
ہیگریزم ز تندیٔ خویش

اے معلّی مدار کار کہ چرخ
شد مشبّک ز ناوکِ مویش

شاملِ کفار یا در حلقۂ دیندار باش
ہر کجا باشی بباش و در خیالِ یار باش

می نماید راہِ ظلمت اگر این نفسِ شقی
اے دلِ ناداں ز مکرِ این عدو ہشیار باش

می نخواہد غیرتِ او اختلاط و دخلِ غیر
تا توانی دورتر از صحبتِ اغیار باش

گر طمع داری کہ باشی یومِ دین در ظلِّ عرش
ساکنِ کوئی نبیؐ در سایۂ دیوار باش

گر تو میخواہی کہ گردد صحتِ کلّی حصول
چند در دار الشّفائی این دلِ بیمار باش

بسترِ راحت اگر خواہی مرو در راہِ عشق
دورتر از خواہشِ این منزلِ پُرخار باش

ہیچگہ مائل مشو از عزّ و جاہِ دنیوی
اے معلّی در رہِ الفت ذلیل و خوار باش

اے شہان سودہ بدرگاہِ تو روئی اخلاص
گوئی خود ساخت مقرر دلِ شیدائم خاص

میروم میروم چو رنگ — از کفش از کفش بهار بهار
میروم میروم بدنبالش — سایه وش سایه وش دیار دیار
ساقیا ساقیا صبوح صبوح — تا برو تا برد خمار خمار

از رهش از رهش معلی رفت
باشره باشره غبار غبار

بی سبب بی وجه و علت بی نفار — منحلم در چشم مردم همچو خار
می فتد از دست یاران صد گره — هر زمان چون شاخ گل ما را بکار
همچو نقطه دور افگنده ز خود — گرد هر کس گشته ام پرکار وار

ای معلی از گله لب را ببند
خصم خود را تو به حیدر واگزار

ای دل از غیر خدا چون مردم دنیا مترس — باش با حق همدم و از شورش و غوغا مترس
گردهٔ امروز اگر روشن دل از حب علیؑ — با گناه کوه از پرسش فردا مترس
مستی عاشق بود از جام مست دست یار — گر نباشد در کفت پیمانهٔ صهبا مترس
هر گره چون شاخ گل انداخت در کارت رقیب — میشود از ناخن الطاف جانان وا مترس
گرچه عمری شد که جانان دبا خود جان چو دل — باز آرد در تنت جان دلبر رعنا مترس

خصم دون دارد معلی از پیش فریادها
سگ چو بیند ماه را طالع کند غوغا مترس

حرزِ جانِ خویش می سازند اربابِ صفا
بر زمین آید نظر گر نقشِ پائے دستگیر

گرد فضلِ حق عطا از بہرِ فیضِ عامِ خلق
نعمتِ محبوبیت خاص از برائے دستگیر

طالبِ امداد از و باشی کہ در وقتِ الم
حامیٔ کارِ تو نبود کس سوائے دستگیر

در دو عالم نوبت اسبابِ شاہی می زند
ہر کہ از جان و دلِ خود شد گدائے دستگیر

از درش ہرگز مگرداں رو کہ بہرِ نفعِ عام
رد نمی گردد ز حق دستِ دعائے دستگیر

گردد ایمن از بلائے صدمۂ آفاتِ حشر
جا گزین شد ہر کہ در زیرِ لوائے دستگیر

از حوادثہائے چرخ و انقلابم خوف نیست
می پرد مرغِ دلِ من در ہوائے دستگیر

در مقامش اولیا را ہم رسائی مشکل است
ہست بر عرشِ برین دولت سرائے دستگیر

خارج اوصافِ کمالِ اوست از حد بیاں
کے شود از من ادا حقِ ثنائے دستگیر

حق تعالیٰ شد چو بر عرشِ دلِ او مستوی
بست بارِ حماں علی العرش استوائے دستگیر

ذاتِ والائیش چو شد فانی بذاتِ پاکِ حق
غیرِ حق کس نیست در زیرِ قبائے دستگیر

زیرِ ظلِ آستانش اے معلی جا گزین
می پرد در اوجِ قربِ حق ہمائے دستگیر

بیرخش بیرخش قرار قرار
مبکند مبکند فرار فرار

بیرخش بیرخش سلام سلام
میرساں میرساں بیار بیار

بر سرش بر سرش چو مہر چو مہ
مشوم مشوم نثار نثار

سوختم سوختم چو شمع چو شمع
بنوائی بنوائی نگار نگار

از جگر دارم کباب از خونِ دل دارم شراب
نیست صحبت بے کباب و قلقلِ مینا لذیذ

آرزوئے بوسہ دارم کئے بگیرم از لبت
از لبِ شیرینِ خود کن کامِ جانم را لذیذ

اے معلی مختلط با جاہلاں ہرگز مشو
مردِ عاقل را نباشد صحبتِ آنہا لذیذ

صلی اللہ علیہ وسلم

اےکہ از نورِ تو جانِ انس و جان شد جلوہ گر
از ضیائے فیضِ تو کون و مکاں شد جلوہ گر

ظلمتِ کفر و نفاق از دورِ عالم گشت دور
از ظہورِ تو زمین و آسماں شد جلوہ گر

پرتوِ خود ذاتِ تو چوں اندریں عالم فگند
از تتِ گنجِ عدم گنجِ نہاں شد جلوہ گر

ذاتِ پاکِ تو شبِ معراج چوں جلوہ فگند
از درِ بیت الحرم تا لامکاں شد جلوہ گر

از ضیائے نورِ رخسار و رخِ زیبائے تو
ہر گل و برگِ درختانِ جہاں شد جلوہ گر

از عرب چوں نورِ دینِ تو رسیدہ تا عجم
از فیوضِ او زمینِ این و آں شد جلوہ گر

ہست چوں نورِ خدا در ذاتِ پاکِ تو نہاں
از بیانِ وصفِ پاکِ تو زباں شد جلوہ گر

بوئے پیراہانِ تو در دل بصیرت ہا فزود
ہمچو چشمِ پیرِ کنعاں چشمِ جاں شد جلوہ گر

پرتوِ اجلال چوں افگند فیضِ عامِ تو
از فیوضِ ہر دلِ پیر و جواں شد جلوہ گر

چوں صبا آورد بوئے حسنِ تو اندر جہاں
چشمِ نرگس ہم بہ صحنِ بوستاں شد جلوہ گر

اے معلی از چراغِ داغِ عشقِ مصطفےٰ
بر دلم صد گنجِ اسرارِ نہاں شد جلوہ گر

در مقامِ قربِ حق چوں گشت جائے دستگیر
گردن جملہ ولی شد زیرِ پائے دستگیر

کارِ عالم ہمہ بر حکمِ قضا می باشد ای خوشا بندہ کہ راضی برضا می باشد

یار ہر چند کہ مائل بہ جفا می باشد شکوہ کردن نہ بگر شیوۂ ما می باشد

ہر طرف پیشِ نظر روئے خدا می باشد قصہ ہر سو کہ کنم سجدۂ ما می باشد

اے مسیحا مکن از بہر دلم فکر دوا این نہ دردیست کہ محتاجِ دوا می باشد

ہست خواہان رہائی ز سرِ زلفِ بتاں دل کہ وابستۂ زنجیرِ بلا می باشد

بر امیدِ کرم و لطفِ تو اے ربِّ غفور نفسِ من مرتکبِ جرم و خطا می باشد

رزقِ ما ہست چو بر ذمۂ رزّاقِ کریم بہر روزی بدلم فکر چرا می باشد

حکمِ خلّاق کہ جاری ست کسے را نہ درو طاقتِ دم زدن و چون و چرا می باشد

بر غریباں مکن از بہر خدا جور و جفا کہ نہ این شیوۂ اربابِ وفا می باشد

چشمِ بیمار تو اے نورِ نظر رشکِ مسیح بہر دردِ دلِ عشاق دوا می باشد

خواہشِ جنت و انکار ز دوزخ چہ کنم من ندانم کہ چہ منظورِ خدا می باشد

اے معلّی کہ دلم ہست نہ خاک طپاں
اثرِ شوخیِ نقشِ کفِ پا می باشد

نیست بی تو نعمتِ عمرِ ابد جانا لذیذ زندگانی خضر را باشد کجا تنہا لذیذ

بلبلان خستہ جاں را اے گلِ رخسارِ تو نیست سیرِ گلشنِ دنیا و ما فیہا لذیذ

رستگار است آنکہ دارد کام خود را از سہ چیز عدل و احسان و سیوم ایتائِ ذی القربیٰ لذیذ

تلخ کامی از فراقت اے شہِ خوباں مکن از گلِ رخسار و قند لب و دہان ما لذیذ

چار عنصر در دہان غنچہ مانند نگار
صاف مروارید را گر دند و دندان ساختند

این حکیمان اے معلی از کجا آرم بدست
چارهٔ دردِ مرا ازّمانِ پستان ساختند

چون گرفتارِ بلائے زلفِ یارم کرده اند
از کمندِ قیدِ ہستی رستگارم کرده اند

کار سازا اینکه در عالم شمارم کرده اند
مبتلائے ہستیٔ ناپایدارم کرده اند

مائلِ نظارهٔ نقش و نگارم کرده اند
بے نصیب از جلوهٔ دیدارِ یارم کرده اند

عاشقِ چشم و رخ و گیسوئے یارم کرده اند
مبتلائے گردشِ لیل و نہارم کرده اند

پا بر اوجِ منتہی از خاکساری میزنم
بر سرِ ملکِ ہستی شہریارم کرده اند

کے توانم دست و پا در موجِ طوفانہا زنم
غرق در دریائے ناپیدا کنارم کرده اند

سیرِ باغ داغہائے سینہ خود میکنم
اندرین فصلِ خزان محوِ بہارم کرده اند

طوقِ مختاری بگردن پائی در زنجیرِ جبر
قیدیٔ زندانِ جبر و اختیارم کرده اند

در حضیض خاکساری مینوازم کوسِ فخر
نقشِ پائی رہروانِ کوئی یارم کرده اند

می شتابم جانبِ جولانگہِ ملکِ عدم
بر سمندِ تیزِ عمر اے دل سوارم کرده اند

سرمہ کافورِ دیده از تو دارم آرزو
بسکه خوبان از تغافل دلفگارم کرده اند

خوبرو یا نیکه بر زخمم نمک پاشیده اند
ہمچو شمعِ بزمِ جانان اشکبارم کرده اند

اے معلی در جہان ہر دردمند و ہمکه بود
جملہ را نا دردمندان روبکارم کرده اند

بدل رقیب حاسد فتد آتشی ز حسرت | بهزار ناز چون تو به کنار خواهی آمد
اثری ز رنگ گلزار نبود بر او اگر تو | بچمن چو کبک روزی بگلزار خواهی آمد
چو حنا حیات رنگی ز بقا نخورد ندارد | تو بگو مرا که کئی در دل زار خواهی آمد
ز شراب حسن مستی که نمیکنی تو یاد دم | چو بمیت رسد بپایان بخمار خواهی آمد

مه من بیا معلی رمقی هنوز دارد
پس از این اگر بیائی بچه کار خواهی آمد

چون مسیحا این بتان از جلوه جانی میدهند | در خم گیسوی خود دل را مکانی میدهند
کشتگان خنجر مژگان خود را از خرام | بی تکلف جان دیگر هر زمانی میدهند
از بر نخل حلاوت بار قد نازنین | عاشقان را لذت تازه هر آنی میدهند
نقطهٔ موهوم نقاشان گزارند از دهن | عاشق دیوانه را هرگه نشانی میدهند
بهر صید مرغ دل عشاق در دست بتان | تیر از مژگان و از ابرو کمانی میدهند
بست دل را هر که با موی میان او چو شمع | سینهٔ سوزان و چشم خونچکانی میدهند
می کنند از ترشئی منت کم آخر خون تن | هر که را این ناکسان یک آب نانی میدهند

از کلامت ای معلی شهد می بارد مگر
شاهدانت از دهان خویش شانی میدهند

ماه را گر دند حل در روئی جانان ساختند | خاطرم را غنچهٔ زلف پریشان ساختند
سالها خوردند خون دل مه و خورشید تا | از لب رنگین او لعل بدخشان ساختند

عشقت نمود بسکه چو نالِ قلم ضعیف
چون نقشِ پا بکوئی تو مارا مقام شد

گر دید بے خبر ز خود آنکس که چون کلیم
در طورِ قرب با تو دمے هم کلام شد

از بهرِ صیدِ مرغِ دلِ عاشقِ حزین
خالِ تو دانه و خمِ زلفِ تو دام شد

کم طالعی نگر ز برم رفت ناگهان
وحشی نهادِ من که پس از عمر رام شد

بنماید کسے در آئینهٔ دل جمالِ دوست
چون من ز دوش زنگ زدائی ظلام شد

از پیشِ چشم رفت معلّی اگہے که یار
از نفخ صورِ شورِ قیامت قیام شد

یار چون گل شگفته می آید
همچو دُرِّ نسفته می آید

از حیا دلربا به محفلِ ما
روئے خود را نهفته می آید

خشمگین قولِ مدعی دلبر
در حقِ من شنفته می آید

اے پری رو میا در آغوشم
گر نشانِ تو جفته می آید

کن بلیلیٰ خبر که مجنونت
از مژه راه رُفته می آید

از عدم هر چه در وجود آمد
الله الله گفته می آید

اے معلّی کجا شود بیدار
بختِ آنکس که خفته می آید

برم شبی که چون گُل بهار خواهی آمد
ز هزار ناز و غمزه بوقار خواهی آمد

بنگه ز شوقِ رویت به تنم روان در آید
تو شبے که شمع بر کف بمزار خواهی آمد

چه شد بر سر اگر افسر نه باشد

شناهِ خوباں جریده می آید — از رقیباں رمیده می آید
محوِ حُسنِ خود است دلبرِ من — رو در آئینه دیده می آید
غنچه از شوقِ دیدنِ رویش — جامه بر خود دریده می آید
بے گنه دلربا پئے قتلم — تیغِ ابرو کشیده می آید
چوں بپایاں رسد شبِ محنت — صبحِ راحت دمیده می آید
زدلم خوں واز رهِ دیده — قطره قطره چکیده می آید

چوں معلّٰی گریست شیریں کام
او لبش را مکیده می آید

اے پری رویاں مرا از عشقِ خود مجنوں کنید — پس بسنگِ کودکاں از شهر خود بیروں کنید
گر بظاهر نیست حاصل دولتِ دیدارِ او — همچو من در دل خیالِ آں قدِ موزوں کنید
سینه دارم ز زخمِ تیغِ ابرو چاک چاک — مه رخاں از حُسنِ خود بروئے نمک افزوں کنید
از سمومِ دردِ هجراں خاطرم افسرده است — از شرابِ وصل آخر چهرهٔ گلگوں کنید
مینخورم خونِ جگر از دستِ ساقیٔ زماں — از برائم جائے مے پیمانه پُر از خوں کنید

اے بود مضمونِ فرهادِ معلّٰی کو بکو
اے پری رویاں مرا از عشقِ خود مجنوں کنید

تا گردشِ پیالهٔ چشمت تمام شد — در دیده خواب خسته دلاں را حرام شد

گر گذارم به کوئے یار افتد
حاسدان را بجان شرار افتد

بچمن جلوه گر کند یارم
برق در خرمنِ بهار افتد

یکدمے در جهان نیاسودم
خاک بر فرقِ روزگار افتد

میکند کارِ سرمه در چشم
از سوادِ خطش غبار افتد

می شود بحر در فراقِ او
هر سر شکے ز چشمِ زار افتد

مهرهٔ چشمِ یار را دارم
زلفِ او در پیم چو مار افتد

بیتوائے آئینه غدار ـ دلم
همچو سیماب بیقرار افتد

یادِ زلف که در دلم بگذشت
هر زمانم گره بکار افتد

اے معلّی مرا ز شوقِ رخش
چاک در سینه چوں انار افتد

مرا تا آں صنم در بر نباشد
ببالینِ تسلّی سر نباشد

شود نازل بلائے آسمانی
اگر در قوم پیغمبر نباشد

شه عادل اگر باشد در اقلیم
نظامِ دنیوی ابتر نباشد

در جنت نه گردد باز بر او
اگر لطفِ علیؑ رهبر نباشد

کجا او را ز دوزخ رستگاریست
غلامِ بندهٔ قنبر نباشد

نیابد از هنر در کار امداد
هر آنکس را بلند اختر نباشد

شه کاشانهٔ خویشم معلّی

زآستانۂ شاہِ رسل مرو بیرون کسیکہ دور از و شد خراب می گردد

زگفت وگوی ادلب راز قیل و قال ببند
ضخیم اگرچہ معلی کتاب می گردد

بکثرت گناہان زمن دیدہ شد دلِ یار ازیں وجہ رنجیدہ شد
ز زلفت سراسیمہ گشتہ جہان بہر تارِ موئے تو پیچیدہ شد
جمالت بمیزانِ ادراکِ عقل نگنجیدہ چون نیک سنجیدہ شد
نیاورد چون تابِ دیدارِ تو نگہ مثلِ لمعات ژولیدہ شد
چگونہ تواں دید حسنِ رخت چو حیرت زدہ مردمِ دیدہ شد
شدہ مست از فرطِ شادی کلیم چو آوازِ خاصِ تو بشنیدہ شد
شدہ چشمِ پاک درخشِ آفتاب گلِ حسن روئی تو چون چیدہ شد
زہر شئے شدہ رنگِ وحدت نمود نگہ چون زاغیار دزدیدہ شد
بکن چاک تا جامۂ نو رسد لباسِ تنِ تو کہ بوسیدہ شد
شدہ جانِ من یادِ ساقی زتو مئے جامِ توحید نوشیدہ شد
چہ سازم علاج از پئے عفوِ جرم کہ سر بر قدم نیز مالیدہ شد
بمن گفت شو دور اے بے ادب بخاک درش سر چو سائیدہ شد

معلی بہ کن سجدۂ شکر ادا
گناہانِ تو جملہ بخشیدہ شد

چو طاقِ ابروے تو سجدہ گاہِ من باشد — بہ از ہزار نماز این گناہِ من باشد

بلند بخت اگر خضر راہِ من باشد — قیامِ من بگذرگاہِ ماہِ من باشد

بسوئے ہر کہ شود دیدۂ دلم مائل — دوام روئے تو پیشِ نگاہِ من باشد

زیادِ من نرود ذکرِ نامِ نامیٔ تو — ہمیں وظیفہ شام و پگاہِ من باشد

شود بنامِ تو روحم جدا از جسمِ کثیف — خدائے پاک در آندم گواہِ من باشد

زحسن چو جلوہ فگن بے نقاب می گردد — نہاں زشرم بابر آفتاب می گردد

چو ذکرِ وصفِ رسالتمآب می گردد — نزولِ رحمتِ حق بے حساب می گردد

کسیکہ نفع نیابد زفیضِ صحبتِ پیر — چو تشنہ ایست کہ اطرافِ آب می گردد

زخلقِ ظاہرِ اہلِ دول اُمید مدار — کہ تشنہ سیر نہ زآبِ سرآب می گردد

مشو بعید ز انوارِ مرشدِ کامل — کہ ذرّہ از دمِ او آفتاب می گردد

ز اشکِ دیدہ مکن انطفائے نارِ سقر — کہ سرد آتشِ سوزان زآب می گردد

مشو ز جہل گرفتارِ دامِ نفسِ شقی — کسیکہ گشت مطیعش خراب می گردد

نزولِ رحمتِ حق میشود بر اہلِ نیاز — بسوئے پست روان موجِ آب می گردد

چو رحمِ او طلبی اختیار کن زاری — زگریہ حاملِ رحمت سحاب می گردد

گزیں طریقِ تواضع کہ دل شود روشن — زنورِ فیضِ قمر فیضیاب می گردد

بجز تضرع و زاری نمی رسد بمراد — کسیکہ موردِ رنج و عتاب می گردد

مطیعِ تو شود مخلوق کن روشن دلی حاصل — چو روشن شمع شد از دل فدا پروانہ میگردد
ہر امرِ اہلِ عالم منحصر بر حکمِ حق باشد — خلافِ حکمِ او حکمے کہ شد اِمضا نہ میگردد

اگر شانِ علو خواہی معلّیٰ خاکساری کن
شجر گردد۔ نہاں زیرِ زمیں چوں دانہ می گردد

عشق اگر فرمانروائے ملکِ جانِ من شود — آشکارا ایں ہمہ رازِ نہانِ من شود
در خریداریِ تو ہرگز ندارم جاں عزیز — بر سرِ بازار ہم گر امتحانِ من شود
قافلہ سالار شو اے ہمتِ مردانِ راہ — راہیِ ملکِ عدم چوں کاروانِ من شود
با ہمہ عصیاں برآید وقتِ آخر کارِ من — نامِ تو آں دم اگر وردِ زبانِ من شود
آں مہِ برجِ رسالت گر شود مہمانِ من — مہرِ گردوں ہم فدائے آستانِ من شود
تا درِ درگاہِ شاہِ دیں رسانیدی مرا — شکرِ تو یارب ادا کے از زبانِ من شود
سر نہ پیچم گر ز حکمِ واجب التعمیلِ او — اے معلّیٰ جملگی عالم از آنِ من شود

چو یادِ تو بدلم بار بار می آید — بباغِ سینۂ مخزوں بہار می آید
صبا گرفتہ چو پیغامِ یار می آید — بروں ز سینہ دلِ بیقرار می آید
امیدِ وصلِ صنم چوں ہمی کند دلِ من — خیالِ زندگیِ مستعار می آید
پئے نثارِ رخِ او ز حق چو می طلبم — بدست گنجِ زرِ بے شمار می آید

شود خودیِ معلّیٰ ز قلبِ او بیروں
چو یادِ روئے تو لیل و نہار می آید

بود امروز ہر کس پیروِ شرع
ملائک در گنہگاراں چو پیچیند
بہ نفخِ صور برخیزم کے از قبر
رہائی یابم از پاداشِ عصیاں
کنند از کشمکش در حشر مارا

شود سیراب از جوئے محمدؐ
رسانم خویش را سوئے محمدؐ
شوم زندہ من از بوئے محمدؐ
زنیک ایمائے ابروئے محمدؐ
گریزم من بہ پہلوئے محمدؐ

معلّیٰ افتخارت ایں قدر بس
کہ گویندت سگِ کوئے محمدؐ

شکرِ للہ از ازل بس کامگارم ساختند
من بصد ارماں پئے دیدار دام آرزو
چوں شہیدِ خنجرِ تسلیم گشتم دوستاں
بسکہ پاشیدند از ہجراں نمک بر زخمِ دل

از مئے حسنِ تباں گلگوں عذارم ساختند
بسکہ خوباں از تغافل دلفگارم ساختند
لختِ خونینِ جگر لوحِ مزارم ساختند
ہمچو شمعِ بزمِ جاناں اشکبارم ساختند

اے معلّیٰ در جہاں ہر درد و اندوہے کہ بود
جملہ را نا دردمنداں روبکارم ساختند

بغیرِ ذکرِ حق آبادیِ دلہا نمی گردد
شوی چوں از جماعت دور آفتی در مصیبتہا
ملب کن از قلوبِ منکسر گر نورِ حق خواہی
چو قدرو منزلت خواہی مکن افسانہ تر خود

مکاں چوں از مکیں خالی شود ویرانہ می گردد
فتد در آسیہ از ہم جدا چوں دانہ می گردد
کہ حاصل از تجسس گنج در ویرانہ می گردد
زلب از زے کہ شد بیروں بخلق افسانہ می گردد

ما فقیریم معلی بتِ ما عالیجاه
میشود ذرّه بخورشیدِ منور محتاج

فرشِ مخمل چون نباشد خواب باید در رواح — بی تو در سوز و گدازم شمع سان شام و صباح
از مژه خنجر ز ابرو تیغ دارد یار من — نیست ظالم از پئے قتلم بمیدان صلاح
من نمی گویم که خونِ من مریز اے نازنین — خاطرت در هرچه باشد هست آن عینِ صلاح
شد دلِ دیوانه ام پابندِ موئے زلفِ تو — نیستش از قیدِ آن زنجیر تا محشر فلاح
در گلستانِ جهان چون غنچهٔ تصویرِ دل — از نسیمِ صبح راحت رو ندید از انفتاح

اے معلی یار آمد زود ساقی را بگو
پنبه بردار وز مینا پر کند ساغر ز راح

گشت ما را در فراقت اے شکرلب کام تلخ — همچو حنظل شد مرا شیرینیٔ آرام تلخ
میکند در بزمِ جانان زهر خندِ حاسدان — خوابِ نوشینِ مرا در چشم صبح و شام تلخ
اے خوشا بیمار را امیدِ صحت رو نمود — نوش داروئی لبِ او باشد از دشنام تلخ

اے معلی ساختم با نوش و نیشِ روزگار
میخورم افیون اگرچه هست چون بادام تلخ

صلی اللہ علیہ وسلم

دو عالم روشن از روئے محمد — روانها تازه از خوئے محمد
شبِ وعده بسانِ مشک از فر — خجل از رنگِ گیسوئے محمد
ببازارے فروش آید دو عالم — نمی ارزد بیک موئے محمد

این دلِ ما کرد آشفته چو زلف — انقلابِ چرخِ اخضر الغیاث
دستگیرے نیست ما را بے تو کس — فیض گستر ذرّه پرور الغیاث

بسکه از یاران معلّی یافت رنج
روز و شب گوید مکرّر الغیاث

چو شمع سوخت دل امشب ببزمِ یار عبث — سرشکِ گرم فرو ریخت چشمِ زار عبث
کشاده چشم چو نرگس بانتظارِ وصال — نشسته ایم ز عمرے بکوئے یار عبث
ز سوزِ آتشِ نامهربانئ جانان — دلِ حزیں شده همرنگِ لاله زار عبث
چو اشک از نظر افتادهٔ بتِ خوشچشم — خیالِ مهرِ رخش کرده بیقرار عبث
نه گل رخے و نه ساقی نه باده و مطرب — چه مانده ایم بصد غم درین بهار عبث

بزیرِ خاک معلّی شوند همنفسان
نشستهٔ تو چه در خانه سوگوار عبث

روئے جانانهٔ من نیست بزیور محتاج — نیست چون ماه بآرایش دیگر محتاج مهران
بسکه سودا زده ام کاکلِ من چترِ تست — همچو خورشید سرم نیست بافسر محتاج
نشود خانه رونق بچراغان روشن — هست از بس بفروغِ رخِ دلبر محتاج
دانهٔ آخرت از مزرعِ دنیا برگیر — هر که آمد بجهان هست به محشر محتاج
بهر ایثار من ده زرِ عالم یارب — هر کجا هست بصراف بود زر محتاج
میرد دم از پئے جانان چه قدر ها بتپید — نبود پهلوئے سیماب به بستر محتاج

کنوں مزاج معلےٰ بحال وخور سند است

بجز درِ تو ندارم درِ دگر یاغوث — بحالِ زارِ منِ خستہ یک نظر یاغوث

دِلم زحالِ جہاں ہست بے خبر یاغوث — کہ ہست وردِ زباں شام و ہر سحر یاغوث

زنورِ فیضِ تو شد جانِ عاشقاں روشن — فدائے خاکِ قدومت دل و جگر یاغوث

بغیر نامِ تو حسنِ عمل ندارم ہیچ — بہ نزدِ خویش نہ زادِ رہِ سفر یاغوث

زفیضِ بخششِ تو مشکلم شود ہمہ حل — کنی بحالِ غریبم اگر نظر یاغوث

زفرطِ شوق ملک ۔ حور ۔ میزند بوسہ — برآید از لب و دندانِ من اگر یاغوث

بکن مدد کہ سلامت بماند ایمانم — کہ ہست نفسِ شقی درپئے ضرر یاغوث

گناہگارم اگرچہ ولے غلامِ توام — بچشمِ لطفِ خفی سوئے من نگر یاغوث

نہ بے نصیب شود از درِ اجابت حق — بدہ دعائے منِ خستہ را اثر یاغوث

کریم ابنِ کریمی مبیں گناہِ مرا — بکن زفعلِ بدِ من تو درگزر یاغوث

بہ بخش جرم معلےٰ گدائے درگہِ تو
طفیلِ شاہِ رسل سید البشر یاغوث

نیست امشب یار در بر الغیاث — ہست خاطر بس مکدر الغیاث

ہر کرا دیدم بکیں آغشتہ است — نیست بے کیں صاف چون زر الغیاث

در شبستانِ غمش دارم چو شمع — جانِ سوزاں دیدۂ تر الغیاث

جوش زد دریائے ہجر و از سکون — کشتیٔ دل باخت لنگر الغیاث

عزمِ رویت کند اے یوسفِ مصرِ دلہا　　دستِ خود را چو زناں ہر کہ بریدن دانست
خرمنِ ہستیٔ خود ز آتشِ غم پاک بسوخت　　ہر کہ او صورتِ سیماب طپیدن دانست

سیر ساند بہ معلّیٰ اثرِ نکہتِ زلف
از سرِ کوئی تو باد بکہ وزیدن دانست

دلبرا زود آکہ جائے تو بجز ایں خانہ نیست　　در دلم جز یادِ تو دیگر کسے بیگانہ نیست
جز شکستہ دل مقام و منزلِ جانانہ نیست　　شاذ و نادر باشد آں گنجے کہ در ویرانہ نیست
چوں نباشد بے خطر حالِ دلِ رندانِ مست　　محتسب را دخل ہرگز در حدِ میخانہ نیست
پیشِ مستانِ شرابِ وحدتِ بزمِ الٰہ　　حالتِ لیلیٰ و مجنوں ہم بجز افسانہ نیست
سیریٔ اربابِ باطن از غذائے معنویست　　مرغِ روحِ عارفاں محتاجِ آب و دانہ نیست
ہر کجا روئے کنیم آید بہ پیشِ ما رخت　　منحصر حُسنِ تو اندر کعبہ و بتخانہ نیست

ذوقِ مستیٔ معلّیٰ تو چہ دانی زاہدا
جانبِ مسجد برو جائے تو در میخانہ نیست

برائے معرفتِ حق چہ حاجتِ سند است　　بس ایں دلیل کہ ہر بندہ را خداوند است
بے ہمہ سودِ دلِ منعم آرزومند است　　گدائے گوشہ نشیں در گلیم خورسند است
نگاہ دار خدایا مرا ز گردشِ دہر　　ازیں زمانہ کہ ہر بے ہنر ہنرمند است
فغان و نالہ و فریاد و آہ و شور و بکا　　برائے یک دلِ زارم مصیبتِ چند است

اگر کہ جائے بہ پہلوئے یار شد حاصل

یار وحشت زده در خانۂ ما آمد و رفت — فکرہا در دلِ دیوانۂ ما آمد و رفت

رفت رنگِ گل و بلبل بصد آئیں نالید — در چمن زار چو جانانۂ ما آمد و رفت

ہوشمنداں ہمہ بیہوش و خرد گردیدند — ہر کجا نالۂ مستانۂ ما آمد و رفت

برد گنجینۂ دل یار و خجل ما گشتیم — سیل خالی چو بویرانۂ ما آمد و رفت

با صد انداز شب آں یار بغمخوارئ ما — چوں ہوس در دلِ دیوانۂ ما آمد و رفت

بیش از پیش نشد زخمئ سنگِ اطفال — باز در شہر کہ دیوانۂ ما آمد و رفت

می برد راه معلّیٰ بہ کنوزِ معنی
ہر کہ چوں سیل بویرانۂ ما آمد و رفت

اے خوشا دیده کہ دیدارِ تو دیدن دانست — خوشتر آں گوش کہ سِرّ تو شنیدن دانست

روئے تو ہر کہ بہر آئینہ دیدن دانست — گلِ نظّارۂ انوارِ تو چیدن دانست

سر بہ خنجرِ تسلیم نہادن ادب است — بسملِ آں نیست کہ ہر لحظہ طپیدن دانست

یافت از چشمۂ جاں ذوقِ حیاتِ ابدی — ہر کہ او ذائقۂ موت چشیدن دانست

مسکنِ طائرِ قدس است بشاخ سدره — مرغ آں نیست کہ تا بام پریدن دانست

بے نیاز از ہمہ حاجات و تمنا گردید — بارِ نازِ تو ہر آنکس کہ کشیدن دانست

ہمرہِ شاه سوارانِ فضائے قدس است — در رہِ شوقِ تو ہر کس کہ دویدن دانست

رم خود را بکشد تا حدِ صحرائے ارم — وحشی آں نیست کہ از سایہ رمیدن دانست

رخصتِ ہوش ربائی بمشامِ جاں داد — بوئے گیسوئے تو ہر کس کہ شمیدن دانست

سرکشی و عده خلافی شیوهٔ یار منست — جان نثاری و وفاداری دل افگار منست
گریه کردن سوختن آئین من باشد چو شمع — خنده کردن همچو گل مخصوص دلدار منست
کے بباشد بزم من روشن ز نور عارضش — آهِ من چون روئے او شمع شب تار منست
در جهان هرگز نخواهد دید روئے انبساط — هر که بی وجه و سبب در فکرِ آزار منست
برخلافِ غیر مشقِ آدمیت کرده ام — شاهدِ دعوائے من دستار و رفتار منست
از دل و جان من زبانِ خویشتن دارم قبول — سود و بهبود عزیزان گرد اضرار منست
طوطی از آئینهٔ وضعِ من آمد در سخن — دید چون کردارِ من برحسب گفتار منست

اے معلی شکوهٔ من نسبت از بیدادِ غیر
آنکه دل برد از برِ من یار بیعار منست

عمر چون رنگ حنای گلعذار از دست رفت — بے تماشائے گلِ روئش بهار از دست رفت
کوهکن را تا رسد دامن کشان شیرین بسر — تیشهٔ ایام بر سر خورد و کار از دست رفت
بیشود فردا بلند از خانه اش فریادها — هر کرا امروز دامانِ نگار از دست رفت
بسکه افتادم چو اشک از چشم شوخ یار خویش — در میانِ خلق نقدِ اعتبار از دست رفت
اے صبا از یوسفِ من بوئے پیراهن بیار — بسکه چون یعقوب چشمم ز انتظار از دست رفت
یکدمے از چشم من خود را نهان حاشا مکن — بی تو ام سر رشتهٔ صبر و قرار از دست رفت

اے معلی از شمار روز و شب فارغ شدم
تا عنانِ ابلقِ لیل و نهار از دست رفت

صلی اللہ علیہ وسلم

اہلِ جنت را بگو حالِ معلیٰ اے صبا
زیرِ دیوارِ شہیدِ کربلا افتادہ است

منم کہ چرخ مشبک ز تیرِ آہِ منست
خمِ فلک ز گرانباریِ گناہِ منست

ز کوہ کوہِ گناہانِ خود نیم محزون
محمدِ عربی بس کہ عذر خواہِ منست

طوافِ کعبہ و مسجد چہ حاجت است مرا
کہ طاقِ ابروے دلدار قبلہ گاہِ منست

زمانہ سنگِ بلا بر سرم اگر بارد
چہ باک فضلِ خدائے مرا پناہِ منست

ز شہر جانبِ صحرا نمیروم تنہا
جنون و حسرت و ارمان رفیقِ راہِ منست

رقیب گفت معلیٰ ترا چو دید برش
یکے ز حلقہ بگوشانِ رشکِ ماہِ منست

آن نقطہ کہ بر لبش ز خال است
بسم اللہ سورۂ جمال است

از غمزہ بکش کہ کشتنِ ما
در مذہبِ دوستی حلال است

کاہیدہ تنم شد از غمِ او
انگشت نما چو ہلال است

تقدیرِ شہاب پیش آہنگ
بر مہرِ زرین نہ از کمال است

از آن لبِ شکرینش امشب
یک بوسۂ غم گسل سوال است

این خال کہ ہست بر بناگوش
از بہرِ بلائے ما بلال است

گر صاف شود دل از کدورت
آئینۂ صورتِ وصال است

امشب کہ نیامد او معلیٰ
بے یار بگو ترا چہ حال است

هست اکسیر مهوّس خاک کوی سیم‌تن / بوالفضولانه به فکر کیمیا افتاده است
در ره عشقش نهاد از سهل‌انگاری قدم / دل نمی‌داند که در مشکل چها افتاده است
هر زمان در کوی قاتل رقص بسمل می‌شود / من نمی‌دانم دل مضطر کجا افتاده است
در خیال خود مخل دانیم دخل غیر را / این سبب صدها خلل در کارها افتاده است
زاهدان را هست بر حسن عبادت اتکا / مذهب عشاق زین مشرب جدا افتاده است
غم مخور نادان بحال افتقار خویشتن / جود را خود احتیاج ما گدا افتاده است
از ریاضت می‌شود دل را میسر فتوح / دانه را منت بسنگ آسیا افتاده است
در نمی‌آید به فهم اسرار جبر و اختیار / اندرین ره هر بشر بی‌دست و پا افتاده است
از علو همت بلندی در سفاهت فی لست / آسمان بر سر زمین در زیر پا افتاده است
از طناب رشتهٔ تدبیر کی یابد خلاص / هر که او در قعر چاه ابتلا افتاده است
می‌رساند روزی‌ها بی‌طلب روزی‌رسان / دانه از خود در دهان آسیا افتاده است
هست عرش او قلوب المؤمنین زاهد چرا / در پی این آیت عرش استوا افتاده است
در وجود وحدت او غیر را خلطی کجاست / دل چرا در وهم این ما و شما افتاده است
سهل‌انگاری مکن ای دل براه عشق دوست / مشکل بی‌انتها در ابتدا افتاده است
کی تواند غیر حق کردن بما جور و ستم / چرخ در گردش بخوف آه ما افتاده است
با خیال معشوق نرد عشق می‌بازیم ما / شهرت حسنش که در ارض و سما افتاده است
در شناسائی ذات او چه لاف ای دل زنیم / در مقام حیرت آخر عقل ما افتاده است

بود هر یک کمالے راز وا لے　　جمال یار حسنِ لایزال است

لبِ او هست مهرِ حق تعالے　　نگاهِ تیز قهرِ ذوالجلال است

چو شانش آیتِ لولاک باشد　　تجلّی شانش چو شانِ ذوالجلال است

همه عالم نگنجد در مثالے　　تنِ بے سایهٔ او بے مثال است

برا او زیباست چون وصفِ الٰهی　　ز کمتر وصفِ او گفتن محال است

برون آمد احد از پردهٔ میم　　جمالِ احمدی حسنِ جلال است

بود حکمِ نبی حکمِ الٰهی　　کلامش قولِ حق بے قیل و قال است

ز کلکِ دو زبان تکرارِ وصفش　　محال است محال است محال است

بشکرِ آن شکر لب اے معلّیٰ
زبانم طوطیِ شکّر مقال است

دل چرا در جستجوے اغنیا افتاده است　　احتیاجِ کار هر دم با خدا افتاده است

دور تر از حصرِ رنج و بلا افتاده است　　هر که در گلزارِ تسلیم و رضا افتاده است

فکرِ اسباب جهان هر دم ترا افتاده است　　کارِ من اے حضرتِ دل با خدا افتاده است

نرم کن در رهِ عنانِ اسپ اے شهسوار　　مثلِ سایه دیدهٔ من زیر پا افتاده است

در وجود او چه لافِ آشنائی ها زنیم　　هستیِ من چون حباب اندر فنا افتاده است

در تلاطم هاے موجِ زلف از روزِ الست　　کشتیِ عمرم بگردابِ بلا افتاده است

نیست جز دیدارِ او بیمارِ الفت را علاج　　این طبیبان را چرا فکرِ دوا افتاده است

برایں عمرِ دو روزہ چند نازیم — قیامِ ہستئ دارِ فنا نیست
چہ بندی دل دریں گلزارِ عالم — کہ در روئے شمّہ ہم بوئے وفا نیست
کرا گوییم تمنائے دلِ خویش — کہ جز ذاتش کسے حاجت روا نیست
ہمہ دزدیدنِ دلہائے عشاق — بجز چالاکئ دزدِ حنا نیست
دلیلِ منزلِ سیمیں تناں ہست — کم از اکسیر خاکِ نقشِ پا نیست
بسوئے خویشتن کہ را کشیدن — بجز تاثیرِ جذبِ کہربا نیست
رسیدن در قیامِ منزلِ وے — بغیر جذبِ عشقِ دلربا نیست
براہِ حق بس است ایں شوقِ کامل — دریں رہ احتیاج رہنما نیست
چرا بر ہستئ موہوم نازیم — ثباتِ ما برنگِ نقشِ پا نیست
پئے عجز آفرید او بندگاں را — کہ او زیبائے شانِ کبریا نیست
بدربارِ جلالت شانِ قہرش — کسے را تابِ عرضِ مدّعا نیست
بہ پیشِ جلوۂ ذاتِ قدیمش — ثباتِ ہستئ موہوم ما نیست

مقیمِ سایۂ دیوارِ او را
معلّی حاجتِ ظلِّ ہما نیست

چو نورِ حسنِ احمد در خیال است — بچشمِ من ہمہ عالم مثال است
اگرچہ ناخنِ پابش ہلال است — برونق برتر از بدرِ کمال است
تنِ پاکش کہ نورِ لایزال است — سہی سروِ ریاضِ بے مثال است

صلی الله علیه وسلم

خورشیدِ خاوری چو گدایانِ مستمند | محتاجِ یک کلیچهٔ نانِ محمد است
آن شاه را چه حاجتِ ملکِ جهان بود | مالکِ خدای پاک ازانِ محمد است
جان از بیانِ وصفِ لبش زنده میشود | آبِ حیات آبِ دهانِ محمد است

دارد چه خوفِ حشر معلای کمترین
از جان و دل غلامِ سگانِ محمد است

درو گردِ دلِ هر چون و چرا نیست | بگو واعظ وجودش هست یا نیست
کسی واقف ز رازِ مصطفی نیست | خدائی میکند لیکن جدا نیست
نمایان کثرتِ ما و شما نیست | کسی دیگر بجز ذاتِ خدا نیست
محمد را خدا گفتن روا نیست | ولیکن از خدا هرگز جدا نیست
وجودِ هستی موهومِ عالم | بغیرِ وحدتِ کثرت نما نیست
بجز حسنِ رخ او [illegible] عالم | بچشمِ من کسی جلوه نما نیست
چو شانش یفعل الله ما یشاء | کسی را طاقتِ چون و چرا نیست
عجب این ست صدها میکند قتل | سلاح او بجز ناز و ادا نیست
نیابد منزلِ مقصود هرگز | کسی کو طالبِ راهِ خدا نیست
علاجِ من چه سازید ای طبیبان | دوای دردِ دل نزدِ شما نیست
شدن هم رتبهٔ او نیست ممکن | کهی ختمِ رسل در انبیا نیست
مکن فکرِ علاجم ای مسیحا | مریضِ عشق محتاجِ دوا نیست

قتل سعدن ز دست نوشین دوستان قسمت / بر سر دشمنان مزن ضرب حسام خویش را

باده کشی اگر کنی همره دوستان خود / ریز بیاد میکشان جرعه جام خویش را

بهر سلام منتظر هست ستاده هر کسی / بند بر اهل دین مکن باب سلام خویش را

مرغ دلم که مبتلا هست بقید زلف تو / بهر خدا رها مکن بسته دام خویش را

هست ضعیف و ناتوان بندهٔ کمترین تو / از در خاص خود مران پیر غلام خویش را

از فر شعر جامیا هست معلی ابد / به خدا باو نما طرز کلام خویش را

علمی تو بین چه رتبه شان محمد است / جاری کلام حق بزبان محمد است

رمز عجیب سر نهان محمد است / گویا زبان حق بلسان محمد است

ملحق چو لامکان زمکان محمد است / شان خدا بزرگ چه شان محمد است

تحمید حق چو وصف نهان محمد است / شان حق آشکار زشان محمد است

در سینه در هم اثر داغهای عشق / سکه زده بنام و نشان محمد است

تشریح ما رمیت و تفسیر اذ رمیت / تعریف زور تیر و کمان محمد است

روشن دل صفا منش اولیای حق / از نور ذات فیض بیان محمد است

از حکم خاص انا فتحنا لک طبع / فتح و ظفر به تیغ و سنان محمد است

رمز حدیث احمد بی میم بالیقین / ظاهر بیان سر نهان محمد است

افزونی اشاعت اسلام در جهان / فیض زبان صدق بیان محمد است

دارد چه خوف گرمی خورشید روز حشر / هر کس که زیر ظل امان محمد است

بخوبیِ حسن تو شهره است یارب شهره‌تر گردد
بعالم حالِ من افسانه شد افسانه تر بادا

برای قتلِ مردان تیغ او مردانگی دارد
بقتلِ من الٰهی چابک و مردانه تر بادا

اگر ای زاهد از لذّاتِ عالم خواهشی داری
لبِ تو از شرابِ عشقِ او چاشانه تر بادا

دلم ای ساقیِ پیمان طلب گشت است پیمانه
مدام از بادهٔ عشقِ تو این پیمانه تر بادا

اگر تردامنی ز آبِ ندامت تازگی خواهد
ز آبِ دیده ام یارب همه کاشانه تر بادا

بیک جامیکه خسرو مست شد گر آرزو داری
لبِ تو ای معلّی زان می خمخانه تر بادا

ز جامِ عشق دل مخمور شد مخمور تر بادا
برسوائی اگر مشهور شد مشهور تر بادا

ز رنجِ عشق جان رنجور شد رنجور تر بادا
دلم از دردِ او مجبور شد مجبور تر بادا

بتیغِ ناز اگر مغرور شد مغرور تر بادا
بقتلِ من دلش مسرور شد مسرور تر بادا

اگر خسته شد از تیرِ مژه دل خسته تر خواهد
ز زخمش در جگر ناسور شد ناسور تر بادا

همه خوش از وصالِ او دلم از قرب مهجور است
ز دوری گر دلش شاد است جانم دور تر بادا

معلّی قربِ حق خواهی بقربِ خویشتن هم کن
کسی کو زین سخن دور است یارب دور تر بادا

گر دهی بزاهدان فردِ قیامِ خویش را
خاص بر اهلِ جرم کن بخششِ عامِ خویش را

ای مهِ من بمن نما جای مقامِ خویش را
پیشِ تو تا بیان کنم حالِ تمامِ خویش را

خاص بر آشنا مکن جلوهٔ عامِ خویش را
بند مساز بر کسی غرفهٔ بامِ خویش را

هر دُرِ دریا بگردد ذرهٔ التّاجِ ملک ٭ گر فتادہ در بحرِ عکسِ حُسنِ دندانِ شما
تا ابروندِ بسم اللہ خط شد آیتے ٭ هست چون قرآنِ ناطق روئے خندانِ شما
چون نباشد در لبِ جان بخشِ تو درمان با ٭ هست عیسیٰ زماں محتاج درمانِ شما
چون نہ ہم گردد فلک سوئے زمین بہرِ سجود ٭ هست محرابِ عبادت طاقِ ایوانِ شما
می رسد بر اہلِ دین این مژدہ از فضلِ نبیؐ ٭ هست در باغِ جناں سر سبز بستانِ شما
روزِ محشر دارد این کمتر معلاؔئے حزیں ٭ یا رسولِ ہاشمی اُمید فیضانِ شما

بہرِ امدادِ غریباں شاہ جیلانی بیا ٭ اُمتِ جدِ تو ہست اندر پریشانی بیا
حملهٔ اعدائے دین بر اہلِ دین از حد گذشت ٭ مومناں را کن رہا زین آفتِ جانی بیا
مشتعل از ہر طرف شد آتشِ شور و فساد ٭ حامئ دینِ رسولی کن نگہبانی بیا
در ضلالت مسلمیں افتادہ اند از جہلِ خود ٭ از دلِ شاں دور کن وسواسِ شیطانی بیا

مبتلا در جرم و عصیاں این معلاؔئے حزیں
لطف کن لطف اے شہِ محبوبِ سبحانی بیا

ز جامِ عشقِ جاناں مستانہ شد مستانہ تر بادا ٭ ازیں سودا دلم دیوانہ شد دیوانہ تر بادا
چہ غم دارم اگر زاہد ز تر دامنی دور است ٭ الٰہی دامنم ز آبِ خم و خمخانہ تر بادا
بنائے خانهٔ دل ہم اساسے بود نامحکم ٭ ز آبِ سیلِ غم ویرانہ شد ویرانہ تر بادا
بگردِ شمعِ رخسارِ تو دل پروانہ می باشد ٭ ز تیغِ شمشیرِ تو از خون این پروانہ تر بادا
اگر از زندگی عشاق زاہد رنج می دارد ٭ برنج او الٰہی طرزِ من رندانہ تر بادا

چون ہویدا ہست شانِ حق ز شانِ مصطفیٰ — گشت مسجودِ ملائک آستانِ مصطفیٰ

زین چہ افزون گو ہیت توصیفِ شانِ مصطفیٰ — شد کلامِ حق ہویدا از زبانِ مصطفیٰ

خواست چون خالق ظہورِ عز و شانِ مصطفیٰ — گرد اندر لا مکان پیدا مکانِ مصطفیٰ

مار میت ہست نازل چون بشانِ مصطفیٰ — منکشف کے گردد اسرارِ نہانِ مصطفیٰ

ذاتِ پاکش را چہ خوف از صدمۂ اعدائے بد — حضرتِ باری ست دائم پاسبانِ مصطفیٰ

بر مقامِ قاب قوسین او چو زد تیرِ مراد — گشت ظاہر زورِ بازوئے کمانِ مصطفیٰ

ہست محوِ جلوۂ دیدارِ حق در باغِ خلد — مرغِ روحِ قدسئ عرش آشیانِ مصطفیٰ

از غمِ ہنگامۂ روزِ جزا محفوظ ماند — ہر کہ آمد در تہِ ظلِ امانِ مصطفیٰ

در مقامِ استقامت ذرہ ہم لغزش نیافت — بارہا چون کرد خالق امتحانِ مصطفیٰ

عَنِ الْهَوٰی مَا یَنْطِقُ اِلَّا بِوَحْیٍ گوش کن — حق تعالیٰ میکند وصف بیانِ مصطفیٰ

اے مُعلّیٰ بہرِ عفوِ جرم و عصیان روزِ حشر

این وسیلہ بسکہ ہستم مدح خوانِ مصطفیٰ

بر جہان دارد شرف ایوانِ ذیشانِ شما — غیرتِ رضوانِ جنت ہست دربانِ شما

یا رسول اللہ شد ہر کس ثنا خوانِ شما — شد بر او ہر دم کشادہ خوانِ احسانِ شما

یا نبی اللہ شد چون شانِ حق شانِ شما — کے بود وصفِ منِ بیچارہ شایانِ شما

فخرِ شاہان چون نباشند این گدایانِ شما — ہست خلقِ ہر دو عالم زیرِ فرمانِ شما

چون نہ شق گردد ز اعجازِ شما ماہ فلک — شد ہلالِ عید قربان طاقِ ایوانِ شما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازاں زمانہ کہ باشد لوائے بسم اللہ　　کلید فتح نباشد سوائے بسم اللہ

ز روئے صدق و صفا بر نگین دل کندم　　ہزار جان گرامی فدائے بسم اللہ

ز کاروان جہان شش جہات را ہر دم　　رسد بگوش صدائے درائے بسم اللہ

ہزار گونہ فتوحات رانماید رو　　بہر چہ کردہ شود ابتدائے بسم اللہ

تو قدر و منزلت بسملہ چہ می دانی　　براوج عرش عظیم است جائے بسم اللہ

کشادہ قفل در روضہ بہشت شود　　براہل جرم بمفتاح بائے بسم اللہ

ہزار مرحلہ باشد ز شر شیطان دور　　رسید ہر کہ بگوشش صدائے بسم اللہ

سقیم صورت و معنی دو جہان یابد　　بہر دو کون شفا از دوائے بسم اللہ

در مدینہ علم نبی صد اشتر گفت　　کہ بار میکنم از شرح بائے بسم اللہ

رسد بکام دل خویش ہر کہ او آمد　　بزیر سایہ بال ہمائے بسم اللہ

لمکن قبول معلّٰی ہنوز ارزان است

دہند اگر دو جہان در بہائے بسم اللہ

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

مجموعہ کلام فارسی مُصنّفہ حضرت مولنا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صدیقی معلی علیہ الرحمۃ
حیدرآبادی سابق مددگار ناظم شعبہ خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی

موسوم بہ

ریاض معلی

(۶) مناجات (۱) قصائد نعتیہ

حصہ سوم

مرتبہ خاکسار محمد ریاض الدین علی صدیقی ریاض حیدرآبادی
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت موصوف

عماد پریس واقع چھتہ بازار طبع گردید

بار اول

تعداد طبع ۵۰۰

صحت نامہ رباعیات معلی حصہ اول و دوم

حصہ	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
اول اردو	۱	۱	معمہ	معما
"	۲	۵	فزا	فضا
"	۴	۳	علی خلق عظیم	علیٰ خُلُقٍ عَظِیم
"	۶	۵	پھینکا	پھینکی
"	۶	۱۵	تہر	نہر
"	۹	۵	ہوئے	یک
"	۹	۵	ہو حاما	ہو جانا
"	۱۰	۴	مَن رأی الحق	من رآنی رأی الحق
"	۳۱	۱۴	بارا	بارہ
"	۳۲	۱۳	دین لے	دین کے
"	۳۹	۲	لعلی خلق عظیم	لعلیٰ خُلُقٍ عظیم
"	۳۶	۴	من نی فرا الحق	من رآنی فراٰی الحق
"	۳۷	۷	لعلیٰ خلق عظم	لعلیٰ خُلُقٍ عظیم
"	[illegible]	۳	علی خلق عظیم	علیٰ خُلُقٍ عظیم
"	[illegible]	۱۱	سے	کے
اول اردو	۴۳	۱۲	یکیم	یکدم
"	۴۹	۱۲	پیپے	پیپیے
"	۴۹	۱۵	صدا	سدا
"	۵۱	۸	میرے	مرے
"	۵۳	۳	بڑے	بڑھے
"	۹۸	۱	توٹے	ٹوٹے
اردو دوم	۱۷	۱۶	ثُمَّ	ثَمَّ
"	۲۴	۲	ثُمّ	ثَمَّ
"	۳۲	۱۰	قَالُوا بلا	قالوا بلیٰ
"	۳۸	۱۳	دولتِ گنج	دولت و گنج
"	۵۰	۱۰	رمزُ المؤمن حلو ویحب الحلو	رمزُ المؤمنِ حلوٌ ویحبُ الحلوَ
"	۵۴	۱۳	ذلہ	زلہ
"	۵۴	۱۵	ذکی - ذکا فطرت	ذکی - ذکا فطنت
"	۸۱	۱۰	حیدر علیخاں	حید حسین خاں

ہے ربِّ غفور نام تیرا رحمت کرنا ہے کام تیرا
ناکارے بُرے ہیں یا بھلے ہیں بندوں میں ترے حبیبؐ کے ہیں
جتنے ہیں یہ حاضرینِ مجلس واعظ و مقررینِ مجلس
رحم اِن کے تو حال پر ذرا کر رد ان کی نہ کوئی التجا کر
اور بانیٔ مجلسِ مقدّس ہم اُن کے غلام جتنے ہیں بس
یہ چند غلام نام کے ہیں خواہاں ترے لطفِ عام کے ہیں
ان سب کا بخیر خاتمہ ہو فضل اُن پہ طفیلِ فاطمہؑ ہو
تو ہی مرا قرض سب ادا کر تو ہی مرے درد کی دوا کر
پہنچا دے مدینہ کی زمیں پر ہو جاؤں میں دفن تا وہیں پر
آقا کے جو در کی سیر ہو جائے انجام مرا بخیر ہو جائے

خالص یہ تری دُعا معلّیٰ
ہو رنگِ قبول سے مجلّا
آمین ثم آمین

بالخیر

اولاد اور اس کی آل واحباب
سب شاد رہیں اے ربِّ ارباب

سب اس کے بر آئیں مقصدِ دل
مطلب ہوں دلی سب اسکو حاصل

ہیں اسکی جو سلطنت کے ارکان
جتنے ہیں سب اسکے خیرخواہاں

تو ان کو بھی شاد رکھ جہاں میں
تابع رہیں اس کے ہر زماں میں

اس شہ کے یہ فضلِ نام نامی
قائم ہے یہ مدرسہ نظامی

پہنچا ہے جو عمدگی کے اوپر
ہے اُس کا مدار اُسی کے اوپر

حضرت جو ہیں مدرسہ کے بانی
دنیا میں نہیں ہے اُن کا ثانی

ہیں اسکے معاونین جتنے
سب تیرے ہیں در کے خاص بندے

جاری رہے فیض ان کا دائم
یارب رہے مدرسہ یہ قائم

فضل اپنا تو اہلِ دیں پہ بھی کر
دائم رہیں تابعِ پیمبر

خدام ترے حبیب کے ہیں
محتاج ۔ دلی طبیب کے ہیں

عصیاں کے مرض میں ہیں گرفتار
بیماریٔ جرم کے ہیں بیمار

اپنی رحمت کی تو دوا دے
اِس درد سے تو انہیں شفا دے

سب ان کے گناہ بخشدے تو
کچھ ان سے نہ انتقام لے تو

ہیں تیرے حبیب کے یہ خادم
سب اپنے گناہ پر ہیں نادم

عصیاں پہ نہ اُن کے تو نظر کر
سب اُن کے گناہ درگذر کر

ناکارے غلام بے سہارے
پھرتے ہیں جہاں میں مارے مارے

مناجاتِ دیگر

یارب بطفیلِ شاہِ لولاک — سلطانِ رسل و سیدِ پاک

صدقے سے رسولِ انس و جاں کے — اور صدقے سے اُنکی عزّ و شاں کے

اور اُن کے صحابۂ گرامی — سب آل اور اہلِ بیتِ نامی

عالم میں جو اولیائے دیں ہیں — جتنے شہدا و صالحیں ہیں

وہ سب ہیں جو رہنما ہمارے — سردار و پیشوا ہمارے

اِس شبِ مولدِ نبی سے — اور حرمت و جاہِ ہر ولی سے

اِن سب کے طفیل سے الٰہی — دھو دل کی ہمارے تو سیاہی

محبوب علی شہِ دکن کو (غفران مآب علیہ الرحمہ) — اولاد کو اُس کی اور وطن کو

آفات سے دہر کی بچا رکھ — باعزت و جاہ اُسے سدا رکھ

دے عمر دراز اسکو یارب — ہم سایہ میں اسکے خوش رہیں سب

قائم رہے تخت و تاج اُس کا — تا حشر رہے یہ راج اُس کا

عالم میں ہو اُس کا سکہ جاری — مقبول تو کر دعا ہماری

دائم رہے اُس پہ فضل تیرا — فکروں کا نہ اُس پہ ہو اندھیرا

ہو عدل سے اُس کے ملک روشن — اقطاعِ دکن ہو رشکِ گلشن

غفلت کا پردہ آنکھوں سے یارب تو ہی اٹھا | تا دل سے تیرے تابع فرمان رہیں سدا
راضی تو ہم سے اور ترا راضی حبیب ہو | ہمکو محبت اُس کی دوامًا نصیب ہو
شاہِ دکن جو آصفِ ذی عدل و جاہ ہے | ذات اُس کی ہم پہ باعثِ امن و رفاہ ہے
اقبال و جاہ و دولت و عمر اسکی ہو فزوں | اُس کا عدو ہو قعرِ مذلت میں سرنگوں
سایہ فگن ہو فضل ترا اُس پہ ہر گھڑی | ہو عمر اُس کی یکصد و سی سال سے بڑی
اولاد آل اسکی رہیں شادماں یہاں | قائم رہے یہ سلطنت اُسکی بعزّ و شاں
جب تک قیام دورِ زمین آسمان رہے | باقی جہاں میں شاہی کا اسکی نشان رہے
اس کے جو خیر خواہ ہیں اعیانِ سلطنت | دائم وہ خوش رہیں تہِ فرمان سلطنت
یارب آئیں اسکی مرادیں دلی تمام | باعدل و داد وہ رہیں عالم میں نیکنام
اس مجلسِ سعید میں جمع جو ہیں حاضرین | ان سب کا خاتمہ ہو بالخیر بالیقین

بندہ جو تیرا ایک معلّی ہے پُر گناہ
بخش اُس کو بھی تو اپنی عنایت سے یا الٰہ

حج مبرور یہ دیتا ہے بشارت تم کو
حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو

آتی ہے بادشہ دیں کی جو اس سال کبھی
ایسی دیکھی نہیں لیلیٰ کسی محمل میں کبھی

دلِ وحشی کو تڑپ ہے سرِ گیسوئے مدام
رہا مجنوں نہ یہ پابند سلاسل میں کبھی

نظر آجائے جھلک اے شہِ دیں تھوڑی سہی
تن میں باقی ہے ابھی جانِ حزیں تھوڑی سہی

عرش بریں پہ پہنچے حضرت جو شان والے
حیرت میں تھے معلّی سب آسمان والے

مناجات بدرگاہ رب الحاجات

یا رب تو ذو الجلال غفور الرحیم ہے
خالق ہمارا صاحبِ فضل و کریم ہے

عالم پہ تیری رحمت بے انتہا عام
بندوں پہ فضل کرنا ترا ہی خاص کام

تیرے حبیب پاک کے ہم سب غلام ہیں
ہر چند مبتلائے گنہ صبح و شام ہیں

اُمت میں اُن کی تو نے جو پیدا کیا ہمیں
احسان ہے ترا کہ شرف یہ دیا ہمیں

دکھلا کے رودِ موسیٰ کی طغیانی بھی ہمیں
غافل نہ رہنے کیلئے تنبیہ کی ہمیں

غفلت کے دام میں ہیں مگر ایسے مبتلا
تنبیہ خاص کا نہ اثر ہم پہ کچھ ہوا

غافل تری عبادت و انعام سے ہیں ہم
شرمندہ اپنے دل میں بُرے کام سے ہیں ہم

یا رب طفیل و صدقے سے اپنے رسول کے
صدقے میں سب صحابہ و آل بتول کے

تیرے حبیب پاک کی اُمت کے اولیاء
جتنے ہیں صالحین و بزرگانِ پیشوا

اور عزّ و حُرمت شبِ میلادِ شاہ سے
اب ہمکو پھیر دے تو ضلالت کی راہ سے

کھل جائیگا جو باب شفاعت حضور کا — رکھا رہیگا طاق میں دفتر قصور کا

جب مفرح سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا — فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا

دل ہی کم ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن — جانبِ شہر مدینہ جب سفر ہونے لگا

چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسول کا — سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسول کا

کسی کے مرینگا کچھ ہم کو غم نہیں ہوتا — کہ بیتِ حق کبھی بیت الصنم نہیں ہوتا

جو ابر بہاری عیاں ہو گیا — ہوا رنگ بادِ خزاں ہو گیا

کہتا ہے وقتِ قتل یہ قاتل کا اضطراب — ہم سے نہ دیکھا جائیگا بسمل کا اضطراب

چال کچھ غیر نے چلکر ہے بچھائی شطرنج — آج بدلا ہوا آتا ہے نظر یار کا رخ

کیسے رہ جائیں نہ کیوں حضرتِ موسیٰ ہی — جلوۂ طور ہے اس آئینہ رخسار کا رخ

ہوتی نہیں جو دولتِ پابوس حصول — عشاق نبی دل میں نہوں اپنے ملول

بوسے کے لئے عرش معلیٰ کی طرح — کافی ہے ہمیں نقشۂ نعلین رسول

دنگ ہیں آئینے میں اپنی بقا کو دیکھکر — بت بنے بیٹھے ہیں وہ صنع خدا کو دیکھکر

کس کی زباں پہ حمد خدائے جہاں نہیں — وہ کونسی ہے چیز جو تسبیح خواں نہیں

سینے میں سوز عشق ہے آہ و فغاں نہیں — آتش بھڑک گئی تو نکلتا دھواں نہیں

پستی اگر نہ ہو تو بلندی کی شاں نہیں — وہ کونسی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

نہیں وصال کے قابل تو خیر مرکے انھیں — در رسول پہ بیٹھے ہیں کچھ تو کرکے انھیں

آئینہ دیکھ کے جب اس نے کہا واہ رے میں — عکس بھی بول اٹھا یار کا اللہ رے میں

دوڑ رہی ہے ریل یہ کس کیلئے صبا
انجن لگا گئے طور کے شعلوں کی نار کا

کس مستِ ناز کا یہ اُسے انتظار ہے
نرگس کی آنکھ میں جو اثر ہے خمار کا

ہر سو ہیں نغمہ سنج ثنا طائرِ چمن
صلِّ علیٰ ہے ورد زباں ہائے خار کا

نظر جو دُور سے اُڑتا کوئی غبار آیا
تو میں نے سمجھا کہ خط لیکے پیک یار آیا

کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا
اگرچہ بندہ مدینے کو چار بار آیا

سیرِ فضائے جنت اے باغباں کریں کیا
پھولا پھلا ہوا ہے دل میں چمن ہمارا

ہے اُس پر جب سے نامِ شاہ ختم المرسلین کندہ
نگین دل ہمارا غیرتِ مہرِ سلیماں ہے

خاکساروں کو ہی راحت سربلندوں کو ہے رنج
ہو زمیں آرام سے اور آسماں گردش میں ہے

ہے کون اپنا گنبدِ گردوں میں دادرس
آتی ہے پھر پلٹ کے صدا اگر پکارئے

کیوں بتوں کے ہوئے ہو دیوانے
اے معلیٰ تمہیں ہوا کیا ہے

ابھی تک تو نے اے دل خانہ ویرانی نہ کی اپنی
تجھے پھر خواہشِ گنجینۂ اسرار کیسی ہے

ملائک حور و غلماں دست بستہ در پہ حاضر ہیں
شہِ کون و مکاں کی عظمتِ دربار کیسی ہے

بندہ جب قرب نوافل سے عدم ہوتا ہے
اس کا حق سمع و بصر ہاتھ قدم ہوتا ہے

وجہِ نقصاں ہے تنک ظرف کو الفت کی شراب
شہد خالص بھی سگوں کیلئے سم ہوتا ہے

چاہت کا میری دل میں تمہارے اثر بھی ہے
دردِ جگر کی میرے تمہیں کچھ خبر بھی ہے

واپس عدم کو چھوڑ کے تنہا فقط ہمیں
سب ساتھ والے اپنے معلیٰ چلے گئے

عشق ہی دل میں ہمارے احمدِ بے میم کا
داغ اپنا پھول ہے گلزار ابراہیم کا

آئندہ ہو گا عشق کا نقصان نفع بخش
مانا بجا ہے سود معلّیٰ زیاں ہوا اب

وعدۂ وصل ہو گیا ناقص
ہو گیا میرا مدعا ناقص

جلوۂ روئے ماہ رویاں نے
مہِ کامل کو کر دیا ناقص

پہنچے حدِّ کمال تک کیونکر
جس کو ہو عشق آپ کا ناقص

ہو گیا دعوئے کمال جسے
عشق اُس کا بہت رہا ناقص

حُسنِ مہ رو کے روبرو خورشید
ہو گئی ہے تری ضیا ناقص

میری آہوں کی چل رہی ہے ہوا
کیوں نہ ہو جنبش صبا ناقص

زلفِ دلبر کے آگے اے موسیٰ
ہو گیا آپ کا عصا ناقص

آگ لگ جائے ساقیا خُم کو
ساغرِ مے جو بھر دیا ناقص

اے معلّیٰ نہ چھوڑ گریۂ شب
دیکھ ہو جائے گی دعا ناقص

متفرق اشعار

باغِ جناں بنا ہے جو مولد مبارک کا
شاید گزر ہے آج کسی گلعذار کا

کس نغمۂ سرور سے مملو ہے گوشِ گل
ہے کس کی مدح میں یہ ترانہ ہزار کا

کس کے ظہورِ برقِ تجلّی کی ہے خبر
سنبل کو اہتمام ملا ہے جو تار کا

کبھی تو وصل سے دِل شاد کرنا

سب تہِ خاک گیا عشق میں ساماں میرا | اور کر سکتی ہے کیا گردشِ دوراں میرا
کل سے بیکل ہی جنوں پھر دل نالاں میرا | آج کیا حال کرے گی شبِ ہجراں میرا
جامۂ زیست ہو کیونکر نہ کتاں کی صورت | چاک فرقت میں ہی اُس تن کے گریباں میرا
میزباں غیر کے وہ ہیں تو یہاں حال ہی یہ | غم کا مہماں ہوں میں غم دِل میں ہی مہماں میرا
ہو گیا ہجر میں مجموعۂ خاطر برہم | اِس قدر حال کیا غم نے پریشاں میرا
باتوں باتوں میں کٹی ہائے شبِ وصل مری | دِل کا دل ہی میں مرے رہ گیا ارماں میرا
جان جانیسے نہ رُکتی یہ حفاظت کیلئے | غم در سینہ پہ بیٹھا ہے نگہباں میرا
واعظا تجکو مبارک ہو مقامِ جنت | اور مسکن ہو سدا کوچۂ جاناں میرا

کیا خبر آپ کو نادان ہیں مغلی صبا
غم سے جو خاک ہوا ہے دِلِ نالاں میرا

غیروں پہ مہرباں بُتِ نامہرباں ہے اب | اے جذبِ شوق تیری وہ طاقت کہاں ہے اب
بارِ الم سے رخصتِ تاب و تواں ہے اب | مجھ میں ستم اُٹھانیکی طاقت کہاں ہے اب
دریائے چشمِ تر کا جو گریہ ہے یوں ہی حال | طوفانِ نوح ہونیکا مجھ کو گماں ہے اب
حالِ عروجِ طبع بلنداں نہ پوچھئے | جس سر زمیں کے ہم ہیں وہاں آسماں ہے اب
کیوں جامۂ وجود نہ ہو غم سے چاک چاک | اُس بیوفا کے عشق میں سینہ کتاں ہے اب
دلبر کی دلدہی میں یہ اللہ رے بیخودی | اتنی خبر نہیں کہ مرا دِل کہاں ہے اب

اُس شہِ زریں قبا کے فیض سے
ڈر نہیں کچھ بحرِ عصیاں سے مجھے
کیوں نہ ہو جن و ملک ان کے مطیع
نارِ دوزخ سے رہی گا حفظ میں

خاک بھی بغداد کی ہے کیمیا
غوث ہاں کشتی کے مری ناخدا
کون ہے ذی رتبہ ایسا دوسرا
نام لیوا ہے جو غوث پاک کا

جانبِ بغداد بلوا لیجیے
ہے معلیٰ آپ کے در کا گدا

نہیں غم نالہ و فریاد کرنا
مجھے اپنا ستمگر یاد کرنا
دکھا کر مجھ کو گیسوئے پریشاں
نہیں فریادرس کوئی الٰہی
عنادل کا نہیں پتہ تک چمن میں
ستانا اپنے عاشق کا ہے بیجا
ہے چرخِ ستمگر جس سے حیراں
قدِ دلبر سے دعوائے ہمسری کا
نہیں پوچھا کبھی بھولے سے ہم کو
مقابل سرو کو دیکھا تو بولے

ہے لازم خاطرِ صیاد کرنا
بہرصورت مرا دل شاد کرنا
انہیں لازم نہ تھا برباد کرنا
عبث ہے اب مرا فریاد کرنا
ستم اتنا بھی اے صیاد کرنا
کبھی ناشاد کو بھی شاد کرنا
ستم ایسے ستم ایجاد کرنا
خیال ایسا نہ اے شمشاد کرنا
بتِ کافر تجھے کیا یاد کرنا
غلام اچھا نہیں آزاد کرنا

بہت مضطر ہے دوری سے معلیٰ

یادگار اس کی معلّی مصرعۂ سن کر رقم	ہیوہ ماہِ معین ہے باقیاتِ صالحات ۱۳۴۱ ھ

در تہنیت ولادتِ باسعادت شہزادگانِ بلند اقبال حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

پہلے کے پانچ سوا شاہِ دکن کو فرزند
ہوئے تین اور اسی ماہ میں بافضلِ خدا

میر عابد علی، حیدر علی، حشمت علی
گویا نکلے ہیں صدف سے یہ گہر بیش بہا

سر پہ اُن کے رہیں شہ عزّ و شرف سے قائم
آل و اولاد کا پُر شمار رہے دائم ہند و ہا

تینوں شہزادوں کا سن ایک معلّی نے بدیہہ کہا
(صد و سی سال رہیں آٹھوں شہزادے) ۱۳۴۱ ھ

یہ ایک قصیدہ اور غزلیات بوقت دستیاب نہ ہونے سلسلے میں درج نہ ہو سکے

ہے وہ عالی رتبۂ غوث الوریٰ
تھا قدم جن کا بدوشِ اولیا

اے جنابِ غوثِ اعظم آسرا
عاصیوں کو حشر میں ہو آپ کا

اولیا میں کیوں نہ ہو رتبہ فزوں
سب ہیں عاشق آپ معشوقِ خدا

پائے اقدس کی اگر ملجائے خاک
ہو مریضِ ہجر کو خاکِ شفا

روز و شب ہر لحظہ ہر دم ہر گھڑی
یا الٰہی ہے یہ میری التجا

میں زیارت اُس شہِ دیں کی کروں
ہو میسر گر سفر بغداد کا

خاندانِ غوثیہ کا ہوں مرید
خاتمہ ہو نامِ مرشد پر مرا

گوہرِ دندانِ غوث آئیں نظر
دُرِّ مقصد سے ہو پُر دامن مرا

تاریخ افتتاح مدرسہ عثمانیہ در خلد آباد دکن

جو خلد آباد میں قائم ہوا ہے مکتب نو — یہ فیض نیک اثر بخش نیت شہ ہے
کیا یہ عرض معلی نے مصرعۂ تاریخ — قیام مدرسہ وجہ عنایت شہ ہے
۱۳۳۰ھ

تاریخ تقرر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بر عہدۂ جلیلہ صدر الصدوری صوبجات دکن

حضرت انوار اللہ صاحب کو صدارت حق نے دی — یہ خبر سنکر دل ارباب دین خوش ہو گیا
سال تاریخ اس تقرر کا معلی نے کہا — طالع بدر صدارت آج چمکا مرحبا
۱۳۳۰ھ

تہنیت ولادت باسعادت نواب میر احمد علیخان بہادر شاہزادۂ حضور پر نور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

روز دوشنبہ ماہ میلاد کی تھی چودھویں — از طفیل خاص سلطان رسل جد الحسین
اعلیٰحضرت کو ہوا پیدا قمر طلعت خلف — از عنایات خدائے پاک رب المشرقین
تا صدہا سال شہزادہ سلامت یہ رہے — ہمرہ جملہ برادر زیر ظل والدین
مصرعہ سال تولد اے معلی عرض کر — ہو مبارک شاہ کو یہ شاہزادہ نور عین
۱۳۳۰ھ

تاریخ کندی کی چاہ در باغ موضع سلگاؤں جاگیر حضرت مصنف

بقول فرزند معین الدین صاحب کا یہ فیض — جاری ان کے باغ میں یہ چشمۂ آب حیات

سال اُس کا کہا معلیٰ نے	جا کر آئے حضور دلّی کو ۱۳۲۹ھ

تاریخ غسل صحت نواب افسر الملک بہادر

للہ الحمد کہ کی غسل سے حاصل صحت	افسر الملک نے از فضل خدا ربِّ عباد
سن صحت یہ معلیٰ نے دعائیہ کہا	رہو سب فکر و سلامت صد و سی سال آباد ۱۳۲۹ھ

در تہنیت تشریف آوری علیحضرت حضور پرنور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ بمدرسۂ نظامیہ

جلوہ افگن مدرسہ میں جب ہوئے شاہ دکن	اہلِ دیں نے عمر و اقبال فزوں کی دی دعا
کی معلیٰ نے رقم تاریخ تشریف آوری	مدرسہ میں شاہِ نیک آہنگ ہی رونق فزا ۱۳۳۰ھ

در تہنیت مراجعت فرمائی حضور پرنور بندگانعالی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ

شکر خدا کہ کرکے سفر خود حضور نے	کی خوب عزّ و شاں سے ملاقات وسیرائے
تاریخ اِس سفر کی معلیٰ نے عرض کی	شملے سے شہریار دکن کامیاب آئے ۱۳۳۰ھ

قطعہ تاریخ مولود مسعود شہزادی صاحبہ بلند اقبال اطال اللہ عمرہا

دی خدا نے شاہزادی شاہ کو اجمیر میں	ماہ پیکر صاحبِ اقبال با بخت بلند
اے معلیٰ مصرعہ سالِ تولد عرض کر	ہو مبارک شاہ کو شہزادی فیروز مند ۱۳۳۰ھ

بڑھائیں اور چند اس کی کمائیں — پئے آسایش و آرام خلقت
معلیٰ نے لکھا یہ سال ترمیم — صراطِ رود موسیٰ کی مرمت
۱۳۲۷ھ

در تہنیت عقید مولوی مظہر الدین احمد صاحب صبا برادرزادہ حضرت مصنف

سعدِ دیں میرے بھائی نے شادی — کی جو فرزند کی بکرّ و فر
سال شادی کہا معلیٰ نے — دولہا بازیب ہے میاں مظہر
۱۳۲۸ھ

در تہنیت مراجعت ثریائی اعلیحضرت قدر قدرت حضور پرنور بندگانعالی حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بمبئی اجمیر جاکر آئے گھر شاہِ دکن — روز افزوں ان کا یارب جاہ اور اقبال ہو
مصرعہ سال آتھی اے معلیٰ عرض کر — یہ سفر اجمیر کا شاہا مبارک فال ہو
۱۳۲۲ف

در تہنیت عقید جناب مولوی محمد حبیب الزماں خاں صاحب نصبا فرزند حضرت مولوی مسیح الزماں خاں صاحب قدس سرہ استاد حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

جوانے بھائی کی احمد زماں نے شادی کی — ہے نام جنکا حبیب الزماں حمیدہ خصال
سن مبارک شادی کہا معلیٰ نے — عروس و نوشہ رہیں زندہ دل صدی و سال
۱۳۲۹ھ

در تہنیت مراجعت ثریائی حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ از شہر دہلی

کامیاب آئے شاہ کر کے سفر — تم کو اہلِ دکن مبارک ہو

تاریخ غسل صحت شہزادہ بلند اقبال

شفا شہزادے صاحب نے جو پائی / ہو عمر ان کی صد و سی سال فزوں
سن صحت معلی نے کیا عرض / اب ان کو تندرستی ہو ہمایوں

۱۳ ھ ۲۷

در تہنیت مراجعت فرمائی حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

للہ الحمد شاہ ملک دکن / بامراد آئے کر کے طے رہ دور
عرض تاریخ کی معلی نے / بمبئی جا کر آج آئے حضور

۱۳ ھ ۲۷

تاریخ طبع مقاصد الاسلام حصہ اول مصنفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

خدا کا شکر ہوا طبع حصہ اول / کتاب عمدہ کا جو اہل دیں کے ہے مرغوب
زبان ہند سے فصلی کہو معلی سال / لکھی مقاصد اسلام اچھی نادر خوب

۱۳۱۴ - ۵ - تدخلا - ۱۹ ف ۱۳

تاریخ مرمت پل افضل گنج (نیا پل)

بحکم میر محبوب علی خاں / شہ عادل رحیم و نیک طینت
گزشتہ سن میں طغیانی کے باعث / شکستہ ہو گئی تھی پل کی حالت
مہاراجہ یمین السلطنت نے / درستی اس کی کی حسب ضرورت

دیگر

دو شہزادے ہوئے خالق نے اس سال
سن مولد معلّی نے کیا عرض

خوشی کا جشن ہو دونا مبارک
دو شہزادے تجھے شاہا مبارک
۱۳۲۵ھ

در تہنیت ولادت باسعادت نواب شجاعت علیخاں بہادر شہزادۂ حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ نبیرۂ حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

ہوا دوم بھی ولی عہدِ ملک کو فرزند
کیا یہ عرض معلّی نے مصرعۂ تاریخ

کہ ان کی عمر الٰہی ہزار سالہ ہو
تجھے نبیرۂ دوم مبارک اے شہ ہو
۱۳۲۵ھ

تاریخ افتتاح مدرسۂ دینیہ واقع گلبرگہ شریف (دکن)

سعی جناب یوسف الدین صوبہ دار سے
لکھا یہ سال فصلی معلّی نے فی البدیہ

قائم یہ فیضِ مکتب تحسینیہ کا ہے
آج افتتاح مدرسۂ دینیہ کا ہے
۱۳۱۸ف

در تہنیت عقد...... فرزند ارشد علی صاحب

شادیٔ خلف کی مرے مشفق نے کی معلّے
میں نے کہا سن اس کا اخلاص کی زباں سے

دائم حصول ان کو ہر مقصد دلی ہو
بیٹا بہو مبارک اے ارشد علی ہو
۱۳۲۶   ۱   ۱۳۲۷ھ

معلّی نے کہی تاریخ اُس کی	وزیرِ اعظم نواب آئے ۱۳۱۴ ھ

تاریخ تصنیف کتاب عقل مصنفہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

حکم سے حضرتِ مصنف کے	طرزِ عمدہ پہ جب کتاب چھپی
سال فصلی کہا معلّیٰ نے	خوب اچھی کتاب عقل لکھی ۱۳۱۵ ف

در تہنیت جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

اُس کی افزونیٔ عمر و جاہ کی مانگیں دُعا	جو شہِ عادل نظام الملک آصفجاہ ہے
کر معلّی اس ہمایوں جشن کی تاریخ عرض	کیا مُبارک قدر جشن جوبلی شاہ ہے ۱۳۲۳ ھ

قطعہ وفات امیر الشعراء منشی امیر احمد مینائی امیر علیہ الرحمہ

امیر احمدِ استادِ شاعرانِ زماں	بلا کے ہند سے جنکو یہاں قضا لائی
سن اُن کی موت کا فصلی کہا معلّی نے	دکن سے خلد میں پہونچے امیر مینائی ۱۳۱۶ ف

در تہنیت ولادت با سعادت نواب احمد محی الدین علیخان شہزادہ حضرت آصف سادس غفران مکان علیہ الرحمہ

دیا حق نے اک اور فرزند شہ کو	ہو عمر اس کی با جاہ و دولت زیادہ
کرو عرض سال تولد معلّیٰ	شہا یہ مبارک تجھے شاہزادہ ۱۳۲۵ ھ

اور مجھے اس صدمۂ جانکاہ میں
فکر تھی تاریخ کی شام و پگاہ

اے معلیٰ دل نے رو رو کر کہا
(مر گئے اُستاد مشفق آہ و آہ)
۱۲۸۴ھ

قطعۂ تاریخ فی البدیہ

دستِ سبحان خاں سے ورزش میں
منہ پہ مگدر جو اُن کے چھوٹ گیا

دانت ٹوٹتے ہی یوں معلیٰ نے
کہی تاریخ (دانت ٹوٹ گیا)
۱۲۹۲ھ

قطعۂ تاریخ تولد دختر امیرالدین صاحب صبا پونیری مرحوم قاضی پونیر

امیرالدین صاحب کو خدا نے
جو دی پیری میں دختر فرحت انگیز

معلیٰ نے کہی تاریخ اس کی
پرانی شاخ کا میوہ دل آویز
۱۳۰۴ھ

در تشریف آوری نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

فن انتظام شاعری کے لئے
تھی ضرورت دکن میں اک بھاری

میں نے داغ آتے ہی کہی تاریخ
داغ ہے اب دوائے بیماری
۱۳۰۰ھ

در تہنیت سرفرازی نواب سر آسمانجاہ بہادر (مرحوم) بعہدۂ وزارت

بشیرالدولہ لندن سے دکن میں
وزارت لے کے جب تشریف لائے

مدینہ مکہ میں بغداد و مصر میں ہر جا
اسی پہ خدمتِ حضرت کا بار تھا پورا

بہت ہی نیک نمازی پہ باد یانت ہے
مسمی لعل محمد یہ ذی اطاعت ہے

ہے ہمرہی میں جو حضرت کی آج تک مامور
یقیں ہے آپ بھی پہچانتے اسے ہیں ضرور

پسر کی اس کے ہے تقریبِ تسمیہ خوانی
ادائے رسم کی اس کو ہے فکر و حیرانی

کمک کا آپ ہی حضرات سے ہے خواہاں
کہ تا ادا ہو وہ رسمِ طریقۂ ایماں

عطا جو آپ اسے کچھ بقدرِ حال کریں
مجھے بھی داخلِ حسنات ور نہال کریں

قدیم دوست جو اک آپ کا معلی ہے
امیدوارِ سفارش قبولیت کا ہے

تواریخ

تاریخ وفات نواب حیدر علیخاں حیدر حیدرآبادی مرحوم و مغفور

آفتابِ برجِ چرخِ شاعری
حیدرِ معجز بیاں غفراں پناہ

بست و سیوم اور سہ شنبہ کے دن
سہ پہر اول جمادی کا تھا ماہ

غم میں ہم کو چھوڑ کر سوئے جناں
جب ہوا راہی وہ رشکِ مہر و ماہ

مبتلائے رنج و غم کر کے ہمیں
دارِ فانی سے جو لی جنت کی راہ

مرزا قادر بیگ یہ مسکیں گدا | فکرِ عقدِ بنت میں ہے مبتلا
ہو جو حالِ زار پر اس کے نظر | اجر حق دیگا تمہیں المختصر
اب زیادہ کیا کروں عرضِ کلام | ہو مدد پر آپ کی خالق مدام

سفارش نامہ

لعل محمد ملازم حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سفارش میں مولوی عبدالرحیم صاحب وکیل سمستانِ بالونچہ اور اُن کے بھائیوں کے نام

جنابِ مولوی عبدالرحیم عالیجاہ | تمہارے نام سے ظاہر ہے شانِ رحمِ الٰہ
جو خاص بندے خدائے رحیم کے تم ہو | تمہاری ذات میں حق نے رکھی ہے رحم کی خو
ہے تم میں شانِ غریبوں پہ رحم کرنے کی | اِسی لئے تمہیں خالق نے عزّ و دولت دی
جو بھائی دوسرے رزاق کے ہیں عبد یقیں | ہے ان میں رزق غریبوں کو دینے کی آئیں
ہیں بھائی تیسرے چھوٹے جو خواجہ ابراہیم | ہے بھائی حضرتِ خلیل ان میں مقیم
جو تینوں بھائی بھی تم اسم با مسمّی ہو | بعزّ و جاہ دوا آبا رکھے خدا تم کو
پس از دعائے سلام نیاز عرض یہ ہے | کہ اس رقیمہ کا حامل غریب و نیکو ہے
قدیم خاص ملازم ہے میرے حضرت کا | جو ساتھ حضرتِ والا کے مدتوں سے رہا

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رقعہ

سفارشِ مرزا قادر بیگ ملازمت حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی سرکار عالی

بندۂ خاصِ خداوندِ کریم — اے جنابِ مولوی عبد[1] الرحیم
عبدِ رزّاق[2] اے مہِ برجِ سخا — خواجہ[2] ابراہیم حاجی ذی وفا
آپ[3] سے حضرات کا فیض اتم — دہر میں جاری رہے دائم بہم
ڈھونڈے کوئی گر جہاں میں کرکے سیر — دوسرا پائے نہ کوئی اہلِ خیر
مرجع و ملجا غریبوں کے ہیں آپ — قدرداں صاحب نجیبوں کے ہیں آپ
ہے سخاوت آپ کی حد سے فزوں — شرم سے جسکی ہے حاتم سرنگوں
ہے تمہاری ذات بے مثل و عدیل — سایہ گستر تم پہ ہو ربِّ جلیل
شاد و خرّم دہر میں دائم رہو — تا صدو سی سال تم قائم رہو
بعد ادائے سنتِ خیر الانام — خدمتِ والا میں ہے عرضِ سلام

[1] مولوی عبدالرحیم صاحب وکیل سمستان بالونچہ اور نمبر (۲ و ۳) سے مراد اُن کے منجھلے چھوٹے بھائی ہے۔

جامِ صحت سے رہے گرم ترا یہ دربار
محفلِ عیش ہو مشہور تری نیک شعار
دُردِ اسقام سے تو دُور رہے لیل و نہار
کرے یہ نغمہ سرائی ترا مطرب ہر بار

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسہ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا چلن دام و درم کا ہے بنی آدم میں
سکہ جاری رہے شاہی کا تری عالم میں
اشرفی سے نہ کبھی پیسہ ترا کچھ کم ہیں
لوگ تا باندھا کریں زر گرہ محکم میں
قدر بڑھتی رہے سکہ کی ترے ہر دم میں
یہ کھدا نقش رہے سکہ ہر درہم میں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسہ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

تا شجاعت کا رہے دل پہ نجیبوں کے اثر
بیخ اعدا کو کرے قطع تری تیغ ظفر
نامرادی کے سوا کچھ نہ ملے ان کو ثمر
تیغ تا پھل سے ہے اور پھول سے ہے سر سبز
خاک و خوں میں رہے جسم ان کا تڑپتا ہے
دیکھکر تیری شجاعت یہ کہیں اہلِ ہنر

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسہ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

رونقِ شعر سے تا سینہ منور ہووے
تیری مدحی میں ثنا یا یہ زباں تر ہووے
وصف تیرا ہی اسے قند مکرر ہووے
خواہش مال نہ دل میں طلب زر ہووے
مدح خواں تیرا معلائے سخنور ہووے
شعر برجستہ زباں پر یہی ازبر ہووے

جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

عدل و انصاف سے جبتک ہے زمانہ آباد
عدل سے تیرے مٹے ظلم رہے عالم شاد
اہلِ دیں مل کے سب اخلاص سے با صدق و سداد
ظلم و بیداد کی مذموم رہے تا بنیاد
ملک و دنیا میں ہو مشہور ترا شہرۂ داد
دیں دعا تجھکو یہ اے بادشہ نیک نہاد

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

نام تا جود و سخا کا ہے عالم میں عیاں
رہے عالم پہ تری جود و سخا کا احساں
مدح خواں جود کا تیری رہے ہر اک انساں
تا رکھیں دوست سخاوت کو سب اربابِ جہاں
حاتمِ طے سے زیادہ ہو ترا وصف بیاں
شعر برجستہ یہ ہر اک کے رہے وردِ زباں

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تک آباد گلوں سے ہے جہاں کا گلشن
میر محبوب علی بادشہِ ملکِ دکن
شکر میں تیرے شگفتہ رہے غنچوں کا دہن
طرب انگیز ہے تا جلوۂ نسرین و سمن
آرزو کا تری دائم رہے سرسبز چمن
شعر پڑھتے رہے ہر دم یہ زبانِ سوسن

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

مے توحید سے جب تک یہ جہاں مستِ خمار
بادۂ عشقِ الٰہی سے ہو تا دل سرشار

بجتا عالم میں ہے تیری خوشی کا ڈنکا
خضر و الیاس بھی کرتے رہیں ہردم یہ دعا

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

لولوئے چرخ سے آباد ہے تا بزمِ نجوم
اے شہِ ملکِ دکن واقفِ اسرارِ علوم
رات دن ہوتے رہیں فرحت و شادی کے رسوم
رقصِ زہرا پہ ستاروں کا ہے جبتک یہ ہجوم
عیش و عشرت کی ترے گھر میں ہمیشہ رہے دھوم
نغمۂ نے سے یہ ہوتا رہے مضموں مفہوم

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

خضر کے عمر کی تا دہر میں باقی ہے نشاں
عمرِ آئندہ کی غنچہ کی گرہ ہو ہر سال
بدر بنتا ہے وہی مہ ہے جو گھٹتا ہے ہلال
تو سلامت رہے اے بادشہِ نیک خصال
کچھ گھٹا رشتہ تو کیا عقد کی بڑھتی ہے مجال
یہ دعا دیتے رہیں تجھکو سب ارباب کمال

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے
جلسۂ جشن یہ قائم ترا ہر سال رہے

جب تلک اس سلطنتِ دورِ فلک کا ہے قیام
خسروِ ملکِ دکن اے شہِ ذیجاہ نظام
نام والوں میں ترا نکی سے مشہور ہو نام
چرخ پہ ہے تا شبہ خاور کا مقام
تجھ پر نظرِ عاطفتِ خیرِ انام
دعا کرتے رہیں تیرے لئے خاص و عام

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوش حال رہے

دائم بعز و جاہ انہیں بامراد رکھ

یارب تو عیب پوش و رحیم و غفور رہے
تیرے کرم کا دہر میں جبتک کہ نور رہے

جب تک جہاں میں علم کا تیرے ظہور رہے
قائم زمانہ تا اثرِ نفخ صور رہے

اِس مدرسہ کا جاری یہ فیضِ مدام ہو
مقصودِ اہلِ مدرسہ حاصل تمام ہو

دعائیہ

ترجیع بند
درمدح حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمہ

جب تک انسان کو تمنائے زر و مال رہے
حافظ اے شاہ ترا خالقِ افعال رہے
دشمن اے آصف دوراں ترا پامال رہے

دِل میں جب تک طلبِ دولت و اقبال رہے
تجھپہ دائم مددِ باطنِ ابدال رہے
سارے عالم پہ ترا سایۂ اجلال رہے

حکمراں مسندِ شاہی پہ تو خوشحال رہے
جلسۂ جشن پہ قائم ترا ہر سال رہے

قابلِ حل ہے ثریا کا یہ جب تک عقدہ
بخت یاور رہے ۔ ہو عمر فزوں تری شہا

دھر کی عمر کا مضبوط ہی جب تک رشتہ
ہے دائم یہ تری سالگرہ کا جلسہ

یارب ہی تو غنی ترے محتاج ہم ہیں سب
خواہاں مدد کے تیرے سے ہی آج ہم ہیں سب

تیرے حبیبِ پاک کی اُمت جو ہی تباہ
پھیر اِن کو راہِ دیں کی طرف بھیج سیدھی راہ

صدقے سے اپنی شانِ کریمی کے اے اِلٰہ
سُن لے یہ التجائے معلائے دادخواہ

کرکے ہمارے سارے گناہوں سے درگزر
اپنے کرم سے لطف و عنایت کی کر نظر

واقف ہی تو کہ خاص جو بندہ ہی اک ترا
روشن ہو دینِ پاک ترا تاکہ جا بجا

قائم ترے بھروسہ پہ یہ مدرسہ کیا
اُس مدرسہ کو تو ہی اب آفات سے بچا

شاہِ دکن جو دین کے حامی کار ہیں
وہ بھی ترے ہی فضل کے اُمیدوار ہیں

دائم انہیں عزت و اقبال و جاہ رکھ
دشمن کو اُن کے خوار و ذلیل و تباہ رکھ

اور حکمراں انہیں صدوسی سال شاہ رکھ
اولاد پر بھی ان کے کرم کی نگاہ رکھ

حاصل انہیں مدارج ہر دو جہاں رہیں
شاہی پہ بامرادِ دلی حکمراں رہیں

اس مدرسہ کے جتنے ہیں یارب معاونیں
تیرے سوا کسی کے نہ محتاج ہوں کہیں

بر لا تو سب مرادِ دلی ان کی بالیقیں
اور دوسرے بھی جتنے ہیں عالم میں اہلِ دیں

دونوں جہاں میں اُن کو تو آباد و شاد رکھ

اس سے بھی کچھ زیادہ اگر دیں وہ یا نہ دیں
ہر حال کچھ تو دیں وہ کسی بھی بہانہ سے

دینا ہے کارِ خیر کا رکھیں یہ خوب یاد
نانک سے کچھ گھٹ کی رقم سے نہیں زیاد

دو گے یہاں جو ایک تو دس بدلے پاؤ گے
جنت میں بھی مزے تم اسی سے اڑاؤ گے

اس کی مدد میں تم نہ اگر کام آؤ گے
سمجھو یقیں کہ نارِ جہنم میں جاؤ گے

ادنیٰ سی بات کیلئے کیوں زک اٹھاتے ہو
راہِ ہدا کو چھوڑ کے آتش میں جاتے ہو

ہے تم کو پاسِ عزتِ اسلام کچھ اگر
اس دینی مدرسہ کی طرف بھی کرو گزر

سب اس کے حالِ آمد و مصرف کو دیکھ کر
ممکن ہو جتنی اس پہ کرو لطف کی نظر

غیرت تمہاری کرتی ہے کیا بات یہ قبول
پا کر عروج مدرسہ حاصل کرے نزول

انجامِ کار دل میں ذرا اپنے سوچ لو
سنکر یہ حق کلام نہ آزردہ دل ہو

یہ پندِ خیر خواہ کی دل جان سے سنو
دنیا میں رہ کے جانبِ دیں بھی تو رخ کرو

دنیا نہ بہرِ خواب و خور و مقدرت ہی ہے
سمجھو ذرا کہ مزرعۃ الآخرت بھی ہے

یہ سامعہ خراشی حضرات میں نے کی
اس کے سبب سے آپ کو تکلیف بھی ہوئی

عفوِ قصور کا ہوں ندامت سے ملتجی
کرتا دعا یہ ختم ہوں آمین کہیں سبھی

اِن شوقیوں کی تابِ مدارا نہیں ہمیں
اور بارِ صرف اُٹھانیکا یارا نہیں ہمیں
واپس بھی اِن کو کرنا گوارا نہیں ہمیں
اِس کے لئے کہیں سے سہارا نہیں ہمیں
محتاج مدرسہ ہے اِسی انتظام کا
آمد پہ ہی مدار ہے ہر ایک کام کا

ان اہلِ شوق کیلئے کھانا ضرور ہے
اُن کے لئے لباس بنانا ضرور ہے
رہنے کے واسطے بھی ٹھکانا ضرور ہے
درس اور کتب کا خرچ اٹھانا ضرور ہے
آمد کے مد سے خرچ کا مد ہے بڑھا ہوا
ہے جس کا بار چند سخی پر پڑا ہوا

حضراتِ مؤمنیں سے ہماری ہے التجا
دنیا کے کام میں تو ہو مصروف بر ملا
اِس کارِ خیر کی بھی تو جانب ہو رخ ذرا
آخر یہ آخرت میں تمہیں کام آئے گا
کرتے ہو صرف سیکڑوں کا رِ فضول میں
دو کچھ کبھی تو راہِ خدا و رسول میں

فضلِ خدا سے لاکھوں ہی مومنین ہیں
مشہور اہلِ خُلق و سخاوت زمن میں ہیں
نام آوری کے شہرۂ آفاق فن میں ہیں
اکثر غیور و اہلِ سخا مرد و زن میں ہیں
گر مدرسہ پہ لطف کی ادنیٰ نظر کریں
دامن کو اُس کے گوہرِ مقصود سے بھریں

ادنیٰ سے ادنیٰ فی کس اگر اک دو آنہ دیں
اور ہفتہ عشرہ میں بھی نہیں وہ بہانہ دیں

اعدائے دیں کی بچ نہ سکو گے زباں سے

دینی نہ مدرسوں کا وجود اب زمن میں ہے
گویا کہ ایک روح زمانے کے تن میں ہے
اک مدرسہ نظامیہ ملکِ دکن میں ہے
خوبی کا جسکی شہرہ ہر اک اہلِ فن میں ہے
آتے ہیں لوگ اُٹھا کے یہاں سختیٔ سفر
تحصیلِ علمِ دینی سے ہوتے ہیں بہرہ ور

چند اہلِ دیں کی ذات پہ اسکا ہی انتظام
اُس کو خدا رکھے معہ اولادِ نیک نام
حامی فقط ہی خرچ کا اُس کے شہِ نظام
باعدل و داد دہر میں وہ خوش رہیں مدام
ادنیٰ اُسی کی ایک توجہ کا ہے ظہور
اِس مدرسہ کا پھیلا زمانے میں ہے جو نور

ہر چند مدرسہ جو یہ مصروفِ کار ہے
مصرف کا جس کے شہ کی عطا پر مدار ہے
جس پر نزولِ رحمتِ پروردگار ہے
چند امر میں ترقی کا اُمیدوار ہے
کثرت جو طالبین و حوائج کی بڑھ گئی
افزودِ خرچ سے کمی آمد میں پڑ گئی

آتے ہیں جو یہاں طلبا دُور دُور سے
مدراس۔ دہلی۔ لکھنؤ اور رام پور سے
ترک و حجاز و مصر سے غزنیں سے غور سے
ہو کر جدا وطن کے سب اپنے اُمور سے
شوقِ حصولِ علم میں راہِ خدا کے وہ
آتے ہیں سختیوں کو سفر کی اُٹھا کے وہ

ان عالموں کا وزن سنا ہے بہ یوم دیں
ہوگا زیادہ خون شہیداں سے بالیقیں

اس علم کے حصول سے غفلت ہے کیوں تمھیں
گھیرا ہوا خیال جہالت ہے کیوں تمھیں
اس کی طلب ہی باعثِ ذلت ہے کیوں تمھیں
اس بے بہا خزانے سے نفرت ہے کیوں تمھیں

بدنام کرتے کیوں ہو بزرگوں کے نام کو
سوچو ضرور اپنے تم ہر ایک کام کو

شرماؤ اہلِ مذہبِ باطل کو دیکھ کر
مصروف اپنے دین کے ہیں کاموں میں کسقدر
حالات پر تو اُن کے کرو غور سے نظر
کیسی خوشی سے دیتے ہیں امدادِ مال و زر

تم ہو کہ تم کو کچھ نہیں اسلام کا خیال
اسلاف پر نظر ہے نہ کچھ نام کا خیال

تم کو نہ دینِ حق کا کبھی کچھ خیال ہے
ہوتا فضول کاموں میں سب صرف مال ہے
کچھ خوفِ عاقبت ہے نہ فکرِ مآل ہے
غفلت کا کسقدر پڑا آنکھوں پہ جال ہے

مائل نہ اس طرف کبھی کرتے ہو دل کو تم
مقصود جانتے ہو فقط آب و گِل کو تم

سوچو تو علمِ دیں کی نہ تائید ہو اگر
ہوگا غلبہ مذاہبِ باطل کا کس قدر
دار و مدار دین کا ہے جس پہ منحصر
اولاد کی ہی خوبی پہ کچھ تو کرو نظر

مفقود اہلِ علم اگر ہوں جہان سے

سب کار نیک کے ہیں اسی پر عیاں اصول | عاجز ہیں جنکی فہم سے جہال کی عقول

نورِ قدیم چمکے جو یہ رہنمائی کا
ہو جائے گُل چراغ نئی روشنائی کا

تحصیلِ علمِ دیں ہے فزوں تر جہاد سے | ہوتے عمل قبول اسی کی ہیں یاد سے
بچتا ہے مومن اس کے ہی باعث فساد سے | محفوظ رکھتا ہے یہ حوادث کی باد سے

دونوں جہاں میں باعثِ امن و اماں ہے یہ
امراضِ باطنی کا مسیحِ زماں ہے یہ

اِس علم ہی سے دونوں جہاں کی نجات ہے | نارِ سقر سے بچنے کی کامل براَت ہے
سرمایۂ ممات و متاعِ حیات ہے | کونین کا وسیلہ یہی ذی صفات ہے

دنیا و آخرت کا سکھاتا ہے کام یہہ
دونوں جہاں میں کرتا ہے بس نیک نام یہہ

مہرِ شرف ہے بُرجِ سعادت کا ماہ ہے | جنت کو پہنچ جانے کی سیدھی یہ راہ ہے
دنیا و دیں میں باعثِ امن و رفاہ ہے | رہبر یہی ہے ہادیِ راہِ الٰہ ہے

طالب جو اِس کے ہیں وہی مؤمن سعید ہیں
قطعی جہنمی ہیں جو اس سے بعید ہیں

اِس کی طلب میں لوگ جو گھر سے کریں سفر | حُکمِ خدا سے آکے ملائک بہ کرّ و فر
اُن کے قدم کے نیچے بچھاتے ہیں اپنے پر | ارشادِ شاہِ دیں سے ہے ثابت یہی خبر

علم خدائے پاک کا کیا وصف ہو بیاں
ظاہر ہے وہ جناب الٰہی کی خاص شاں

دخلِ حدوث وصفِ قدیمی میں ہو کہاں
مطلق کا حال کیسے مقیّد پہ ہو عیاں

چھوٹی زباں سے کیسے بڑی بات بن سکے
دریا کا پانی چھلنی میں کسطرح چھن سکے

حادث جو علم عکس ہے علمِ قدیم کا
وصف اُس کا بھی تو ہم سے نہیں ہوتا ہے ادا

پھر ہم ادائے وصف کا دعوی کریں تو کیا
خود علم اُس کا پورا کسی کو نہیں ہوا

جب رَبِّ زِدْنِی علما کا حضرت کو حکم ہے
ہر کوئی اُس کے دعوے میں پھر صُمٌّ بُکْمٌ ہے

جس علم کی طلب پہ ہیں مامور اہلِ دیں
ظاہر فضائل اُس کے تو کرنا ہی بالیقیں

تا بے نصیب اُس سے نہ رہ جائے عالمیں
اُس کی طلب ہی فرض ہو گرچہ بہ ملکِ چیں

یہ علم وہ ہے جس پہ ہے ایماں کا قیام
دنیا و دیں کا اِس پہ ہے موقوف انتظام

اس پر تمام اہلِ تمدن کا ہے مدار
ہمدردِ اتفاق کا ہے وہ آلِ کار

دنیا و آخرت کا اُسی پر ہے انحصار
اوصاف اُس کے گرچہ ہیں بے حد و بے شمار

لکھتا ہوں اُس کے چند فضائل میں مختصر
جس کی ملی ہے مجھکو احادیث سے خبر

ہوتی اسی سے حق کی شناسائی ہے حصول
ہوتے اِسی سے کام ہیں بندوں کے سب قبول

دلِ شاعر کو تا فرحت رہے اشعارِ رنگیں سے
تعلق شہپرِ طائر کو رہے تا نظمِ پرویں سے
سخن گویوں کو تا نسبت رہے نظمِ خوش آئیں سے
ہوتا قدرِ سخن ہر قدرداں کو چشمِ حق بیں سے
زباں تیری معلیٰ وصفِ شہ میں گہر افشاں ہو
(غفراں مکاں علیہ الرحمۃ)
ترا ممدوح دائم میر محبوبِ علیخاں ہو

مسدس

(جو)

مدرسۂ نظامیہ حیدرآباد دکن کے سالانہ جلسہ میں پڑھا گیا تھا

اُمّ الصّفاتِ خالقِ کون و مکاں ہے علم
بے مثل وصفِ حضرتِ ربِّ جہاں ہے علم
عالم تمام جسم ہے رُوحِ رواں ہے علم
حق پوچھئے تو پہلی خدائی کی شاں ہے علم
کونین میں ظہورِ شیونِ عظیم کا
جاری ہے فیضِ علمِ خدائے علیم کا

اعیانِ ثابتہ سے جو ہر اک ظہور ہے
پھیلا اسی کا سارے زمانے میں نور ہے
دراصل علمِ حضرتِ ربِّ غفور ہے
روشن اُسی چراغ سے ہر شمعِ طور ہے
عالم میں جو اُمورِ سپید و سیہ کے ہیں
جلوے تمام یہ صورِ علمیہ کے ہیں

ہمیشہ تیرے گھر عیش و طرب شادی کا ساماں ہو

حرم اور دیر میں جب تک کہ یہ آثار باقی ہیں
نشانِ رشتہ ہائے سبحہ و زنّار باقی ہیں
بہم جھگڑے بیانِ کافر و دیندار باقی ہیں
ظہورِ کفر و ایماں کے یہ تا اسرار باقی ہیں

ترا در مرجعِ کُل مصدرِ اغراضِ انساں ہو
ترا مداح عالم میں ہر اک ہندو مسلماں ہو

ہے جاری ابرِ نیساں کا کرم تا بحرِ عمّاں پر
صدف کے جسم کا تا دل ہی مائل گوہرِ جاں پر
ہے تا دریائے رحمت کا اثر ہستی ہر انساں پر
نظر قطرہ کی تا خالق کے ہے فیضِ دُر افشاں پر

درِ مقصود سے خالی کبھی تیرا نہ داماں ہو
ہمیشہ کامیابی سے شہا دل تیرا فرحاں ہو

حوادث پر رواں تا بادبانِ دورِ عالم ہے
ہوا میں ہل رہا تا پردۂ زنگار کا دم ہے
طنابِ بے ستوں پر تا قیامِ چرخ پُر خم ہے
سفینہ ابر کا جب تک رواں جانبِ یم ہے

تری اس کشتیٔ اجزائے تن کا حق نگہباں ہو
تری دریا دلی سے دور رنجِ موجِ طوفاں ہو

ہر اک بندہ پہ ہے تا فیضِ انعامِ الٰہی کا
ہر اک دل تار ہے اُمیدوارِ انعامِ شاہی کا
عطائے رزّاق کی تا رزق ہی ہر مرغ و ماہی کا
بہی خواہوں کو تا دعوی ہی اپنی خیرخواہی کا

کشادہ سارے عالم میں ترے انعام کا خواں ہو
خمیدہ گردنِ مخلوق زیرِ بارِ احساں ہو

تری جود و سخا کا ہر بشر اے شہ ثنا خواں ہو
تری ذاتِ مبارک بحرِ رحمت ابرِ نیساں ہو

شرابِ عشق کا معدن ہے تا خمخانۂ وحدت
ہے اس بادہ میں جب تک نشہ و مستی کی کیفیت
خلائق کی ہے سوئے بادۂ توحید تا رغبت
خمارِ عیش و عشرت سے ہے تا میخوار کو نسبت

تری سرشاریٔ محفل کا جامِ جم کو ارماں ہو
تری بزمِ طرب میں دورِ جامِ عیش ہر آں ہو

اثر جب تک ضیائے نور کا باقی رہے جاں میں
تجلی روشنائی کی ہو تا سروِ چراغاں میں
چمک ہو پرتوِ خورشید کی لعلِ بدخشاں میں
ملے روشن دلوں کو لطف تا انوارِ ایماں میں

ضیائے رخ تری غیرت فزائے مہرِ تاباں ہو
ترا یہ جلسۂ سالِ ولادت زیبِ دوراں ہو

شہانِ دہر میں باقی ہے تا نسبت عدالت کی
ہے جب تک تاجداروں کو ہوس تخت اور دولت کی
تمنا تا جہاں میں حاکموں کو ہے حکومت کی
امیروں کو ہے تا دنیا میں خواہش نام و نوبت کی

ترا اورنگِ شاہی غیرتِ تختِ سلیماں ہو
فلک زیرِ نگیں ہو ہفت کشور زیرِ فرماں ہو

زمانے میں ہے جب تک نام باقی شادمانی کا
وثیقہ خضر کو جب تک ہے عمرِ جاودانی کا
اثر تا عالمِ ہستی میں ہے فرحت رسانی کا
بہارِ باغِ عالم میں ہے تا گل پر جوانی کا

ترا دل اے شہِ جم جاہ دائم شاد و فرحاں ہو

یارب یہ شاہ ملک دکن فضل سے تیرے
دائم رہے پناہ میں خیر الانام کی
ہیبت سے تیغ شاہ کی دشمن کا دل کٹے
نوبت نہ آنے پائے خروجِ نیام کی
افزوں شہِ دکن کی معلیٰ ہو عز و جاہ
بڑھتی رہے جہان میں دولت نظام کی

مسدس در مدح حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ

نظام الملکِ عالم تا سپردِ نوعِ انساں ہو
نگینِ خاتمِ ہستی پہ تا نامِ سلیماں ہو
خیالِ عدل تا محبوبِ طبعِ شاہ و سلطاں ہو
سپردِ ناظمِ دورِ جہاں تا نظمِ دوراں ہو
علم شاہی کا جب تک اور علم کی تا علو شاں ہو
نظام الملک آصفجاہ یارب شاہِ شاہاں ہو

درِ محبوب پر تا عاشقوں کی جبہہ سائی ہے
علی شیرِ خدا کو تا دمِ مشکل کشائی ہے
یہ دونوں نام کی تعریف میں تا رہنمائی ہے
ہر اک دشواری و مشکل کی تا ان سے بھلائی ہے
تری ہر مشکل اے شاہِ دکن عالم پہ آساں ہو
ترا حامی علی مشکل کشا محبوبِ سبحاں ہو

سحابِ بخششِ حق سے ہو تا یم کو فراوانی
کفِ امواجِ دریائے کرم کو تا ہو طغیانی
بسوئے ابر جب تک آبِ دریا کی ہو جولانی
برستا تا رہے عالم میں ابرِ فیض سے پانی

پہونچے غبارِ توسنِ شاہِ دکن اگر — چھپ جائے چھت بھی اس فلکِ سبز فام کی
خارج حدِ بیانِ زبانِ قلم سے ہے — توصیفِ فیل خاصہ شاہِ نظام کی
جب اُس کے وصف کا کوئی ہوتا نہیں کفیل — اک شعر پر ہی اس کی ثنا اختتام کی
دہلیزِ شاہ کو کعبۂ مقصود جان کر — لے راہ بھول کر بھی نہ بیت الحرام کی
سب مِل کے اک زبان سے مداح ہیں ترے — خلقت فرانس و روس و حلب روم و شام کی
مخلوق غیر ملکی و اربابِ اہلِ ملک — اے شاہ مدح خواں ہے ترے فیضِ عام کی
ہوتا کبھی نہ اشرفی مہر کا چلن — ہوتی نہ مُہر سکہ میں گر تیرے نام کی
حاسد ترا ہزار کرے سر دہر ہاں — پہنچے نہ مغزِ غوک میں نوبت ز کام کی
خواہش صلہ میں کیا ہو زر و مال کی مجھے — محتاج جنسِ وصف نہیں کھوٹے دام کی

مطلع سُوم دُعائیہ

خدمت میں التجا ہے یہ ہر خاص و عام کی — مانگیں سلامتی شہِ عالی مقام کی
ہر دم دعائے شہ کے سوا مجھکو اور کچھ — خواہش نہیں ہے مال و زر آب و طعام کی
دِل سے کریں دعا ہی باخلاص اٹھا کے ہاتھ — درج اُس دعا میں بات ہو سب کام کام کی
گر دیہے دعا میں تو آمین ہی کہیں — تائید ہی کریں مرے خالص کلام کی
باقی جہاں کا نام ہے یارب یہ سلسلہ — جب تک لگی ہے دہر کو نسبت قیام کی
آصف کو جاہ و ملک سلیمان حصول ہو — ملجائے عمر خضر علیہ السّلام کی

شاہِ دکن کی ہیبتِ شمشیر عدل سے / کانپیگی روح رستم و گودرز و سام کی

خُلقِ حسن نے تیرے مسخر کیا جہاں / خواہش ہے آہوانِ رمیدہ کو دام کی

شانِ کلام شہ جو کلام الملوک ہے / مشہور سچ مثل ہے ملوک الکلام کی

اعداد میں بھی تیرے کلام و کمال ہے / تعداد حق نے رکھی ہے امن اور نام کی

کامل کمال ملکی برائے شہِ دکن / مقلوب بعض میں بنی صورت کلام کی

خاکِ قدم کے رتبہ والا کو دیکھ کر / گردن خمیدہ چرخ نے بہرِ سلام کی

کیا کر سکے گا رشتۂ اُمید کو تہی / ہے طولِ عمر شاہ کو نسبت دوام کی

گھٹ گھٹ کے رشکِ عارضِ پُر نورِ شاہ سے / صورت ہلال کیوں نہ ہو ماہِ تمام کی

چیں بر جبیں ہوں سامنے ترکانِ چیں اگر / ترکِ نگہ نے بات ہیں ترکی تمام کی

باطن ہو کیوں نہ پاک ترا صاف او صفا / ہے اصل نقطہ آصفِ ذی احترام کی

ٹھوکر لگا کے چرخ نے زیرِ زمیں کیا / جم نے عدد ہیں کی جو مساوات بام کی

مشہور خلق ہوتی سخاوت تری اگر / شُہرت جہاں میں ہوتی نہ حاتم کے نام کی

مخلوق تیرے عہد میں آزاد غم سے ہے / ہے میر گنجفہ میں بھی بازی غلام کی

روشن دلی کی تیری چمک کیسے چھپ سکے / تیغِ ہلال کو نہیں حاجت نیام کی

طبعِ رواں کی مجھ کو روانی پہ ناز ہو / تعریف اگر لکھوں فرسِ خوشخرام کی

رفتار راہوار سے بادِ صبا کو بھی / پھر دوڑ میں نہ مل سکے نسبت قیام کی

تیرے سمند تیز سے گر ہمسری کرے / طاقت رہے نہ وہم میں بھی ایک گام کی

پیرِ مغاں بھی دخترِ رز کا بنے مرید / بیعت اگر نصیب شیخ کو ہو شیخ جام کی

کیفیتِ خمار میں اُس کے نہو کمی / لکھدے سند وہ شوق سے شہرتِ اسم کی

سرمست ہو کے حبِّ خدا و رسول میں / شاغل رہوں دعا میں شہِ نیک نام کی

دوں دوں صدائے تہنیتِ شاہ کیوں نہ دوں / نوبت یہ دیر ہی ہے خبر صبح و شام کی

یعنی نظامِ ملک شہِ آصفِ زماں / شُہرت جہاں میں جسکے ہے خوش انتظام کی

اخلاق میں ہے اُس کے مسخر دلِ جہاں / کیا جال ہے بچھائی ہوئی اس نے دام کی

مقبول خلق اُس کے ہیں اخلاق سب حسن / توصیف کیا کروں شہِ عالی مقام کی

حامی ہیں جس کے حضرتِ محبوبؒ اور علیؑ / اس نام کو ملی ہے مدد دونوں نام کی

یہ بھی اُسی کے وصف کا ہے فیض لاکلام / پُر ذائقہ جو طرز ہے میرے کلام کی

وہ شاہِ شاعراں ہے لکھوں کیوں نہ میں بھی شعر / لازم ہے مقتدی پہ اطاعت امام کی

وصفِ کمالِ شاہ کے باعث ہے کیا عجب / نعت پڑھے جو اس غزلِ ناتمام کی

مطلع دوم مدحیہ

مدحت لکھوں میں کیا شہِ عالی مقام کی / طاقت ہے طاق خامۂ نازک خرام کی

سنتے تھے مدح سلطنتِ روم و شام کی / حالت ہے چشم دید ترے انتظام کی

اے شہ نظامِ ملک ترے حال پر مدام / کافی مدد ہے حضرتِ خیر الانام کی

خاتم کہیں گے کیوں نہ سلیمانِ جن و انس / ہو مہر جس نگینے پہ آصف کے نام کی

چھپا کے ابر میں رخ بھاگے مہر آگے سے
کہیں سے دیکھ لے بدلی ہوئی اگر چتوں

ہے وصفِ شاہِ دکن حیطۂ قلم سے بروں
لکھے تو کیا لکھے تعریف کوئی اہلِ سخن

یہی ہے بس کہ کروں ختم میں دعا پہ کلام
کہ ہوں قدیم نمکخوارِ پادشاہِ زمن

الٰہی تا یہ رواں دورِ چرخِ گرداں ہے
ہے تا یہ رشتۂ تارِ حیات زیبِ بدن

رہے یہ رشتۂ عمرِ حضور مستحکم
نہ پہنچے ان کو کبھی صدمۂ فساد و فتن

بظلِّ عاطفت شاہ آل اور اولاد
رہیں خوشی سے زمانے میں سو ہزار قرن

قبول کر مرے مولا دعا معلّیٰ کی
ترے ہی فضل پہ ہے سب مدار اہلِ دکن

در مدح حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ

شہرت ہے ساقیا جو ترے فیضِ عام کی
حسرت بھری ہے دل میں مرے ایک جام کی

وہ جام مے کہ علّت و شرب میں ہو حلال
اُس پر نہ رہ سکے کوئی تہمت حرام کی

ابرِ سیاہ مست کی گھنگور یہ گھٹا
کُہسار پر ہے چھائی ہوئی دھوم دھام کی

خمخانہ کرم سے ترے جلد ساقیا
وہ دے شراب خاص جو ہے تیرے کام کی

حسرت سے جام بادۂ خورشید رنگ کی
صورت بنے ہلال نہ ماہِ تمام کی

مےخانے میں بنا رہے میرا وہ ہمنشیں
مہلت نہ محتسب کو ملے روک تھام کی

تعجبانہ تماشائیوں سے کرکے خطاب
یہ میں نے پوچھا کہ اس جا ہے کون جلوہ فگن

یہ جگھٹے ہیں خوشی کے ہر ایک جا کیوں جمع
ہر اک طرف ہیں چراغانِ عیش کیوں روشن

وہ ہنس کے کہنے لگے کیا تجھے نہیں معلوم
کہ شہ کی سالگرہ کا ہے جشن ہر وطن

وہ شاہ عادلِ دوراں کہ جسکے عدل سے آج
ہے گوسپند کا اور شیر کا بہم مسکن

سُنے جو حال سخاوت کا اُس کی حاتمِ طے
بہ شوقِ دید لحد سے چلے بسوئے وطن

جہاں میں اُس کی شجاعت کا جب ہے شہرہ
چھپے لحد میں نریمان و سام و گیو و پشن

بشکلِ زال ہو ہیبت سے رستمِ سکزی
بسانِ موم گلے خوفِ جاں سے روئیں تن

زبانِ کلک سے کیا ہوں رقم صفاتِ جمیل
ہے جس کے خُلق کا شہرہ ز روم تا لندن

پڑھوں میں مطلعِ برجستہ بزم میں اک اور
ہیں جمع باغ میں سب شاعرانِ ہند و دکن

مطلع دوم

نظامِ ملک شہِ ذی پناہ صاحبِ فن
سخی کریم شجاعت کا خُلق کا معدن

نہیں عدیل زمانے میں اس کا اب کوئی
نہیں نظیر کوئی اس کا زیرِ چرخِ کہن

نیام و تیغ سے اس کے بندھی ہے فتح و ظفر
ہے شہرہ اُس کی شجاعت کا روس تا جرمن

ہیں ظلِ عاطفتِ حق میں دوست سب اُسکے
ہے زیرِ خنجرِ خونخوار گردنِ دشمن

ہو اُس کے جود سے محتاج بھی غنی پل میں
ہُما کے طرح ہے ہو جس کے سر پہ سایہ فگن

صفائے رخ سے زمیں کھول دے گرہ دل کی
دکھا دے زلف کی کوئی حسیں اگر الجھن

در مدحِ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ

صبا کی سن کے چمن میں وہ شور و غل سن سن ۔۔۔ زبانِ حال سے ثنا کرے ہے ہر گُلِ سوسن

خرامِ ناز سے خوبانِ باغ کا وہ چلن ۔۔۔ وہ سرو کا لبِ جو طنطنہ وہ قد کی پھبن

گھٹا ہے چھائی ہوئی ہر طرف سے بادل کی ۔۔۔ جھکی ہوئی ہے صراحی کی شرم سے گردن

مشامِ جاں ہے معطر گلاب کی بُو سے ۔۔۔ مہک رہی ہے ہر اک سو جو نکہتِ گلشن

گلے کا ہار کہیں ہو نہ خارِ گردشِ دہر ۔۔۔ اٹھائے ناز سے خوبانِ باغ ہیں دامن

بہ شکلِ نائی گُلِ زنبق و گُلِ شبّو ۔۔۔ کہیں بجا تا ہے شہنائی اور کہیں ارگن

ہر ایک سمت سے جاں بخش چل رہی ہے ہوا ۔۔۔ بہارِ عیش سے پھولا پھلا ہے سب گلشن

وہ عندلیب کی نغمہ سرائیاں سنکر ۔۔۔ ہیں گوشِ گُل کی طرح رنگ نونہالِ چمن

وہ قمریوں کی صدا کو کتا وہ کوبل کا ۔۔۔ وہ چہچہے گل و بلبل کے اور وہ صوتِ حسن

بجا رہے ہیں جلاجل چمن میں برگِ شجر ۔۔۔ ہیں راگ مالے کہیں بجتے اور کہیں ارگن

ہے دورِ ساغرِ مے بزمِ عیش میں جاری ۔۔۔ جھکا کے شرم سے بیٹھا ہے محتسب گردن

ہے اعتدال پہ ہر گلرخِ چمن کا مزاج ۔۔۔ کہ چل رہی ہے بہت معتدل ہوائے چمن

ہر اک قرینے سے سامانِ عیش ہے رکھا ۔۔۔ بنا ہے باغ خوشی اور سرور کا معدن

جو اتفاق سے میں بھی بسیرِ باغ چلا ۔۔۔ نگاہِ خاص سے مجھ نظارۂ گلشن

کرو تم دونوں نہ اک دوسرے کو اتنا ذلیل
جس سے پیدا ہو خرابی کا اثر اور ذلت

خوانِ نعمت کے قدیمی ہو ملازم دونوں
شکر و شیر کے مانند رہو باالفت

دونوں کی شان میں جتنی ہیں احادیثِ نبی
اُن کے معنی میں نہ پیدا ہو کہیں کچھ علت

سب برابر ہیں دونوں کے فضائل جزئی
نہ رہے ایک کو پھر دوسرے سے کچھ نفرت

مائدہ حق سے جو نازل ہوا میٹھا کھارا
من و سلوے ہیں یہی دونوں ہیں شریکِ عزت

کیا رزاق نے جب دونوں کو کھانے میں شریک
پھر بیاں کیسے کوئی کر سکے اُن کی حقیقت

دُعا برائے شاہ

ہو گئے خوش دونوں نے دی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا
رو بہ قبلہ تہِ دل سے بہ خلوصِ نیت

کھارے اور میٹھے کا تا دہر میں یا رب ہے ظہور
شاہِ آصف کا کشادہ رہے خوانِ نعمت

باحلاوت رہے خورسند جہاں میں دائم
ہم نمک خواروں پہ یہ سایۂ ربّ العزت

حلقۂ جشن یہ اس کا رہے عالم میں مدام
سب ہوا خواہ رہیں ملک کے شریکِ عزت

شہ کے برآئیں زمانے میں مرادات دلی
کٹے ہر روز مسرت میں بعیش و عشرت

درِ دولت کے جو دشمن ہیں رہیں خوار و ذلیل
رہے آباد ہمیشہ یہ بہ فتح و نصرت

یہ دُعا سُن کے مُعلیٰ کہو تم بھی آمین
کہ دعا گوئی ہے آبائی تمہاری خدمت

رجوع بہ تصفیہ مناظرہ

پُر نمک کھارے کا سنکر یہ کلامِ پُرشور
میٹھا کہنے لگا بس اب نہ کر آگے حجت

میں بھی راضی ہوں کہ جو شاہ کرینگے فیصل
اُس کی تعمیل میں ہم کچھ نہ کرینگے علت

الغرض دونوں بہم حاضرِ دربار ہوئے
شاہ کے روبرو اپنی سی بنا کر صورت

شاہ نے دیکھ کے دونوں کو یہ ارشاد کیا
کس لئے آئے ہو بے وقت خلافِ عادت

خاصہ کے وقت حضوری ہی تمہاری لازم
آنا بیوقت نہیں خالی ہے کچھ از علت

عرض دونوں نے کیا سچ ہے یہ ارشادِ حضور
جلسۂ سالگرہ میں تھی ہمیں بھی دعوت

ہٹھی تقریر سے جب بڑھ گئی ہم دونوں میں بات
شورہ پُشتی کی بہم پہنچگئی تھی نوبت

اِس لئے آئے ہیں ہم دونوں بہم فریادی
تاکہ اِس جھگڑے کو فیصل کریں اعلیٰحضرت

شاہ نے سن کے بیاں دونوں کا یہ فرمایا
دل میں تم دونوں کے افزودہ ہی نفسانیت

بڑھ گئی تم میں اسی سے ہے خصومت باہم
اِس لئے کرتے ہو اک دوسرے کی تم خفت

فیصلۂ شاہ

گرچہ میری بھی طبیعت کو ہے کھارا ہی پسند
پر نہیں میٹھے کے کھانے سے مجھے کچھ نفرت

خواہشِ نفس کو لیکن میں نہیں دیتا ہوں دخل
کیونکہ ہے عیب دمِ عدل لحاظِ رغبت

میں نہیں کرتا ہوں اسوقت کسی کا کچھ پاس
وہی کہتا ہوں جو ہے قابلِ عدل و نصفت

کیوں نہ دشمن کی اشارے سے کرے قطع امید   ابروئے خاص میں موجود ہی خنجر کی صفت
ہوتا ہے راہ میں اسطرح سواری کا عبور   جیسے گلزار میں بہتی ہی نسیم فرحت
عادل و باذل و ذی فطنت علامۂ عصر   حامیٔ دین متیں نور چراغ ملت
شہ کے اخلاق کی کیوں دہر میں پہنچے نہ ضیا   جلوہ گر ہے رخ روشن سے خدا کی قدرت
خنجر شہ سے کرے قصد جو دم بازی کا   موت دم بھر کی عدو کو نہ کبھی دے مہلت
عدل شہ سے نہیں کچھ بکریوں کو شیر کا خوف   ملی جو پانی کی ہی گرگ کو اُن پر خدمت
شاعر و عاقل و ذی فہم و ذکی تیز قلم   ماہر و علم و ہنر واقف رمز و حکمت
وصف میں اُس کے پھر اک مطلع پُر زور پڑھو   تا ہو تحسین کی صدا زیب بیان خلقت

مطلع دوم

شاہ کو دی ہی خدا نے وہ شجاعت کی صفت   رستم و سام و نریماں کے ہے دل میں ہیبت
در پہ حاضر ہیں کمر بستہ بہم فتح و ظفر   بند شمشیر سے گویا کہ بندھی ہے نصرت
ظلمت ظلم کا باقی نہ رہا دہر میں نام   شاہ جس دن ہی اورنگ نشین عزت
ہر جگہ دہر میں ہی اُس کی سخا کا چرچا   بھول جائیگی نہ کیوں حاتم طے کو خلقت
شہ عادل کی عدالت کا ہی جب سے شہرہ   باگ بکری کو ہی اک گھاٹ میں باہم الفت
قصد سے تیز ہی جو شاہ کے توسن کا خرام   صرصر و باد صبا میں یہ نہیں ہے عجلت
فیل خاصہ نہو کیوں رفعت عالی کا کفیل   ہے مقام قدم رفعت اعلیٰ حضرت

یہ نہیں ہے تجھے منظور تو چل شاہ کے پاس | ملے انصاف کی تا دونوں کو شہ سے لذت
شاہِ آصف کے ہیں ہم دونوں نمکخوار قدیم | فیصلہ دونوں کا وہ کرکے کریں گے رخصت

مطلع مدحت شاہ

یعنی وہ بادشہِ مُلکِ دکن ذی فطرت | میر محبوبِ علی شاہ سکندر شوکت
رونقِ تاج و نگین شاہِ سلیماں صولت | رشکِ جمشید و فریدوں شہِ دارا حشمت
آصفِ عہد سلیمانِ زماں شاہِ نظام | فخرِ کیخسرو و سلطانِ فلاطوں فطرت
ذی کرم رستمِ دوراں و ارسطوئے زماں | والیٔ مُلک حضورِ دکن اعلیٰحضرت
منبعِ جود و اتم معدنِ الطاف و کرم | مخزنِ علم و ہنر صاحبِ جاہ و رفعت
فتح جنگ اعظمِ اعیانِ جہاں آصفجاہ | ناصرِ دولتِ اسلام و معینِ ملّت
جگ میں ہے شہرۂ آفاق ملاحت اُسکی | تا بہ قندھار ہے شیریں سخنی کی شُہرت
شہ کی چل سالہ ہے یہ سالگرہ کا جلسہ | ہے جو ہر ایک جگہ مجمعِ بزمِ عشرت
خوانِ دعوت پہ جو ہیں جمع یہ کھارے میٹھے | شکر و شیر کے مانند ہیں ہم باُلفت
شہ کے خوانِ کرم و فضل کے ہیں ذلّہ ربا | جتنے آتے ہیں نظر ہم کو یہ اہلِ دعوت
ذاتِ پاک اُسکی ہے انوارِ کراماتِ جہاں | ہر مسِ قلب کو اکسیر ہے اُسکی صحبت
مصدرِ فضل و کرامات فریس اور زکی | صاحبِ دانش و فرہنگ و زکا ذی فطرت
مرجعِ اہلِ ہنر مظہرِ آیاتِ کمال | قدرِ دانِ شُرفا فیض رسانِ خلقت

صحتِ جسم و بدن بچنے کو بیماری سے
ہے نمک اول و آخر میں بھی کھانا سنت

میوہ کے جھاڑوں کی دنیا میں جو ہے نشو و نما
خاک کی کھار سے ہے اصل میں اُنکی طاقت

ملح کی شان میں ارشاد ہیں کتنے اوصاف
دیکھلو چلکے کتابوں میں حدیثِ حضرت

آب ہے چشمۂ زمزم کا جو دنیا میں ملیح
اُس کی ہے کوثر و تسنیم سے بڑھ کر وقعت

ہے دوا ہر مرضِ ظاہر و باطن کے لئے
ہاضم و دافع اسقام و مزیل علت

کھارے دریا کا جو عالم میں کیا حق نے ظہور
کھار سے اُس کے ہوتا جسم زمین میں طاقت

ہے ثرید[۱] ایک میرا با نمکین خرد و لطیف
فضل سے عائشہ صدیقہ کے دیہی ہے نسبت

لحم دبر کو جو ملا خاص سیادت کا خطاب[۲]
ایسی پھر سچ تو بتا کس کو ملی ہے عزت

پکتی ہیں عرس و نیازات میں لاکھوں دیگیں
عمدہ بریانی کی۔ تاسیر ہو کھا کر خلقت

کھانے میں شادی کے مہمانوں کا ہے تجھ پہ مدار
ہوتی ہے کھارے سے ہر چیز میں خیر و برکت

ایک ہیں دیکھ علی[۱۱۰] اور نمک[۱۱۰] کے اعداد
خاص ہے شاہِ ولایت سے تجھی کو نسبت

چشمِ انصاف سے گر دیکھیں تو ظاہر ہے یہ بات
نمکیں چہرۂ دلبر سے ہے سب کو رغبت

بھولے بھٹکے سے کبھی تجھکو بلا لیتے ہیں لوگ
رات دن مجھ سے رہا کرتی ہے سب کو الفت

گریزِ لطف مدحتِ شاہ

تو نے اے میٹھی میاں کھارے جوابات سنے
سچ تو کہہ اور بھی باقی ہے تری کچھ حجت

پیٹ میں باقی حسد کا ہے اگر میٹھا درد
کر لے حاصل نمکِ شور سے مرے صحت

۱؎ اشارہ بطرف ارضِ عرب
فضل الثرید علی سائر الطعام
کفضل عائشۃ علی سائر النساء

۲؎ یعنی حضرت سیدہ زہراء الطاہرۃ
البتول البضعۃ

زہر کے بدلے مجھے مار نہ شکر دے کر
ملح کو شاہِ رسالت نے کہا نعم ادام
تھا ملاحت بھرا حضرت کا بھی وہ حسنِ ملیح
مجھ میں افراط کا تفریط کا کچھ دخل نہیں
خوش ہیں سب میری ملاحت سے حسینانِ ملیح
ملتی ہے مجھکو جگہ شاہوں کے دسترخوان پر
بنتا ہے کانِ نمک میں مرے مردار حلال
میری تاثیر سے ہوتا ہے نجس پاک سبھی
رفت ہر چیز کہ در کانِ نمک گشت نمک
مصریوں نے کہا جس طرح سے یوسف کو غلام
شیرِ مادر جو ہوا پیدا وہ تھا اصل میں خون
گرچہ پانی میں پگھلتے ہیں نمک شکر بھی
کودک و پیر ہی کیا مجھ سے ہیں خوش خاص و عوام
کامیابی کے لئے ہوں میں خور ندو نگار فیق
بامزہ عمدہ نمک دار وہ ماہی کے کباب
کھائیں گے اہلِ جناں گاؤ زمیں کا بھی وہ گوشت
پیٹ میں ابر کے بنتا ہے جو میٹھا پانی

جلنا یہ تونے کہا سب ہے ترے دل کی کڑھت
کوئی کیا کر سکے پھر اُس کا بیانِ ذلّت
بعدِ حق جنکی زمانے سے ہے افزوں قیمت
اہلِ سنّت کی طرح ہے مری اوسط حالت
جس غذا میں نہ ہوں میں نہیں ملتی لذّت
تا چکھیں اول و آخر میں نمک با فرحت
میرے ملنے سے نہیں رہتی ہے مے میں حُرمت
سچ تو کہہ آئے گی تیرے میں کہاں سے یہ صفت
شورہ بختوں کو بھی اکسیر ہے میری صحبت
کیا ہو گر تو بھی غلامی کی مجھے دے نسبت
خون میں دیکھ کہ موجود ہے کھاری لذّت
پر فنا وزن میں ہونے کی ہے مجھ میں ہی صفت
کھا کے سب ہوتے ہیں سیراب مجھے بے دقت
تھوڑا کھا کر ہی تجھے پھیرتی ہے منہ خلقت
سب سے پہلے یہ غذا چکھیں گے اہلِ جنت
جس کی قرآں کی تفاسیر میں لکھی ہے صفت
اصل میں کھاری ہے دریا کی ہے اُس پر رحمت

مر ہی جاتا ہے وہ ہو جس کو مرض میٹھے کا
باقی رہتا نہیں کچھ عضو میں زورِ شہوت

تیری تشبیہ سے تلوار کی میٹھی ہوئی دھار
میٹھے دردوں سے نہیں کم ہے یہ تیری صحبت

میٹھی باتوں پہ تری کھاتے ہیں میٹھی ہی فریب
کہ ہے الجنس مع الجنس کی ظاہر حُجّت

تلخ گڑ سے بھی زیادہ ہے تری میٹھی نگاہ
چھُری میٹھی ہے یہ گویا تری میٹھی صورت

مردِ مؤمن کو جو ہے تجھ سے محبت کا لگاؤ
وہ نہیں دیتے کبھی فضل کی تجھ کو نسبت

کیونکہ وہ جانتے ہیں مرد میں کھاراپن ہے
پیار کرتے ہیں فقط تجھکو سمجھکر عورت

شان میں مردوں کے ارشاد ہے قوّامون
کیسی اپنے پہ وہ پھر تیری بڑھادیں عزت

نہ بھی تقریر یہ کم تیری شکر پھانکنے سے
اتنی ہانکی جو زرڑ دیر سے مجذوب صفت

کس پہ صادق ہے نمکخوار کی تعریف تو دیکھ
کس کو عالم میں غلامی کی ہے حاصل نسبت

تو ہے اب میری نمکخواری کا محتاج کہ میں
کیوں لگاتا ہے تو بے اصل یہ مجھ پر تہمت

بے نمک میرے نہیں چلتا کبھی کام ترا
کام چلتا ہے مرا ترے سوا بے دِقّت

گر نہ موجود ہو تو میرے پہ کچھ عیب نہیں
مجھ سے خالی نہیں رہتا کوئی خوانِ دعوت

شاذ و نادر نہ کسی جا پہ جو میرا ہو گذر
بھوکی رہتی ہے مرے کھانیکی اُدم خلقت

میں اگر چاہوں تو پل میں تجھے آزاد کروں
ابھی پلّو میں نمک باندھ کے کردوں رخصت

حیف ہے چلے یہ ترے مجھ پہ یاں بے نمکی
یہ ترا شور و شغب یہ تیری میٹھی حرفت

ننگ ہے اہلِ شجاعت کو ترے نام سے بھی
مرد کو گر کہیں میٹھا تو کرے وہ نفرت

بیٹھ خاموش تو گپ چپ کی مٹھائی کھا کر
گر نہ شورش کی تو میٹھوں کی طرح یہ جرأت

تلخ معلوم نہیں ہوتی کبھی میٹھی بات | مدت العمر بدلتی نہیں میری لذت
لطف دکھلاتی ہر جائے مری میٹھی نگاہ | دی ہے خالق نے مری ذات میں نرمی لینت
ایک دم گر نہ ملے خلق کو میٹھا پانی | تشنگی سے نہ رہے اہل جہاں میں طاقت
ہوتا شیریں نہ اگر چشمۂ آب حیواں | خضر والیاس کو جینے کی نہ ملتی لذت
عشق شیریں میں جو فرہاد نے کی کوہ کنی | تھی مرے نام شکر بار سے اُسکو اُلفت
ہوتی شامل نہ اگر اُس میں حلاوت میری | آبِ کوثر کی کبھی ہوتی نہ تشنہ جنت
کھاتے ہیں چھوٹا بھی میٹھی کی ہی لالچ سے سبھی | مصریوں میں ہے سمرقند میں میری شُہرت
منہ شکر خورہ کا شکر سے خدا بھرتا ہے | آتی پھر آہ حسد سے ہے تجھے کیوں حسرت
پیاری ہوتی ہے جو ہو چال بھی میٹھی میٹھی | دل میں جا کرتی ہے معشوق کی میٹھی صورت
رمز المُؤمِن حلوٌ و یحبُ الحلوا | یاد رکھتے ہیں بدل جتنے ہیں اہلِ سنت
سونے والوں کو اگر ملتی نہ تشبیہ میری | نیند میٹھی کو نہ کہتا کوئی خوابِ راحت"

کھارا

سُن کے تقریر یہ کھارے نے کہا واہ چہ خوش | میٹھے بھی کرنے لگے تیری خدا کی قدرت
اے برادر نہ کر اتنی بھی تعلی بے جا | جس سے آخر میں اُٹھانی پڑے تجھکو خفت
جھوٹ بھی کہنا تو اتنی کہ ہو آٹے میں نمک | نہ کہ آٹے کو نمک ملکے کرے سب غارت
تیری تاثیر ہے صفراوی کو شکر کی چھری | میٹھا نچاتا ہے جس کو ہو تری سے نسبت

جسم سے تیرے نمک پھوٹ کے نکلے نہ کہیں ۔ شوربا بن کے نہ ٹپکے کہیں تجھ پر آفت
شورہ پشتی کا تری کیوں نہ ہو جگ میں شہرہ ۔ شورہ بختوں سے رہا کرتی ہے تجھکو صحبت
سرد مہری تری مشہور ہے شورہ کی طرح ۔ گرمجوشی سے پگھل جاتی ہے تیری صورت
تفرقہ پڑتا ہے ملجاتا ہے جس رنگ میں تو ۔ کھار سے تیرے بدل جاتی ہے اچھی رنگت
از پئے خوردنِ حلوا تو روئے باید ۔ مجھ سے منہ آئے تری دیکھ تو لے حیثیت
منہ سے میں نے جو لگایا تو لگا چاٹنے منہ ۔ بڑھ گئی اندنوں کتّے سے بھی تیری خصلت
شورش آقا پہ کہیں ایسی مچاتے ہیں غلام ۔ کہ خود آقا کی جگہ بیٹھیں بدل کر صورت
میں وہ ہوں اولیں عالم کی غذا عمدہ لطیف ۔ شہد بچوں کو چٹاتے ہیں سمجھ کر عزت
تشنگی کے لئے تسکین کو بھی وقتِ اخیر ۔ نزع میں دیتے ہیں مصری کا بنا کر شربت
شیرِ مادر ہیں ہوا جب سے مرا پیدا اثر ۔ پرورش پاتے ہیں سب جتنے ہیں معصوم صفت
مجھکو رکھتا ہے عزیز اپنا ہر اک کودک و پیر ۔ نوجواں بھی نہیں رکھتے کبھی مجھ سے نفرت
سارے عالم کہے ہے میووں میں حلاوت میری ۔ شیریں کاری کی مری ساری جہاں میں شہرت
میٹھی صورت پہ مری مرتے ہیں اربابِ کمال ۔ گھر میں رکھتے ہیں شرف سے مجھے اہلِ دولت
ناز کرتے ہیں مٹھائی پہ مری اہلِ نیاز ۔ ہوتی ہے درگہِ ابرار میں میری عزت
فاتحہ میں بھی باخلاص گزر ہے میرا ۔ میرے کھانے سے مزے پائینگے اہلِ جنت
رکھی ہے شہد میں اللہ نے دنیا کی شفا ۔ میرے ہر جز سے ہویدا ہے جہاں کی صحت
کیوں نہ مرغوب ہو ان مصری طبیبوں کا علاج ۔ نام سے میرے ملی ہے انہیں تھوڑی نسبت

ساغر و بادہ و مینا پہ نہیں ہے موقوف
کھلے رکھے ہیں ہر اک جائے میں خوانِ نعمت

میں جو پہنچا تو ہوئی دل کو مسرت حاصل
دیکھنے سے ہوئی ہر چیز کے مجھ کو حیرت

میز پر ہر جگہ اقسام کے کھانے ہیں دھرے
بیٹھے ہر سو ہیں قرینے سے سب اہلِ دعوت

کھارے اور میٹھے کے باقاعدہ رکھے ہیں ظروف
سوڈا لیمنیڈ کہیں اور کہیں جامِ شربت

نان اور قورمہ بریانی سموسے ہیں کباب
فیرنی شیر برنج آش نمش بالذت

کہیں طوطک ہے شکم پر کہیں اعظم شاہی
زعفرانی وہ مزعفر کی سہانی رنگت

میٹھے کھارے کی لڑائی کا تماشا دیکھا
ایک پر ایک بڑھانے لگا اپنی عزت

میٹھا

میٹھا کہنے لگا کھارے سے کہ اے کورِ نمک
کیا سمجھتا ہے تو اپنے کو مرا ہم صحبت

نمکِ زخم سے بڑھ کر ہے ترا خام خیال
شورشِ غم سے زیادہ ہے یہ تیری خصلت

شعر سے مثلِ نمک کچھ تو ذرا دل ہیں پگھل
تجھ میں اور مجھ میں مساوات کی ہو کیا نسبت

تیری تعریف میں آیا ہے کہ الملح اجاج
وقتِ افزونی تری ہوتی ہے کڑوی حالت

دیکھ مجھ کو ہو اگر قند زیادہ مجھ میں
اور بڑھ جاتی ہے افزونی میں میری لذت

میں شکر خوار ہوں تو میرا نمک پروردہ
تو نمک خوار ہے بس صدر نشین عزت

میں جو رکھتا ہوں تجھے ساتھ رعایت ہے مری
جیسے رہتے ہیں طفیلی بھی شریکِ دعوت

کچھ تو کر میرا ادب ہے یہ اداۓ حقِ نمک
کھا کے میرا ہی نمک توڑ نمکداں کی نہ ست

قصیدہ

تہنیت جشن جوبلی چہل سالہ حضور پرنور اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی نظام الملک نظام الدولہ آصف جاہ سادس فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار رستم دوراں ارسطوئے زماں نواب میر محبوب علیخان بہادر بادشاہ دکن غفران مکاں علیہ الرحمۃ

میٹھے اور کھارے کے مناظرہ کی تمہید

ساقیا دے مجھے اک جام شراب وحدت — نمکیں نعت سے تا سرکہ بنے بے دقت
دے وہ جام مئے توحید کہ ہے کان نمک — جس کی نیرنگی کی ہر رنگ میں ہے اک رنگت
درجۂ نعت میں آکر جو بنا حسن ملیح — میٹھے کھارے کی دورنگی میں دکھا کر صورت
وہ مئے صاف کہ ہو مشرب و ملت میں حلال — شیرنی لیکے نہ قاضی کرے ثابت حرمت
محتسب بھی کرے رندوں سے کبھی تلخ نبات — میٹھی تقریر سے دے بادہ کشی کی رخصت
مغفرت بنکے جھڑی چھائی وہ گھنگور گھٹا — رات دن جس سے برستا رہے ابر رحمت
ایک ذرہ بھی ہو ساقی کے کرم میں نہ کمی — فرحت نشہ کی بدلے نہ کبھی کیفیت
سن کے یہ قول مرادی یہ ندا ساقی نے — آ ادھر دیکھ کے موجود ہے بزم عشرت

کریں گے حشر کے دن بھی شکایت اُن کی اگر — خدا کے سامنے رکھونگا ہاتھ کانوں پر

برائی میں نہیں سننے کا برملا اُن کی

نگاہِ ناز سے اک پل ہر کرتے ہیں بسمل — بنے ہیں چھوٹے سے سن میں جو جانِ قاتل
پڑے گی کیوں نہ بھلا جانِ زار پر مشکل — وہ ابتدا ہی میں کرنے لگے ستم اے دل

اب آگے آگے قیامت ہے انتہا اُن کی

فقط نہ عشوۂ طناز میں نزاکت ہو — ہمارے قتل کے ہر ساز میں نزاکت ہو
ہر ایک غمزۂ و انداز میں نزاکت ہو — نیا ہو ناز ہر اک ناز میں نزاکت ہو

ادا ادا سے ادا ہو ادا ادا اُن کی

ابھی تو عشق کی آگے کڑی ہے ہر منزل — مزاجداری ہے اُن کی بلائے جانِ قاتل
موافقت نہ کرے تو تو کام ہو مشکل — ہر ایک بات پہ ایسا نہ تو مچل اے دل

ستم میں تیرے اٹھاؤنگا یا جفا اُن کی

بھرا خمار سے وہ یہ تحجیب کے در پے — وہاں بہار کا جلوہ ہے اسمیں شوخ رش دے
وہ صوتِ نغمۂ مطرب یہ سوز نالۂ نے — ازل کے روز سے اک لاگ حسن و عشق میں ہے

نہ ہے قصور ہمارا نہ ہے خطا اُن کی

گہر نثار کئے جا رہی ہے ہر کف سے — دعائیں دیتا معلّیٰ ہے ہر بشر صف سے
مبارکی کی صدا بھی بلند ہے دف سے — ملے تجھے آج تو ہم بھی جناب آصف سے

عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا اُن کی

بہت اُڑاتی ہے اٹکھیلیاں صبا اُن کی

ہے خو ضعیفی کی اسمیں وہاں غرورِ شباب
یہ احتیاج میں یکتا غنا میں وہ نایاب
زیادہ اِس سے بیاں وصف کیا کروں میں جناب
نہ اِسکا مثل جہاں میں کہیں نہ اُسکا جواب
وفا وفا ہے ہماری جفا جفا اُن کی

کروں ہزار بھی منت تو کیا مفید و لا
ہیں لاابالی اُنھیں کچھ نہیں مری پروا
ہے آزمانے کو میرے خلاف کا منشا
اُسی کی مانیں خوشی سے جو ہو عدو میرا
غرض ہے کیا انھیں میری سنے بلا اُن کی

شہید کرکے ہمیں سُرخ رو بنائے گی
ادا دکھائے گی رنگت نئی جمائے گی
جگر کے ٹکڑے کریگی غضب کھائے گی
کبھی وہ شوخیٔ رفتار رنگ لائے گی
کرے گی خون مرا ایک دن حنا اُن کی

بغیر ذاتِ قدیم خدائے ربّ عباد
رہا نہ حُسن کسی کا بھی تا ابد آباد
جہاں سے اُٹھ کے عدم کو چلے گئے ناشاد
ہزاروں حُسن کی شُہرت سے ہوگئے برباد
بندھی ہوئی ہے زمانے میں کیا ہوا اُنکی

عجیب ڈھنگ کی صحبت بن آئی تھی ہم سے
کبھی تو عجز کبھی خودنمائی تھی ہم سے
نیاز و ناز کی زور آزمائی تھی ہم سے
شبِ وصال میں جو ہاتاپائی تھی ہم سے
مسک گئی ہے ہر اک جائے سے قبا اُن کی

سب آگئے اہلِ جہاں پیش حضرتِ داور
جتا کے جور و جفا ظلم اور ستم یکسر

مخمس بر غزل حضرت غفراں مکاں علیہ الرحمۃ

نزاکتوں سے بھری ہے جو ہر ادا اُن کی
ہے انفعال کی حالت بھی خوشنما ان کی
توکیوں نہ دیدۂ عشاق میں ہو جا انکی
سوالِ وصل پہ نیچی نظر تھی کیا اُنکی
ہماری آنکھ میں پھرتی ہے وہ حیا اُن کی

فنا سے پہلے ہی وہ فکر تم کو کیا اُن کی
جمائے بیٹھے ہو کیوں مجلسِ عزا اُن کی
کچھ ایسی قابلِ غم بھی نہ تھی وفا اُنکی
مرے جو عشق میں عاشق وہ تھی قضا اُنکی
یہ آپ کہدیں کرے مغفرت خدا اُن کی

دلا ہے وصل کی خواہش تو دل میں بھی اُن کے
فقط زبانی ہی اغیار کی خوشی کے لئے
ہے خوف یہ بھی کہ فتنہ کہیں نہ اُٹھ بیٹھے
یہ اُن کا قول ہے میری ملے بلا تجھ سے
بلائیں اُس کی بھی لوں گر ملے بلا اُن کی

مژہ دکھاتی ہے ہر دم سنان کا برچھا
محال ہے ترا بچنا اِن آفتوں سے دلا
نشانہ شست پہ تیرِ نگاہ کا ہے بندھا
ستم ہے غمزہ ۔ بلا ناز ہے غضب ہے حیا
اور اُس پہ ڈھاتی ہے آفت ہر اک ادا اُنکی

دو بارہ کشتوں کو دے زندگی تو ہم جانیں
دمِ نفخِ صور کی حالت جبھی تو ہم جانیں
حیات مُردوں کو قُم کہہ کے دیں تو ہم جانیں
چلے وہ چال قیامت کی بھی تو ہم جانیں

کریں علاج اسکا کیا بھلا ہم نہیں ہے اُن میں وفا کی کچھ بو
وہ دوستوں کو سمجھ کے دشمن ہمیشہ رہتے ہیں دل سے بد جو
بنا لیا ہے شعار اپنا خلاف عاشق کا کرنے ہی کو
مری تو ہے بات زہر اُنکو وہ اُنکے مطلب ہی کی بخو ہو
جو اُن سے کچھ التجا بھی کیجیے ہے لازم اُنکو وہی بگڑنا

شعار تیرا ہے لازمی یہ کہ اپنے وعدہ سے صاف ٹلنا
ہمارا ہے یہ خیال ہر دم وفا میں ہرگز نہ کم نکلنا
مگر بنی کیسی ہے تری خو کہ ہم سے ہر بات پر مچلنا
وہ اک ہمارا طریقِ اُلفت کہ دشمنوں سے بھی ملکے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

خیال صانع کا کیجیے گا نظر جو کیجیے خودی کی جانب
کہ اہلِ حق خوب جانتے ہیں ہے سب یہ قدرت اُسیکی جانب
غرورِ حسن آپ کو نہ پھیرے کہیں رہ کجروی کی جانب
ہوا ہے گر شوق آئینے کا تو رُخ رہے راستی کی جانب
مثالِ عارض صفائی رکھنا بہ رنگِ کاکل کجی نہ کرنا

یہ منزلِ ہفت خواں ہے ایسی ہزار رستم بھی ہیں ترستے
کہ لاکھوں رنج و غم و الم کے ہیں ابر ہر دم یہاں برستے
ہر اک خس و خار بھی مقرر ہیں دل کو بن بن کے مار ڈستے
بُری ہے اے داغ راہِ اُلفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

قدم جو رکھتے ہیں یاں معلی ہمیشہ ہیں یاں جا کے پھنستے
تپ جدائی کے سوز و غم سے دل و جگر اُنکے ہیں بھلستے
بجائے آبِ سحابِ رحمت ہیں اُنپہ شعلے شرر برستے
بُری ہے اے داغ راہِ اُلفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

اگر یہ ڈر ہے کہیں نہ بہکاؤ تم بھی واں جا کے ہم سے خائن ۔۔۔ لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمہیں بھی اس انجمن میں لیکن

ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

مزاج ہے جنکا لاابالی پھنسے ہیں ہم ہائے ان کے بس میں ۔۔۔ ستم شعاری میں ہیں وہ یکتا نہیں ہے اک آن کوئی بس میں

نہیں ہے کچھ اعتبار انکا اگر وہ کھائیں بھی لاکھ قسمیں ۔۔۔ کہاں کا آنا کدھر کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں

وہاں ہے وعدہ کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا

عجب ہے دربار انکا عالی نہیں ہے کچھ دم زدن کی طاقت ۔۔۔ خموش رہنا ہزار بھی ہو دلِ حزیں پر اگر مصیبت

نہیں ہے ممکن کہ اُن کے آگے کلام و شکوہ کی آئے نوبت ۔۔۔ بیانِ دردِ فراق کیسا کہ ہے وہاں اپنی یہ حقیقت

جو بات کرنی تو نالہ کرنا نہیں تو وہ بھی کبھی نہ کرنا

کرو نہ غیروں کی کچھ سفارش ستم نہ ہو جائے رحم بیجا ۔۔۔ نہ کرنا پاسِ خوشامدی کچھ تلف نہ ہو جائے حق ہمارا

کہو گے گر سیدھی سیدھی ہم سے خدا تمھارا بھلا کریگا ۔۔۔ ہمارا ہے ناصحو تمہیں پر تمام اب اسکی منصفی کا

ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نہ کرنا

ہماری ہستی کو میٹ دینا اگر ہے مقصود ہی تمہارا ۔۔۔ تو قتل کرنے سے پیشتر ہی دکھا کے رخ کا ہمیں نظارا

چلا کے تیرِ نگاہ ابرو کی تیغ کا کر کے اک اشارا ۔۔۔ ہلاک اندازِ وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا

غمِ جدائی میں خاک کر کے کہیں عدو کی خوشی نہ کرنا

سمجھتے تھے یہ رفیق بنکر رہے گا [illegible] ۔۔۔ نہ جانتے تھے کہ بھاگ جائیگا وہ یہاں ہم سے ہو کے انجان

بنا ہے حسرت کہ کیوں صحبت میں [illegible] ۔۔۔ ہم اک شکستہ کلی کا انکی بنا کے دل کو ہوئے پشیماں

یہ حضرتِ خضر کو جتا دو کسی کی اب رہبری نہ کرنا

مخمس بر غزل نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

تمہارا شیوہ ہی لازمی یہ کہ ظلم سب بے قرینہ کرنا
تو چاہیئے تمکو عاشقوں کی میاں رعایت ہی ذرہ نکرنا
سوائے سختی کے بات بھی کچھ ملائم اور نرم سی نکرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نکرنا
تمہیں قسم ہی ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نکرنا

نہیں ہی منظور آپکو گر تو ہمسے کچھ بات ہی نکرنا
ادائے رسم ستمگری میں کبھی ذری کوتہی نکرنا
ستانا اور دل دکھانا اور ظلم ہمپہ یہ سب بے قرینہ کرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نکرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نکرنا

نہیں ہی گر مرضیِ مبارک ہماری خاطر ذری نکرنا
مخالفِ شانِ دلربائی کبھی کوئی کام ہی نکرنا
ہے اسمیں عینِ خوشی ہماری کہ آپکی ناخوشی نکرنا
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نکرنا
تمہیں قسم ہی ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نکرنا

بخوفِ افشائے راز ہرگز زیادہ رونا نہ غل مچانا
مگر ادا رسم تعزیت کی بظاہر اتنی تو کر دکھانا
کہ مثل غیروں کے حسبِ موقع بنا کے کچھ اور ہی بہانا
ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نکرنا

سمجھتے ہیں ہم تو تم کو اپنا رفیق جانی رازدار باطن
شفیق و مخلص محب و ہمدم یگانہ دوستی و محسن

کچھ معلّیٰ کا انہیں حال سنا دیجے

فرش سے تا عرش عالم میں یہ پیارا عشق ہے
عاشقوں کی جان معشوقوں کا پیارا عشق ہے

ہم پیارے عشق کے ہم کو پیارا عشق ہے
ساری دنیا سے نرالا یہ ہمارا عشق ہے

دو جہاں میں اور کیا رکھا ہے اِن دو کے سوا
حُسنِ روز افزوں تمھارا یا ہمارا عشق ہے

کر دئے صد ہا جلا کر جس نے گھر خاکِ سیاہ
آتشِ برقِ تجلی کا شرارا عشق ہے

ہے ظہورا ہر طرف ہر جا ہمارا دیکھ لو
کرتا یوں آنکھوں سے ہر جانب اشارا عشق ہے

عاشقوں کی کیوں نہ پیشانی میں چمکے مثلِ ماہ
آسمانِ اوجِ وحدت کا ستارا عشق ہے

کیوں نہ اِس کے عاشق و معشوق ہوں حلقہ بگوش
گوشِ وحدت آشنا کا گوشوارا عشق ہے

عشق کیا ہے کیا کہوں تم کو حقیقت عشق کی
جسقدر سوچو وہی مضموں تمھارا عشق ہے

سب کرشمے عشق کے ہیں ناز و انداز و نیاز
وجہ ایجادِ دو عالم یہ ہمارا عشق ہے

باغ سینے میں کھلائے داغِ دل کے سیکڑوں
گلشنِ توحید کا وہ گُل نرارا عشق ہے

بھاگتے ہیں عشق کے سایہ سے سارے بوالہوس
ہے وہی انساں جسے اے دِل گوارا عشق ہے

کافر و دیندار کے جھگڑوں سے ہمکو کیا غرض
دین و ایماں مذہب و ملت ہمارا عشق ہے

کیوں نہ دیکھیں رہروانِ عشق ہر دم سختیاں
وادیٔ راہِ خدا میں سنگِ خارا عشق ہے

عاشق و معشوق صد ہا اِس نے مارے آج تک
مردِ میدانِ شجاعت یہ ہمارا عشق ہے

قطرۂ ناچیز کیا اُس کی حقیقت پا سکے
اے معلّیٰ بحرِ ناپیدا کنارا عشق ہے

اگر کسی سے خلاف دیکھیں عدو کسی کو بنائیں کیونکر
فیصل سارے جو دوست کے ہیں تو وجہ رنج و ملال کیا ہے
ندو اگر تم پناہ ہم کو کدھر کو جائیں بتاؤ صاحب
کہ دوسرا پھر سوا تمھارے ٹھکانہ کس جا مآل کیا ہے
رقیب نے گر نہیں سکھایا تو پھر یہ کیسی رکاوٹیں ہیں
بتاؤ ملنے میں دیر کیوں ہے یہ ہم سے ہر وقت ٹال کیا ہے
مزاج اُن کا ہے لاؤبالی کریں گلہ اُن کا کیا کسی سے
کبھی انھوں نے نہ یہ بھی پوچھا کہو معلّیٰ یہ حال کیا ہے

وصل کا منہ پہ بھی مذکور نہ آنے دیجے
گر نہیں آپ کو منظور تو جانے دیجے
استقدر غیر کے گھر جانے میں جلدی کیا ہے
کشتۂ ناز کا لاشہ تو اُٹھانے دیجے
کیجیے وہ بات کہ ہو منتِ عشق نہ بگاڑ
شیخ کو بیٹھے ہوئے باتیں بنانے دیجے
حضرتِ دل رہیں آپ اپنی وفا میں صادق
جھوٹی قسمیں وہ اگر کھاتے ہیں کھانے دیجے
زیرِ خنجر ہے گلا قتل میں جلدی کیا ہے
طاقِ ابرو کی طرف سر تو جھکانے دیجے
رخ ابھی اوٹ سے چلمن کی نہ کیجے باہر
مہر و مہ کو بھی مقابل ہیں تو آنے دیجے
جو ستم مجھپہ محبت میں ہوا خوب ہوا
اُس کا اب ذکر ہی کیا چھوڑیے جانے دیجے

حضرتِ دل ہمیں بچپن نہ کیجے اتنا

کعبہ میں بت میں حرم میں دیر میں
ہر جگہ جلوہ دکھایا یار نے

آپ آدم جنت و گندم بنا
اوج کو پستی میں لایا یار نے

جزو و کل میں الغرض دکھلا کے رُخ
آپ کو اپنے میں پایا یار نے

اے معلّیٰ رہ کے گردن کے قریب
نحنُ اقرب کہہ سُنایا یار نے

پڑھے ہیں قرآں میں نحن اقرب بیانِ دوری کا حال کیا ہے
ہمیں تو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ ہجر کیا ہے وصال کیا ہے

تمھارے ابرو و رُخ کے آگے مثالِ بدر و ہلال کیا ہے
اگر یہ دونوں کمال پر ہیں تو وجہ نقص و زوال کیا ہے

میں کیا کہوں اُن کی شکل کیسی ہے حُسن کیسا جمال کیا ہے
جو حُسن ہو حُسن بے مثالی جہاں میں اُس کی مثال کیا ہے

اے معدنِ لطف و کانِ رحمت تمہارے فضل و کرم کے آگے
متاعِ دنیا کی کیا حقیقت یہ دولت گنج و مال کیا ہے

نکالو خنجر نہ تم کہے کہ ہم تو کشتے نگاہ کے ہیں
مرے ہوئے دل کے مارنے میں تمہارے صاحب کمال کیا ہے

کرو مجھے قتل یا کہ چھوڑو ہے ہر طرح اختیار تم کو
کرے جو کچھ گفتگو ذرا بھی کسی کو اِس میں مجال کیا ہے

ہماری حالتِ بیتابیٔ دل / ذرا پوچھو کراماً کاتبین سے
ہمارا دل بتوں کا گھر بنا ہے / نہیں کم خانۂ ارژنگِ چین سے
خمارِ عشقِ مہ رویاں کی مستی / ہے افزوں تر شرابِ آتشیں سے
سنبھل کر ذبح کر عشاق کا خوں / لپٹ جائے نہ تیری آستیں سے
کرے گا دست بوسی قتل کے بعد / لپٹ کر خون اُن کی آستیں سے

غزل اک نعتیہ لکھ کر معلیٰ
صِلہ بخشش کا مانگو شاہِ دیں سے

جلوہ حسب بنا دکھایا یار نے / مجھکو اپنے سے بھلایا یار نے
صورتِ کثرت میں دکھلا کر ظہور / نقشۂ وحدت جمایا یار نے
خود انا الحق کہہ کے پھر منصور کو / لا کے سولی پر چڑھایا یار نے
آپ ہی خود لیلیٰ و مجنوں بنا / ہم کو دیوانہ بنایا یار نے
غیریت کثرت کا پردہ ڈالکر / رازِ وحدت کا چھپایا یار نے
نیست اور نابود تھا سارا جہاں / عالمِ ہستی میں لایا یار نے
بنکے خود نمرود۔ نار اور خود خلیل / باغ آتش کو بنایا یار نے
بنکے یوسف۔ کارواں اور چاہ خود / مصر میں شہرہ مچایا یار نے
خود عصا اور بنکے موسیٰ اژدھا / طور پر جلوہ دکھایا یار نے
ناز عشوے یار کے کیا کیا کہوں / رنگِ بیرنگی جمایا یار نے

عجب اُس شوخ کی رعنائی ہے
جس کی ہر آنکھ تماشائی ہے

کیا مقابل ہو مری وحشت کے
قیس اک مردم صحرائی ہے

کوئی کیا سمجھے وجود عالم
عین کثرت میں جو یکتائی ہے

اپنا آفاق میں دکھلا کے ظہور
کیوں پسند آپ کو تنہائی ہے

خاص اُسی کے ہیں سب اوصاف کمال
زیب اُسی کیلئے زیبائی ہے

ہے سرِ زلف میں مائل جو مدام
شامت اِس دل کی مگر آئی ہے

ذکرِ توحید کا اللہ رے اثر
میں ہوں اور گوشۂ تنہائی ہے

کسطرح رنج مصیبت کا سہے
صبر دل کو نہ شکیبائی ہے

آب گریہ جو ہے آنکھوں میں محیط
مردمک مردم دریائی ہے

کوئی قاتل کا ہے کیوں قصد ولا
کیا اجل سر پہ ترے آئی ہے

بے نشانی سے عیاں اُسکا نشاں
گرچہ معشوق وہ ہرجائی ہے

زندہ کرتے ہیں دلِ مردہ کو
لب میں اعجازِ مسیحائی ہے

جنکے اوصاف عیاں کثرت میں
اُن کی بے مثل یہ یکتائی ہے

اے معلّیٰ مجھے فرقت کے سوا
خوف ذلت غم رسوائی ہے

ڈرو اِس نفسِ مار آستیں سے
نہ نکلے اژدہا بنکر کہیں سے

یہ شوخی کہہ رہی ہے نقش پا کی
اُڑیں گے آسماں پر ہم زمیں سے

فکرِ خلاص کیا کرے مرغِ نظر مرا
سختی کے وقت کس سے رفاقت کی ہو امید
حکمت سے اُس کی شادی و غم کا ہے سب ظہور
دیتے ہیں دو جہاں تری یکتائی کا ثبوت
کیوں ہم رہیں اُسی کے نہ محتاج منعمو
جور و جفا پہ تم کو جو الزام دے سکے

ہر سو بچھا ہوا تری زلفوں کا جال ہے
سایہ بھی اپنا ساتھ نہ وقتِ زوال ہے
کچھ موقعِ خوشی ہے نہ جائے ملال ہے
ہر شئے سے جلوہ گر ترا حسن و جمال ہے
دیتا وہ نعمتیں جو ہمیں بے سوال ہے
مقدور ہے یہ کس کا یہ کس کی مجال ہے

فیض جناب فیضِ معلی یہ کم نہیں
جلسہ جو اُن کے عرس کا ہر ایک سال ہے

غمِ فرقت میں گرفتار رہیں کن کے اُن کے
گرم اب حسن کے بازار رہیں کن کے اُن کے
برہمن ہی نہیں ہر شیخ ہے اُن کا ذاکر
عشوہ و ناز و کرشمہ خط و خال و ابرو
گلرخوں کا جو خیال آتا ہے دل میں دمِ خواب
صاف اے چرخِ کہن تیری ستمگاری ہیں
وہ مخالف رہیں ہر چند ہمارے لیکن

وصل کے ہم جو طلبگار رہیں کن کے اُن کے
جان سے لوگ خریدار رہیں کن کے اُن کے
سبحہ ہیں رشتۂ زنّار رہیں کن کے اُن کے
قتل کو غمزۂ خونخوار رہیں کن کے اُن کے
نوکِ مژگاں خلشِ خار رہیں کن کے اُن کے
نظر آتے سے مجھے اطوار رہیں کن کے اُن کے
عشق میں ہم تو گرفتار رہیں کن کے اُن کے

لوگ یوسف کے خریدار معلی تھے کبھی
اب اگر ہیں تو خریدار رہیں کن کے اُن کے

تیری فرقت میں جانِ عاشق زار — تلملاتی ہے تلملاتی ہے
وقتِ تصنیف شعر رک رک کر — طبع کیوں ہم کو آزماتی ہے
اے فلک مجھ کو تیری نیرنگی — رنگ ہر دم نیا دکھاتی ہے
لاکھ غم کھائیں عاشقِ جاں باز — کب بلا ان کی رحم کھاتی ہے
فتنہ گر تیری آنکھ کی شوخی — ہر دم آفت نئی دکھاتی ہے
کہتے ہیں وقت ذبح رکھ کے قدم — کس قدر سخت انکی چھاتی ہے
بے طلب دیں وہ نعمتیں تم نے — جن کے مانگے سے شرم آتی ہے

ہے معلیٰ غلام اُس در کا
جس سے سب خلق فیض پاتی ہے

یاں کس کو آرزوئے پر تکال ہے — ساقی دے وہ شراب جو دیں میں حلال ہے
ملنا جہاں میں اہلِ وفا کا محال ہے — قحط الرجال مردم صاحب کمال ہے
کثرت میں جلوہ گر تری وحدت کمال ہے — احول کو بھی دوئی نظر آنی محال ہے
سیماب کی نہ برق تپاں کی مثال ہے — بتلائیں کیا جو اِس دلِ مضطر کا حال ہے
چتون غضب ہے زلف بلا فتنہ چال ہے — ان آفتوں سے دل کا بچانا محال ہے
وحدت کا جن پہ ہو گیا کشف حال ہے — اُن کی نظر میں کثرت عالم خیال ہے
طرفہ قتل کرکے مکرنے کی چال ہے — کہتے ہیں کس کی یہ خبر انتقال ہے
آئے ہیں میرے قتل کو لے خنجر و سلاح — اپنی ادا پہ اُن کو بھروسہ کمال ہے

دے نہ ہر دم غیر کو بھر بھر کے ساقی جامِ عیش
دم محبت کا تری ہم عمر بھر بھرتے رہے

تھی ہمیں نفرت وجودِ غیریت سے اسقدر
زندگی میں اپنے سایہ سے بھی ہم ڈرتے رہے

کیوں نہ اپنے جذبِ دل کا دوستو ممنون ہوں
وصل کی شب تجھ سے وہ باتیں بہت کرتے رہے

کیوں رقیبِ روسیہ ہنستا ہے رونے پر مرے
خوفِ ہجراں جسکو ہو پھر کیوں نہ وہ ڈرتے رہے

کیا بچائیں جسمِ کاہیدہ کو چشمِ یار سے
کشتِ اُمید اپنی یہ دونوں اگر چرتے رہے

گر یہی دو روزہ ہے انجام کارِ زندگی
ایسے جینے پر معلّیٰ آپ کیوں مرتے رہے

دیکھنے میں جو چیز آتی ہے
سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے

دھیان میں زلف کے شبِ فرقت
بنکے ناگن مجھے ڈراتی ہے

کس کو دیکھوں بُری نگاہوں سے
سامنے تیری صورت آتی ہے

میں جو خوفِ غضب سے روتا ہوں
رحمتِ حق مجھے ہنساتی ہے

کہنے والا ہے یا الٰہی کون
بات دل میں کدھر سے آتی ہے

انقلابِ جہاں سے ہے ثابت
کہ ثبات اپنا بے ثباتی ہے

گر نہیں ان میں یار کا جلوہ
کیوں حسینوں پہ جان جاتی ہے

ہمکو اے رشکِ یوسفِ کنعاں
چاہ تیری کنوئیں جھنکاتی ہے

ہو چکی اُن کے انتظار کی حد
دیکھیے موت بھی کب آتی ہے

صورتوں میں تمام عالم کی
ایک صورت ہی ہم کو بھاتی ہے

بھر دستہ معمور ہے کیوں وفورِ بال پر تم کو
نکل جائیگی دو دن میں جو یہ آنکھوں میں مستی ہے

نمودِ صبحِ پیری ہے اُٹھو اب خوابِ غفلت سے
اجل سر پر معلیٰ ہر گھڑی آوازہ کستی ہے

زلفوں میں اژدھا سے بھی شوخی بلا کی ہے
صورت اگرچہ حضرتِ موسیٰ عصا کی ہے

بچتے رہو رقیب کی سرگوشیوں سے تم
عادت اُسے قدیم سے اِس افترا کی ہے

نظروں میں یہ دیکھتے ہیں زر و خاک یکساں
بوٹی ہمارے پاس عجب کیمیا کی ہے

ہو وقت ہو اگر سرِ تسلیم خم تو کیا
کہنے کو ہم بھی کہتے ہیں حالت رضا کی ہے

قُل یا عبادِ قلقلِ مینا کی ہے صدا
مٹی سبوئے مے میں کسی پارسا کی ہے

جس جائے آسمان سے برستی ہے بیکسی
مرقد تمھارے کشتۂ ناز و ادا کی ہے

پابندۂ دامِ زلف ہیں روزِ الست سے
تسبیح رات دن ہمیں قالوا بلیٰ کی ہے

ہوتے ہیں نام لیتے ہی اپنی خودی سے محو
تاثیر کچھ عجیب ہی ذکرِ خدا کی ہے

کیجیے معلیٰ اک غزلِ نعتیہ رقم
مجلس یہ فیض بخش کسی رہنما کی ہے

گرچہ دنیا میں بُرے سب کام ہم کرتے رہے
پر دمِ آخر تک اے بت دم ترا بھرتے رہے

وصل کی شب شکوۂ شامِ جدائی کیا کریں
اُلٹے الزامات سب ہم پر ہی وہ دھرتے رہے

سایۂ دیوار میں تیرے ہے تاثیرِ ہُما
سب ہی خواہاں مگس رانی مری کرتے رہے

عشق کی منزل کڑی ہے اے جنابِ خضر ہم
اس لیے اس راہ میں ڈر کر قدم دھرتے رہے

معلّیٰ اُس زمیں سے کیوں نہ بکّلی نور کے ابھریں
مزارِ فیض پر اللہ کی رحمت برستی ہے

خیالِ غیریت پر خود حقیقت اپنی ہنستی ہے
یہ سب کثرت نما ایک اُسی یکتا کی ہستی ہے

نہیں ہم دیکھتے اسکو یہ جسکی عینِ ہستی ہے
سمائی اپنی آنکھوں میں عجب غفلت کی مستی ہے

یہ مثلِ شعلۂ جوّالہ موہوم اپنی ہستی ہے
وجودِ دائرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے

جو ہر دم آمد و رفتِ نفس کی تیز دستی ہے
کسوٹی پر زرِ قلب اے معلّیٰ اپنا کستی ہے

اسیرِ شادی و غم دیکھکے دنیا کے کاموں میں
ہمارے حال پر روتی ہے قسمت موت ہنستی ہے

نہیں بے سود پیشِ حق ہماری گریہ زاری
گہر بنتے ہیں نیساں کی جھڑی جسدم برستی ہے

توجہ رحمتِ حق کی نہو کیوں خاکساروں پر
کہ عزمِ ابرِ باراں بھی ہمیشہ سوئے پستی ہے

ہمارا دل ہو یارب نورِ روزِ وصل سے روشن
شبِ تاریکِ فرقت بنکے ناگن ہمکو ڈستی ہے

پھنسے ہیں مثلِ دیوانوں کے دامِ زلف میں آکر
خمارِ بادۂ روزِ ازل کی جوشِ مستی ہے

ہمارے جنسِ دل کی آپ قیمت پوچھتے کیا ہیں
متاعِ مفت ہے لیجیے نہ مہنگی ہے نہ سستی ہے

رولاتا ہے جو یہ چرخِ ستمگر خستہ حالوں کو
ہماری آہ مثلِ برقِ خاطف اُس پہ ہنستی ہے

غریبوں پر الٰہی ابرِ رحمت جلد نازل کر
تپِ فرقت کی سوزش سے ہماری جان جھلستی ہے

ہوا معلوم ہمکو پہنچے جب شہرِ خموشاں پر
وطن ہے عاشقوں کا اور وہ زندوں کی بستی ہے

جو آتے ہیں یہاں خستہ گریباں چاک رہتے ہیں
مقامِ عشق ہے یا عینِ دیوانوں کی بستی ہے

سمجھتے ہو وجودِ خلق کو جو مستقل بالذات
نہیں ہے حق پرستی بلکہ یہ صورت پرستی ہے

خم ابرو کے تصور میں بہ ہنگام نماز
طائر دل بھی مرا قبلہ نما ہوتا ہے

اُس مہ برج رسالت کا ہو کیا حسن بیان
مہر بھی جسکے مقابل میں سُہا ہوتا ہے

کیوں نہ حاصل ہو اسے بحر مصیبت سے نجات
ناخدا کشتی عاشق کا خدا ہوتا ہے

کوئی عالم میں نہیں پیش نظر اُس کے سوا
وہی ہر چیز میں خود جلوہ نما ہوتا ہے

بھر دے دامن دُرِ مقصد سے الٰہی میرا
تیری درگاہ سے رد دست دعا ہوتا ہے

اے معلّی وہ تو زخموں پہ چھڑکتے ہیں نمک
دیکھیں کیا حق نمک تم سے ادا ہوتا ہے

ہر کوئی خود پرست اور کوئی محو بت پرستی ہے
عجب کیفیت جوش شراب جام ہستی ہے

نظر دیدار کو جس کے مری ہر دم ترستی ہے
اُسی معشوق ہرجائی کی صورت دلمیں بستی ہے

ڈراتے ہو جو اُس سے ڈنکے اژدر دلکو ڈستی ہے
عصائے موسوی ہے یا تمھاری چوب دستی ہے

جو ہر دم بیکسی گور غریباں پر برستی ہے
ید قدرت کے آگے التجائے تنگدستی ہے

دہان خندۂ دنداں نما سے زخم ہنستے ہیں
کمر جب قتل عاشق پر تمھاری تیغ کستی ہے

فقط اک جنبش ابرو سے لاکھوں قتل ہوتے ہیں
یہ ترک چشم کے ہاتھوں میں شمشیر دو دستی ہے

جو اس کی سیر کو جاتے ہیں وہ واپس نہیں آتے
عدم آباد بھی کیا پُر فضا دلچسپ بستی ہے

ادائے خنجر قاتل کا دہان زخم کرتے ہیں
نگاہ تیز کی شمشیر جب دل پر برستی ہے

ذرا چلکر تو عبرت کی نگہ سے منعمو دیکھو
زمیں میں جس جگہ قاروں کی دولت دھنستی ہے

اس آفت سے نہیں ممکن ہے بچنا زلف پُرفن کی
عجب دام بلا ہے جان عاشق جسمیں پھنستی ہے

کیا ہم نے وہی جو آپ نے باطن میں کہا
حکم ہم سے تو کبھی آپ کے ٹالے نہ گئے

عمر سب گردشِ گردوں سے تردد میں کٹی
تا دمِ زیست مرے پاؤں کے چھالے نہ گئے

آدمی جان کے اس بت نے نکالا گھر سے
ایسی ذلت سے تو آدم بھی نکالے نہ گئے

نہیں ملتا جو پتہ دل کا مرے پہلو میں
کہیں مہندی کے تو چور اسکو چرا لے نہ گئے

ساغرِ دیدہ ہوں کیا شربتِ دیدار سے سیر
آبِ گریہ سے ابھی تک وہ کھنگالے نہ گئے

جانے والے ہی تھے گر ملکِ عدم کو احباب
مجھ کو اللہ کے کیوں کر کے حوالے نہ گئے

شادیٔ وصلتِ دلدار پہ کیا ناز کریں
گلِ داغ اپنے سروں پر سے اچھالے نہ گئے

ہاتھ خالی جو گئے زیرِ زمیں اہلِ دول
مال و زر ساتھ ہی کیوں اپنے اٹھالے نہ گئے

گئے اس سال مدینے کو جو احباب بہت
کیوں معلّی کو بھی ہمراہ بلالے نہ گئے

کیا کہوں میں جو محبت میں مزا ہوتا ہے
دل سے پوچھو کہ وہ سو جاں سے فدا ہوتا ہے

کیا کہوں عشق کے آزار میں کیا ہوتا ہے
ایک ناقابلِ اظہار مزا ہوتا ہے

جب مرے اشکوں کا طوفان بپا ہوتا ہے
کشتیٔ نوح کا بھی ہوش ہوا ہوتا ہے

نعمتیں اس پہ دو عالم کی تصدق کیجیے
کچھ مزا دردِ محبت میں سوا ہوتا ہے

کہیں بیمارِ محبت کو شفا ہوتی ہے
گر مسیحا بھی اتر آئیں تو کیا ہوتا ہے

اس ستمگر کی پلٹ جاتی ہے جب ترچھی نگاہ
انقلابِ اثرِ ارض و سما ہوتا ہے

کس کی تعریف کریں کس کا کریں عیب بیاں
قدرتِ حق سے جو ہوتا ہے بجا ہوتا ہے

پر غضب ہو کر نہ دکھلا آنکھیں ظالم تو مجھے
شیر بن بن کر ڈرا دیتے ہیں یہ آہو مجھے

جلوہ اپنا ہی دکھا دے اے میاں ہر سو مجھے
جس طرف دیکھوں نظر آجائے تو ہی تو مجھے

نکہتِ گیسو تری پھیلی ہے عالم میں تمام
ہر گلِ گلزار سے آتی ہے تیری بو مجھے

کیا کسی کے حال پر ہنسنے کی فرصت مل سکے
چین دیتے ہیں کہاں اک لحظہ یہ آنسو مجھے

تیرے فضلِ بیکراں کے آگے ادنیٰ بات ہے
کر دے اپنی ہی طرف گر خلق سے یکسو مجھے

تیری قربت کے سوا ہونے نہ دیتا کچھ رقم
کچھ مری تقدیر پر ہوتا اگر قابو مجھے

آتشِ فرقت کی گرمی سے تپاں ہوں مثلِ برق
چین بے چینی نہیں دیتی کسی پہلو مجھے

رات دن ہے شعبدہ بازی میں دل بھی مبتلا
نرگسِ جادو نے کچھ ایسا کیا جادو مجھے

جلد دکھلا جلوۂ رخ تا ملے تسکینِ دل
ایک مدت سے پریشاں کرتے ہیں گیسو مجھے

دشنہ و خنجر یہاں لانے کی کچھ حاجت نہیں
قتل کو کافی ہے تیری جنبشِ ابرو مجھے

باغِ عالم میں نظر آئے نہ کوئی دوسرا
گل کو بھی دیکھوں تو ہو نظارۂ گلرو مجھے

بیخودی میں اسقدر اپنی خودی سے بیں رہوں
کچھ نظر آئے نہ جز شانِ مقامِ ہو مجھے

دو جہاں سے عشق میں مجھ کو نہیں کچھ واسطہ
ہے معلّی رات دن یادِ رخ و گیسو مجھے

تو نے کن کن کو فلک جنکے اڑائے نہ گئے
کتنے دنیا سے مرے ناز کے پالے نہ گئے

ہائے گردش میں پری رویوں کی ڈالے نہ گئے
دل کے ارمان کبھی حیف نکالے نہ گئے

دشت گردی نے تو دم لینے کی فرصت بھی نہ دی
بیٹھ کر پاؤں سے کانٹے بھی نکالے نہ گئے

حُسنِ خورشید چُھپ نہیں سکتا — لاکھ پردہ کیا کرے کوئی
دلِ بیتاب تیری حالت سے — ہو نہ واقف خدا کرے کوئی
ہوں جو بیماریٔ گناہ سے تنگ — اس مرض کی دوا کرے کوئی
اُن کے ہی ہیں صفات کامل سب — کیا کسی کی ثنا کرے کوئی

اے معلّیٰ یہی دُعا ہے مری
مجھ سے مجکو جدا کرے کوئی

تجلّی صبحدم پھیلے جو اُن کے روئے انور کی — تو ٹھنڈی گرمیٔ ہنگامہ ہو خورشید خاور کی
تغافل کا گلہ ہے اور نہ شکوہ ہے نہ آنیکا — یہ سب خوبی ہے اے وعدہ شکن تیرے مقدر کی
کسی کے کوسنے کا بعد مردن یہ اثر دیکھو — عزیزوں نے بنائی قبر میری سنگِ مرمر کی
جہاں دیکھو وہاں اربابِ دولت کی ستایش ہے — کسی جا قدر دُنیا میں نہیں ہوتی ہے بے زر کی
جہاں دیکھے ہزاروں کشتۂ ابرو نظر آئے — غضب کی باڑھ ہے ظالم تری تیغِ دو پیکر کی
رقیب روسیہ نے کچھ نہ کچھ ہی پڑھائی ہے — جو ہے برہم طبیعت مثلِ گیسو ہے دلبر کی
سحر سمجھا کوئی نورِ شبِ قدر اس کے جلوے کو — مؤذن نے صدا دھوکے میں دی اللہ اکبر کی
مرا مضمونِ بیتابی اُڑا لیجائیگا نامہ — خوشامد مجھ کو قاصد کی نہ کچھ خواہش کبوتر کی

بتوں کو اے معلّیٰ ہے برا دل میں جگہ دینا
کرو توقیر اے مردِ خدا اللہ کے گھر کی

قتل ہوتے دم نہ تڑپا تشنہ کامی تو مجھے — دیکھ آبِ خنجرِ قاتل نہ ہوا چھونے مجھے

ہماری عمر کے بڑھتے ہیں جتنے دن سمجھ رکھو
کہ سوئے گور بڑھتا ہے قدم آہستہ آہستہ

ریاضت ایک مدت تک کرنے پر مقصود ملتا ہے
جبیں میں بھرتا ہی خالق بھی دم آہستہ آہستہ

ہر اک مشکل میں رحمت اسکی سبقت کر ہی جاتی ہے
کہ کم ہوتا ہے یہ دردو الم آہستہ آہستہ

سوا لیہ بلا نہ جنبی د مخلوق سب یارب
تری توحید کا بھرتی ہے دم آہستہ آہستہ

نہیں معلوم واں کیا جذب مقناطیس کا ہے
کھچے جاتے ہیں سب سوئے عدم آہستہ آہستہ

دل وحشی نہ کیوں آرام پائے دام گیسو میں
کہ بے ڈر پھرتے ہیں صید حرم آہستہ آہستہ

غم فرقت بدل جائیگا آخر وصل جاناں سے
نکل جائیں گے سب رنج و الم آہستہ آہستہ

خفی ہو یا جلی ذکر خدا سے ہو نہ تو غافل
بگوش زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ

اثر ہوتا چلا ایک ایک علم حق کا عالم میں
ہوا جب لوح پر جاری قلم آہستہ آہستہ

بلاتے ہیں وہ غیروں کو جو ابرو کے اشارے سے
چلاتے مجھ پہ ہیں تیغ دو دم آہستہ آہستہ

نکر اس دولت دو روزہ پر منعم غرور اتنا
نکل جائیگا یہ جاہ و حشم آہستہ آہستہ

گدائی سے در ساقی کی ہوگی کیف حاصل
بنا مدت میں کامل جام جم آہستہ آہستہ

دعا کرتے ہی دیکھو اے معلی عرش اعظم پر
پہنچ جائیگا اپنا بھی علم آہستہ آہستہ

وہم کی کیا دوا کرے کوئی
بدگمانی کو کیا کرے کوئی

لاکھ جور و جفا کرے کوئی
پر نہ اف بھی ذرا کرے کوئی

ان بتوں سے ستم شعاری کا
کیا تدارک خدا کرے کوئی

عدم سے آئے تھے جسطرح ہم آہستہ آہستہ
اُٹھی ہیں پھر ہوئے جاتے ہیں ضم آہستہ آہستہ

گنہگاروں پہ جب ہوگا کرم آہستہ آہستہ
چلے جائیں گے وہ سوئے اِرم آہستہ آہستہ

خدا کے کام اطمینان سے جاری ہیں عالم میں
دمِ تحریر چلتا ہے قلم آہستہ آہستہ

نہ شادی مرگ ہو جائے کہیں اسواسطے ہم پر
خدا کا ہوتا ہے فضل و کرم آہستہ آہستہ

جو ظلِ امنِ خالق میں ہیں وہ بیخوف ہستے ہیں
کیا کرتے ہیں رم صیدِ حرم آہستہ آہستہ

نہیں حکمت سے خالی یہ جو مقدار ہیں معین ہیں
غذا دیتا ہے حق قدرِ شکم آہستہ آہستہ

مصیبت میں ہے لازم صبر پہلے سے کہ آخر خود
دلوں سے دور ہو جاتا ہے غم آہستہ آہستہ

خیالاتِ بتاں دل کرتے کرتے حق کو پائیگا
بنے گا کعبہ یہ بیت الصنم آہستہ آہستہ

نہ کر غفلت دلا اِس سے کہ پیری میں غنیمت ہے
خدا کی یاد میں گزرے جو دم آہستہ آہستہ

نہ کیوں حد تک نباتات اور حیوانات نامی ہوں
خدا کا اُن پہ ہوتا ہے کرم آہستہ آہستہ

نہیں باقی معلیٰ تیزیٔ طبعِ جوانی اب
غزل اک اور بھی کیجے رقم آہستہ آہستہ

ضعیفی میں جو قد ہوتا ہے خم آہستہ آہستہ
یہ حسرت ڈھونڈتے ہیں عمر ہم آہستہ آہستہ

فنا ہو جائیگا جاہ و حشم آہستہ آہستہ
مٹا دنیا سے آخر جامِ جم آہستہ آہستہ

بگوشِ زیر یہ کہتا ہے بم آہستہ آہستہ
خدا کی یاد میں گزرے یہ دم آہستہ آہستہ

نکل جائے گا فرقت کا یہ غم آہستہ آہستہ
یہ رونا ہوتے ہوتے ہوگا کم آہستہ آہستہ

پھریں کیونکر نہ اُس جانب الیہ راجعون کہکر
صدائے ارجعی سنتے ہیں ہم آہستہ آہستہ

جانے حیرت ہے نظر آتے نہیں … نحن اقرب گرچہ فرماتے ہیں وہ
ثُمّ وَجۡہُ اللہ فرما کر ہمیں … جائے اپنی عرش تبلاتے ہیں وہ
گرچہ ہیں بے مثل و بے ہمتا ولے … شانِ تشبیہی بھی تبلاتے ہیں وہ
وصفِ بشری سے ہے ذات اُنکی بری … خود بشر کے وصف بتاتے ہیں وہ
کیوں نہ یکتائی پہ اُن کی غش ہو دل … وحدت اِس کثرت میں دکھلاتے ہیں وہ
لاتعین ہے اگرچہ اُن کی ذات … دِل میں مؤمن کے سما جاتے ہیں وہ
غیریت کا نام ہے باقی کہاں … آپ ہی خود غیر کہلاتے ہیں وہ
چڑھ کے سولی پر بھی جو عارف ہیں لوگ … کہنے سے کب حق کے شرماتے ہیں وہ
کیوں نہ جاں ہو اُن کی رحمت پر نثار … رزق مجرم کو بھی دلواتے ہیں وہ
دیکھکر ہم سے خطائیں سیکڑوں … حِلم سے اغماض فرماتے ہیں وہ
رکھتے ہیں جو لوگ اُن سے حُسنِ ظن … گرتے گرتے بھی سنبھل جاتے ہیں وہ
لَن تَرَانِی کہہ کے شکل نار میں … جلوۂ حسن اپنا دکھلاتے ہیں وہ
جرم سے مجھ پر خفا ہیں کیا کروں … خود نہ آتے ہیں نہ بلواتے ہیں وہ
ہیں جو علم معرفت سے بے نصیب … سُن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ
راہ وحدت میں سنبھل کر چل دلا … ٹیڑھے جو چلتے ہیں گر جاتے ہیں وہ

ہے معلّیٰ سخت راہِ معرفت
ہیں جو گمرہ ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ

دل میں کیا کچھ ہے نہ پوچھ اے ہمنشیں
پر زباں سے کچھ کہا جاتا نہیں

ہیں مجھے منظور قربت کے ستم
صدمۂ دوری مگر بھاتا نہیں

فرش سے تا عرش اُسی کا نور ہے
عیب بیں کو کچھ نظر آتا نہیں

وہ بُلاتے ہیں نہ آتے ہیں یہاں
اے معلیٰ دم نکل جاتا نہیں

ذکر اپنے لبوں پہ یہ بنا ہو
بندہ بندہ - خدا خدا ہو

دکھلائے جو رنگ وحدت اونکی
یکرنگ سبھی بُرا بھلا ہو

اپنے ہی نظارے میں ہیں وہ مست
کیا دخل وہاں پہ غیر کا ہو

دکھلائیں اگر جھلک وہ اپنی
عالم سب اک آن میں فنا ہو

زلفوں کا لیا جو دل نے بُوسہ
لِلّٰہ معاف یہ خطا ہو

ابرو کی دکھا کے اک جنبش
تلوار چلاؤ جس پہ چاہو

دنیا کی اگر ہوا پلٹ جائے
نا آشنا ہر اک آشنا ہو

دنیا ہے عجیب قحبۂ پیر
کیوں دوستو اس پہ تم فدا ہو

دنیا ہے یہ بیوفا معلےٰ
ایسی تو نہ کوئی بیسوا ہو

کب کسی کے سامنے آتے ہیں وہ
چھُپ کے چھَپ پردوں میں دکھلاتے ہیں وہ

گرچہ بیرنگی ہے اُن کی خاص شان
ہر جگہ رنگ اپنا دکھلاتے ہیں وہ

آرہا ہے جی میں رہ رہ کر مرے — دِل فدائے قامتِ بالا کروں
ہوں تردد میں کہ تسکیں کے لئے — کیا مداوائے دلِ شیدا کروں

ہے بلا کا اضطرابِ دل مجھے
کس طرف جاؤں معلیٰ! کیا کروں

کہتے ہیں مجھ سے لیکے وہ شمشیر ہاتھ میں — صد شکر آگیا میرا نخچیر ہاتھ میں
کیا چاہیں زر کو خاک نشینانِ کوئے یار — مٹی بھی گر اٹھائیں ہو اکسیر ہاتھ میں
کیا پوچھتے ہو زلف کے سودائیوں کی قید — پاؤں میں بیڑیاں ہیں تو زنجیر ہاتھ میں
عالم میں رعب داب ترے بانکپن کا ہے — رکھتا نہیں ہے کوئی بھی شمشیر ہاتھ میں
اُس بت کی خاک چھان کے میں جستجو کروں — نقشِ قدم کی پاؤں جو تصویر ہاتھ میں
کیوں ہم نے اُن کی زلف کو ناحق بھی چھیڑ کے — بیٹھے بٹھائے ڈال لی زنجیر ہاتھ میں
اتنی خطا ہوئی ترے پابوس ہم ہوئے — اب ہے ترے معافیٔ تقصیر ہاتھ میں

حالت یہ آج کل ہے معلیٰ کی دوستو
ہے خاک سر پہ یار کی تصویر ہاتھ میں

دل سے دھیان اُس شوخ کا جاتا نہیں — غیر کا ہرگز خیال آتا نہیں
ہر طرف اُس شوخِ یکتا کے سوا — دوسرا کوئی نظر آتا نہیں
ہے فقط جرمِ گنہگاری کا خوف — ورنہ میں مرنے سے گھبراتا نہیں
اس قدر محوِ جمالِ یار ہوں — مجھکو اپنا بھی خیال آتا نہیں

اُن کے کانوں تک پہنچ سکتی نہیں اُسکی صدا
بے اثر ہی میری سب یہ آہ و زاری کیا کروں

نیک و بد ظلم و ستم سارے خدا کے کام ہیں
اے بتو ہر دم شکایت میں تمہاری کیا کروں

سینۂ افسردہ میں دل کی تڑپ کا زور ہے
اُڑ چلا وحشی قفس کی اُستواری کیا کروں

بادۂ عشقِ بتاں سے دل ہے سرمستِ خمار
اے معلیٰ دعوۂ پرہیزگاری کیا کروں

صبر کب تک اے بُتِ رعنا کروں
دِل سنبھلتا ہی نہیں میں کیا کروں

کر رہا ہے دوست ہی جور و جفا
شکوہ پھر فرمائیے کِس کا کروں

خواب میں بھی وہ کبھی آتے نہیں
کیوں نہ میں سر پیٹ کر رویا کروں

ہر طرح اُس کی خوشی منظور ہے
کام بیجا یا کہ میں برجا کروں

جس پہ دِل سو جان سے قربان ہے
ہائے رنجیدہ اُسے کیسا کروں

شورشِ دل کم نہیں ہوتی کبھی
کس سے میں اس امر میں شورا کروں

جی میں آتا ہے کہ اُس کو رات دن
سامنے بٹھلا کے چپ دیکھا کروں

ایک دم بھر بھی دِلِ بیتاب پر
بس نہیں چلتا الٰہی کیا کروں

واں تو مرغِ وہم کے جلتے ہیں پر
کیا خیالِ صورتِ زیبا کروں

سخت تر دشوار راہِ عشق ہے
امرِ مشکل کی تمنّا کیا کروں

قد سے اُن کے کر رہا ہے ہمسری
سرو کو گلزار میں سیدھا کروں

وہ نہیں ملتا جو مرنے کے بغیر
مر نہ جاؤں تو کہو پھر کیا کروں

دنیائے بے ثبات کی سختی پہ رنج کیا
یہ رنجِ روزگار کبھی ہے کبھی نہیں

پوچھے جو کوئی حالتِ صبر و قرارِ دل
کہدونگا بار بار کبھی ہے کبھی نہیں

ہو امرِ بے ثبات پہ کیا دعوئ یقین
دل میں خیالِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

ہم اپنے اختیار پہ نازاں ہوں کسطرح
اِس دل پہ اختیار کبھی ہے کبھی نہیں

ساقی کی چشمِ مست نے جس دن سے کی کمی
کیفیت خمار کبھی ہے کبھی نہیں

بہرِ وصال وعدۂ فردا نہ کیجئے
جینے کا اعتبار کبھی ہے کبھی نہیں

کس طرح استقامتِ باطن نصیب ہو
دل کو مرے قرار کبھی ہے کبھی نہیں

کیا شکوۂ فراق و تمنائے وصل ہو
منظورِ طبعِ یار کبھی ہے کبھی نہیں

دل بستگی پہ اپنی معلّیٰ نہ روئیے
یہ چشمِ اشکبار کبھی ہے کبھی نہیں

اے طبیبو میں دوا لیکر تمھاری کیا کروں
دل نہیں تھمتا علاجِ بیقراری کیا کروں

تیغِ ابرو کا لگا ہے زخم کاری کیا کروں
خونِ دل ہو بنکے اشک آنکھوں سے جاری کیا کروں

کون ایسا ہے جو میرے گھر کی جانب پھیر لے
جاتی ہے غیروں کے گھر اُن کی سواری کیا کروں

ذاتِ یکتا کو ہے ان کی کثرتِ عالم پسند
سامنے غیروں کے ان سے رازداری کیا کروں

زخمِ دل مرجھا رہے ہیں پھر جنوں کا زور ہے
آرہا ہے موسمِ فصلِ بہاری کیا کروں

وصف لکھکر مدح خوانوں میں شریک انکے رہوں
اس سوا اُن کی ادا خدمتگزاری کیا کروں

جب کہا میں نے کرو کچھ رحم میرے حال پر
سُنکے کہتے ہیں نہیں عادت ہماری کیا کروں

معرفت پر نفس کی موقوف ہے عرفانِ حق
ظاہر و باطن کا جلوہ جان و تن میں کیوں نہیں

کوہِ سنگیں کے عوض وہ کوہِ غم ہی توڑتا
تیشۂ تقدیر دستِ کوہ کن میں کیوں نہیں

حشر تک بھی ہوش میں آتے نہ تیرے رند مست
دورِ جامِ عشق ساقی انجمن میں کیوں نہیں

ہے یہ وہ دامِ بلا ممکن نہیں جس سے خلاص
مرغِ دل پھر قیدِ زلفِ پرشکن میں کیوں نہیں

حشر میں موقوف ہے حب اُن کی الفت پر نجات
پھر کمال ایماں کا حبِّ پنجتن میں کیوں نہیں

گر نہیں ہے غمزہ و ناز و ادا پر اعتماد
تیغِ بُرّاں آج دستِ تیغ زن میں کیوں نہیں

پھر رہا ہے دوستی کا دم اگر نفسِ شقی
پھر شریکِ حال ہر رنج و محن میں کیوں نہیں

قیس بھی ہوتا اسیرِ لیلیِ زلفِ بُتی
ہوشیاری کا اثر دیوانہ پن میں کیوں نہیں

رہ مدینے کی نہ چھوڑا اے کشتیِ عمرِ رواں
رُخ ترے چلنے کا دریائے عدن میں کیوں نہیں

اُن کی ابرو کے اشارے سب ہلالِ عید ہیں
ماہِ نو کی قدر اس چرخِ کہن میں کیوں نہیں

ہے جو ہر دم جلوۂ اَلخالق فِی لبسٍ جدید
پھر لباسِ نو تنِ چرخِ کہن میں کیوں نہیں

تو تو بیکاری کے فن میں شہرۂ آفاق ہے
پھر شمار اے دلِ ترا اربابِ فن میں کیوں نہیں

اے معلّیٰ اُٹھ گئے کیا قدردانِ شاعری
آج کل چرچا ترا اہلِ سخن میں کیوں نہیں

اُمید وصلِ یار کبھی ہے کبھی نہیں
وا چشمِ انتظار کبھی ہے کبھی نہیں

خوش وضع روزگار کبھی ہے کبھی نہیں
اِس باغ میں بہار کبھی ہے کبھی نہیں

کیوں منعموں کو دولتِ دنیا پہ ہے غرور
یہ مالِ مستعار کبھی ہے کبھی نہیں

ہم اپنے آپ کو دیکھیں ہزاروں عیب ہیں ہم میں
برا ہی ہم کسی کے عیب ناحق یاد کرتے ہیں

قیامِ دہر کب تک اے معلیٰ اب چلیے چلیے
عدم کے رہنے والے مدتوں سے یاد کرتے ہیں

نہ کعبے کی نہ بت خانے کی وہ منزل میں رہتے ہیں
نہیں ملتا پتہ جبکا وہ میرے دل میں رہتے ہیں

کوئی اور اک صنع یار کا بیڑہ اٹھائے کیا
ہزاروں حسنِ صنع اک دانۂ فلفل میں رہتے ہیں

گلے شکوے نقطہ چیں ہوا کرتے ہیں فرقت میں
مگر ملتے ہی اُن سے سب وہ دل کے دل میں رہتے ہیں

اُسے کیا رحم آئے میرے دل کی اضطرابی پر
بہت لاشے تڑپتے کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

دمِ وصلت جلالت کا جو اُن کی رعب چھایا ہے
سوالِ وصل بھی پنہاں لبِ سائل میں رہتے ہیں

جب اُنکی سارے عالم میں سمائی ہو نہیں سکتی
نہیں معلوم وہ کیونکر ہمارے دل میں رہتے ہیں

کرے دل کچھ تو سامانِ غمِ تاریکیٔ مرقد
بہت سے اژدہا اور سانپ بھی اس بل میں رہتے ہیں

جدھر دیکھو اُدھر عالم میں حق کا ہی ظہورا ہے
عبث کیوں لوگ تکرارِ حق و باطل میں رہتے ہیں

نہیں آتا کبھی نقص اُنکے اسبابِ طریقت میں
جو ہر دم اتباعِ مرشدِ کامل میں رہتے ہیں

عجب پیچیدہ یہ راہِ طریقت اے معلیٰ ہے
مسافر سینکڑوں تھک کر اسی منزل میں رہتے ہیں

صورتِ آسودگی چرخِ کہن میں کیوں نہیں
عیش کا سامان اس دار المحن میں کیوں نہیں

اُلفتِ خالص دلِ ہر مرد و زن میں کیوں نہیں
بوئے وفا داری کی گلہائے چمن میں کیوں نہیں

لے چلی ہے کشتیٔ عمرِ رواں سوئے عدم
غمِ سفر کا میرے یارانِ وطن میں کیوں نہیں

کس سر میں زلفِ یار کا سودا نہیں یہاں
وہ کون ہے جو قیدئی دامِ بلا نہیں
وہ دل بلائے جاں ہے معلّیٰ خدا بچائے
جس دل میں دردِ عشق و محبت ذرا نہیں

طریقہ یہ نیا اے شیخ ہم ایجاد کرتے ہیں
بٹھا کر سامنے بُت کو خدا کی یاد کرتے ہیں
بتانِ سنگدل کیا کیا ستم ایجاد کرتے ہیں
جلا کر عاشقوں کی خاک بھی برباد کرتے ہیں
سمجھتے ہیں حیاتِ دائمی ہم اپنے مرنے کو
ہمارے قتل میں کیوں دیر یہ جلّاد کرتے ہیں
جو دی تشبیہ قد سے اُن کے لوگوں نے ہم اس باعث
غلامی کے لقب سے سرو کو آزاد کرتے ہیں
ہیں بت چالاک دیتے ہیں سزا بن جرم کھلا کر
لباسِ عدل میں پوشیدہ یہ بیداد کرتے ہیں
جگر کے پار ہوتے ہیں اشارے ان کی مژگاں کے
عجب یہ کام بنکر نشتر فصّاد کرتے ہیں
کروں کیا وصف اُنکی بُردباری کا میں اے واعظ
وہ دشمن دوست سب کی طرح امداد کرتے ہیں
سمجھ لیتے ہیں وہ دل ہیں کہ ہے اس کا کوئی موجد
نظر غافل جو سوئے گلشنِ ایجاد کرتے ہیں
غضب ہے دامِ زلف اُنکا رہائی اُس سے کیونکر ہو
ہمارے مرغِ دل کو صید یہ صیاد کرتے ہیں
کہیں کیونکر نہ ذاتِ پاک سے اُمیدِ بخشایش
کہ اُن کے نام خود نامِ خدا امداد کرتے ہیں
خدائی سے نکلوا دے بتوں کو تو خداوندا
ہزاروں گھر یہ ظالم آن میں برباد کرتے ہیں
سمجھتے کب ہیں وہ پتھر پڑے ہیں عقل پر جنکی
زبانِ دل سے بت سارے خدا کی یاد کرتے ہیں
بٹھایا تو نے انکو عرش پر لیجا کے کیوں واعظ
کہ وہ خود ثَمَّ وَجْهُ اللّٰہ بھی ارشاد کرتے ہیں
خدائی کی لگائی ہے جو تہمت اُن پہ لوگوں نے
خدا کے سامنے سب بت یہی فریاد کرتے ہیں

ہو شاعروں کا نہ کیوں نام زندۂ جاوید — زمینِ شعر میں گنجائشِ مزار نہیں
دو رنگیوں سے بری ہے ہماری یک رنگی — ہیں حسنِ چمن کے ہم اسمیں خزاں بہار نہیں
ہمارے قتل پہ کیوں آپ کو ندامت ہے — خدا کے کام میں بندے کا اختیار نہیں
چلی ہے باغِ جہاں میں ہوائے بے برگی — درخت ملتا نہیں کوئی سایہ دار نہیں
کئے ہیں جوشِ جنوں نے لباسِ تن ٹکڑے — ہے سر پہ تہمتِ دستار ایک تار نہیں
بجز خدا کے ہو کسطرح اسمیں غیر کو دخل — ہمارا خانۂ دل مسجدِ ضرار نہیں
ہو کیسے تیزیٔ ظاہر سے کند طبع کو فیض — مذاقِ نطق سے واقف زبانِ خار نہیں
ہے فاتحہ کیلئے ترکِ شہسوار کا عزم — بھروسہ تیرا کچھ اے سبزۂ مزار نہیں
کدورتوں سے منزّہ ہے سینہ صافی — ہمارے آئینۂ قلب میں غبار نہیں
عمارتوں میں ہیں مصروف کیوں یہ اہلِ دول — بنائے ہستیٔ موہوم پائدار نہیں
ہو تیرے لطف و عنایات بےحساب کا فضل — ہمارے جرم کا یارب کوئی شمار نہیں

بروزِ حشر معلّٰی عنایتِ رب سے
ہے بے نصیب جسے حبِ چار یار نہیں

ڈھونڈیں کہاں قیام ترا ایک جا نہیں — ہر جائے تو ہے کیوں ترا ملتا پتا نہیں
سب کچھ تمہارے پاس ہے اے حضرتِ مسیح — دردِ جگر کی ہے مگر کچھ دوا نہیں
اوروں کو اور بھی ہیں وسیلے مرے حضور — مجھکو سوا تمہارے کہیں آسرا نہیں
تحقیق ہو چکی ہے مجھے راہِ عشق میں — میں جسکو ڈھونڈتا ہوں وہ مجھ سے جدا نہیں

دیندار جو سچے ہیں معلّےٰ
دنیا کو وہ لات مارتے ہیں

کب کسی کو وہ ان آنکھوں سے نظر آتے ہیں
چھپ کے پردوں میں جھلک حسن کی دکھلاتے ہیں

دیر و کعبہ کو عبث لوگ چلے جاتے ہیں
ان کو ہم اپنے میں اے حضرتِ دل پاتے ہیں

خضر کچھ راہِ محبت میں نہ کام آتے ہیں
کہ سکندر کو بھی محروم پھرا لاتے ہیں

کوئے جاناں میں ہیں ذلت و خواری ہر روز
دلِ بیتاب کی خاطر سے چلے جاتے ہیں

خوفِ دربان ہمیں رہنے نہیں دیتا جو وہاں
صبح کو جا کے سرِ شام چلے آتے ہیں

تم میں اور ہم میں ہے کچھ فرق بھی آخر باقی
عکس سے ہنس کے وہ آئینے میں فرماتے ہیں

تجربہ پیر ہے دنیا یہ عجب شعبدہ گر
داؤں میں اسکے جواں سینکڑوں آجاتے ہیں

آشناؤں پہ بھروسہ نہ کر اے دل ہرگز
کیا سمجھتا ہے مصیبت میں یہ کام آتے ہیں

یادِ گیسو میں نکل جاتے ہیں صحرا کی طرف
ہم خیالاتِ پریشاں سے جو گھبراتے ہیں

ملتی ہے دردِ جگر میں انہیں اک لذتِ خاص
آپ دلجوئی عشاق جو فرماتے ہیں

رہتے ہیں یادِ نبی میں جو معلّےٰ ہر دم
وہ تصور میں مدینے کو چلے جاتے ہیں

روندگانِ عدم کا کوئی شمار نہیں
یہ شہر وہ ہے جسے حاجتِ حصار نہیں

وہ دل خراب ہو جس میں خیالِ یار نہیں
وہ آنکھ پھوٹے جو محوِ رخِ نگار نہیں

صفاتِ ذات میں کیا غوطہ زن ہو فکرِ نحیف
محیط بحر ہے جس کا کہیں کنار نہیں

کسی کے عیب کا شکوہ کریں کیونکر بیاں اے دل
کہ خود ہم ہی گنہ اس سے بھی بڑھکر ہوتے جاتے ہیں

خدا محفوظ رکھے اے معلی سخت مشکل ہے
ستم اس نفس ظالم کے ہم پر ہوتے جاتے ہیں

مفلس ہیں تجھے پکارتے ہیں
ہاتھ آگے ترے پسارتے ہیں

ابرو کے کماں سنوارتے ہیں
دیکھیں کسے تیر مارتے ہیں

جو کعبۂ دل سنوارتے ہیں
اللہ اللہ پکارتے ہیں

زر اُن پہ نثار کرتے ہیں لوگ
ہم جان و جگر کو وارتے ہیں

میخوار بھی ہیں بلا کے تیلے
شیشے میں پری اُتارتے ہیں

چالاک ہیں اُن کے مردم چشم
گھر بیٹھے شکار مارتے ہیں

جو عیش میں بھولتے ہیں حق کو
کیوں وقت الم پکارتے ہیں

بیچارۂ کار ہیں برہمن
پوتی ناحق بچارتے ہیں

امید وصال ہیں تمھارے
دن عمر کے ہم گزارتے ہیں

فانی کو نہ کیوں بقا ہو حاصل
جیتیں گے وہی جو ہارتے ہیں

کس ناز سے ابروئیں ہلا کر
تلوار جگر پہ مارتے ہیں

جی میں ہی کہ مفلسوں سے پوچھوں
دامن کیونکر پسارتے ہیں

ہیں تیز بلا کے تیر مژگاں
نشتر رگ جاں پہ مارتے ہیں

محتاج ہیں سب غنی سمجھ کر
ہر دم تجھے ہم پکارتے ہیں

نظر آئیں گے کس طرح ہم کو ظاہر
حجاب اپنے رخ پر وہ ڈالے ہوئے ہیں

وہی اُن کے دیدار کے مستحق ہیں
جن آنکھوں سے پردے نکالے ہوئے ہیں

بلا میں جو عشاق سب مبتلا ہیں
یہ پیچ اُن کی زلفوں نے ڈالے ہوئے ہیں

چل اب چھوڑ دنیا کو کہتے ہیں اعضا
کہ ہم قبر میں پاؤں ڈالے ہوئے ہیں

چلو حضرتِ دل پلٹ کر عدم کو
یہ ملک اپنے سب دیکھے بھالے ہوئے ہیں

شرابِ محبت سے بھر دے الٰہی
جو خالی دلوں کے پیالے ہوئے ہیں

برآمد وہ ہوتے ہی عشاق سارے
جگر دل کو اپنے سنبھالے ہوئے ہیں

وہی لوگ ہشیار ہیں اے معلی
جو پہلے ہی حق کے حوالے ہوئے ہیں

عبث ہم فکرِ دنیا میں مکدر ہوتے جاتے ہیں
جو ہونیکے ہیں کام اپنے برابر ہوتے جاتے ہیں

ہے جاری راست قدوالوں کا فیضان بعد مرن بھی
کہ پیدا خاک سے اُن کی صنوبر ہوتے جاتے ہیں

ہمیں تو حالِ باطن کی خبر کچھ بھی نہیں ہوتی
جو لاکھوں امر طے اندر کے اندر ہوتے جاتے ہیں

کریں کیا شکر ادا ہم سے تو گنتی ہو نہیں سکتی
جو احسانات حق غیر مکرر ہوتے جاتے ہیں

ہے جن نطفوں میں استعداد بنتے ہیں وہی مومن
جو قطرات ابر نیساں کے ہیں گوہر ہوتے جاتے ہیں

نہیں معلوم ہے انکا خزانہ کس جگہ یارب
جو لاکھوں خطرے پیدا دل کے اندر ہوتے جاتے ہیں

عبث کیوں لوگ مرتے ہیں جہاں کی حکمرانی پر
شہانِ بر زمیں مثل سکندر ہوتے جاتے ہیں

بقائے عمرِ دو روزہ پہ کیونکر ناز ہو ہم کو
فنا ہر آن میں لشکر کے لشکر ہوتے جاتے ہیں

اگر مل جائے خاکِ کوئے جاناں
رکھیں زخمِ دلِ خستہ پہ مرہم

وہ دن آئیں کہیں جلدی خدایا
کہ کر جائیں مدینے کو سفر ہم

چہ جوئی نورِ مہرِ برجِ وحدت
زجنبش خیرہ میگردد نظرہا

بہ پیشِ ہمتِ آسودہ حالاں
بیک جو می نیرزد مال و زرہا

رکھو پاسِ ادب کچھ اے معلیٰ
کہاں اسرارِ معنی اور کدھر ہم

جو موذی یہ زلفوں کے کالے ہوئے ہیں
یہ سانپ آستینوں کے پالے ہوئے ہیں

اڑا کر بن گیا ہوش والے ہوئے ہیں
کچھ اب ڈھنگ اُنکے نرالے ہوئے ہیں

عیاں یہ جو کثرت کے جالے ہوئے ہیں
حجاب اُنکی وحدت پہ ڈالے ہوئے ہیں

ہیں مشاق تر فتنہ انگیزیوں میں
بناوٹ سے وہ بھولے بھالے ہوئے ہیں

جما کر تصوّر میں وہ قدِ موزوں
اِن آنکھوں کے ڈھیلے بھی ڈھالے ہوئے ہیں

ہے آنکھیں لڑانے کو اک شرہ کافی
یہ کیوں جمع پلٹن رسالے ہوئے ہیں

نکلوانہ گھر سے ہمیں اپنے ہر دم
کہ جنّت سے پہلے نکالے ہوئے ہیں

لڑاتے ہیں آنکھیں وہ کس کس سے آنکھیں
کہ مژگاں کے بھی تیر بھالے ہوئے ہیں

یہ نوبت ہے دردِ جگر کی تڑپ سے
کہ ناسور سب دل کے چھالے ہوئے ہیں

ہے یہ جلنے حیرت کہ ہر اک ہیں ملکر
وہ یکتا سبھوں سے نرالے ہوئے ہیں

نہ کر اُن کو محتاج تو یا الٰہی
جو ہاتوں میں پیسے اُچھالے ہوئے ہیں

حزیں غمگیں شکستہ ہے مرا دل
کرے گا لیکے کیا ٹوٹا ہوا دل

بتوں کے ہاتھ سے یارب بچا دل
یہ کافر چھین لیتے ہیں مرا دل

تڑپتا ہے جو ہر لحظہ مرا دل
شرر ہی برق ہی سیماب یا دل

کریں تاریکیٔ مرقد کا کیا خوف
ہیں روشن دل میں اُنکے قنادل

جو رکھے خالصاً للّٰہ سے کام
کہاں سے لاؤں ایسا بے ریا دل

بھرے ہیں اسمیں اسرارِ معانی
ہے گنجِ مخفیٔ سرِّ خدا دل

ہے کس معشوقِ ہرجائی کا عاشق
نہیں رہتا جو میرا ایک جا دل

رہے تختِ دکن پر سینکڑوں سال
نظام الملک آصف جاہِ عادل

معلّی اک غزل ہو نعتیہ بھی
گناہوں سے رہے محفوظ تا دل

سوا اپنے کریں کس پر نظر ہم
جدھر دیکھو اُدھر ہیں جلوہ گر ہم

جو ہے پیشِ نظر الفقر فخری
کریں کیا لیکے پھر یہ مال و زر ہم

جہاں ہے سامنے آئینہ خانہ
تماشا اپنا دیکھیں آپ اگر ہم

پتا ملتا نہیں اپنا ہمیں کچھ
کہ رہتے ہیں کہاں کس جائے پر ہم

بتائیں حال غیروں کا بھلا کیا
نہیں رکھتے ہیں خود اپنی خبر ہم

کریں صورت پرستی کب تک اے شیخ
رکھیں کچھ تو حقیقت پر نظر ہم

نہیں ملتا کوئی قاتل کریں کیا
ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں سر ہم

ہی شب در وزیرا خانۂ خمار کے پاس

فانی ہر ایک شئے ہے اسی کو بقا ہے ایک
عالم میں جلوہ گر وہی ہر ایک جا ہے ایک

عالم میں اس کی وحدت کثرت نما ہے ایک
لاکھوں مظاہروں میں وہ ظاہر ہوا ہے ایک

اشکال مختلف ہیں وجودِ خدا ہے ایک
آئنے نظر حباب ہیں لاکھوں ہوا ہے ایک

گویا وہی ہے ایک زبانیں ہیں بے شمار
ہیں مختلف ستار کے پردے صدا ہے ایک

ظاہر میں حیلے موت کے لاکھوں ہیں تو کیا
دم میں ہزاروں مرتے ہیں حکمِ قضا ہے ایک

شمس وجود ایک ہے ذرّے ہزار ہا
لاکھوں تجلّیات کا جلوہ نما ہے ایک

ہر دم زبان حال سے دکھلا کے اپنا عجز
ہر بت بھی کہہ رہا ہے کہ بیشک خدا ہے ایک

اُٹھے خرامِ ناز سے فتنے جو سینکڑوں
تیری گلی میں روز قیامت بپا ہے ایک

وحدت کا اس کی کثرتِ عالم میں ہے ظہور
لاکھوں ہی آئینوں میں وہ صورت نما ہے ایک

کیا دخل غیریت کو جدھر دیکھتا ہوں میں
آتا نظر میں میری وہی جا بجا ہے ایک

فرمان جس کا ہے لمن الملک حکم خاص
دونوں جہاں اسی کی یہ خلوت سرا ہے ایک

وحدت میں ہو تعدّدِ اسما سے کیا خلل
صرصر و بادِ شرط و نسیم و صبا ہے ایک

ہاں ہیں نہ کیوں اسی سے ہیں محتاج اسکے کل
سب حاجتوں کا اپنی وہ حاجت روا ہے ایک

اس کے ہی سب صفات ہیں عالم میں جلوہ گر
بیشک کہو کہ لائق حمد و ثنا ہے ایک

یارب کرم سے اپنے معلّی کو بخش دے
وقت اخیر تجھ سے یہی التجا ہے ایک

دلِ عشاق کو ڈستی ہی وہ زلف
ناگن اُس شوخ نے پالی ہے عجب

آنکھ اُس بت سے لڑا کر ہم نے
گھر میں آفت یہ بسالی ہے عجب

کبھی ہنستا ہے کبھی روتا ہے
حالت اِس دل کی نرالی ہے عجب

تیری رفتار سے اے فتنہ خرام
کبک نے چال اُڑالی ہے عجب

نور چھنتا ہے جو ہر روزن سے
روضۂ پاک کی جالی ہے عجب

یہ غزل لکھ کے معلیٰ صاحب
آپ نے طرز نکالی ہے عجب

کبھی بھولے سے بھی آتے نہیں مجھ زار کے پاس
روز تشریف وہ لیجاتے ہیں اغیار کے پاس

اتنا حاصل جو تقرّب ہی انہیں یار کے پاس
کچھ ہے تسخیر کا شاید عمل اغیار کے پاس

پہنچے فریاد مری کان تک اُن کے کیونکر
لاکھوں ویدی ہیں لگے روزنِ دیوار کے پاس

حُسن اُس شوخ کا کس طرح سے آئیگا نظر
آنکھ جب ٹھیر نہیں سکتی ہی رخسار کے پاس

غیر حب کوئی نہیں ہی تو کہاں دخل دوئی
وہی منصور ہی اک کافر و دیندار کے پاس

یہ فضیلت ہی کہاں حضرتِ زاہد کو نصیب
آتی ہی رحمتِ حق چل کے گنہگار کے پاس

رازِ عیسیٰؑ نے چھپایا۔ کیا منصور نے فاش
یہ چڑھے دار پر آئے بھی نہ وہ دار کے پاس

اُف رے رحمت جو گنہ ہوتے ہیں ہم سے ظاہر
شانِ ستّاری لئے جاتی ہی ستّار کے پاس

کعبہ و دیر میں کرتے ہیں عبث لوگ تلاش
جلوہ فرما ہیں وہ خود طالبِ دیدار کے پاس

ایک ساغر کی تمنا ہیں معلیٰ ساقی!

ملی دیوانوں کو جب سلطنتِ ملکِ جنوں
ہر گلی کوچے سے اطفال کا لشکر نکلا

کی معلّی نے بہت فکرِ غزل میں لیکن
ایک بھی شعر نہ آصفؒ کے برابر نکلا

دل لگا کر بتِ بے پیر نے منہ پھیر لیا
جذبِ الفت کی بھی تاثیر نے منہ پھیر لیا

آج جی بھر کے گراں جانوں کا خوں پی نہ سکی
کیوں ستمگر تری شمشیر نے منہ پھیر لیا

نام اللہ نہ دمِ ذبح لیا قاتل نے
مجھ گنہگار سے تکبیر نے منہ پھیر لیا

آج میخانے میں رندوں نے وہ کی کج بحثی
شیخ صاحب کی بھی تقریر نے منہ پھیر لیا

آتے آتے مرے گھر راہ سے واپس ہوئے
کیوں مری آہ کی تاثیر نے منہ پھیر لیا

اے جنوں تیرے سبب مجھ سے کشیدہ ہو کر
میری عزت مری توقیر نے منہ پھیر لیا

اب کے بھی خاک مدینے کی میسر نہ ہوئی
اے معلّی مری تقدیر نے منہ پھیر لیا

شجرِ حسن بھی عالی ہے عجب
اس نے ہر شاخ نکالی ہے عجب

یہ بلا زلف بھی کالی ہے عجب
خلق کو پیچ میں ڈالی ہے عجب

ہے صدائے یدِ قدرت نادر
بجتی اک ہاتھ سے تالی ہے عجب

پیتا ہے خونِ جگر لعل میں
آپ کے ہونٹ کی لالی ہے عجب

مئے وحدت سے بھری رہتی ہے
کاسۂ سر کی پیالی ہے عجب

کیوں نہ حیرت ہو کہ ہر ایک جگہ
صورت اس بت کی نرالی ہے عجب

دل کو مرے دھن اسکی لگی رہتی ہے ہر دم
غافل یہ کسی روز معلّٰی نہیں ہوتا

آغوش میں وہ بام سے پیارا نہیں آتا
ہاتھ اپنے کبھی چرخ کا تارا نہیں آتا

نیکی تمہیں کرنی ہو تو یکبار ہی کرلو
دنیا میں کوئی پھر کے دوبارا نہیں آتا

دل لینے میں ہر چند کہ وہ طفل ہے چالاک
کرنا مگر آنکھوں سے اشارا نہیں آتا

دل جب سے گیا ہے بتِ سفاک کے پیچھے
منت سے بہت میں نے پکارا نہیں آتا

مومن چلے آتے ہیں مدینے کو بصد شوق
لیکن کوئی تقدیر کا مارا نہیں آتا

مومن تو ہزاروں ہیں پرے اہلِ مدینہ
اخلاص کسی میں بھی تمہارا نہیں آتا

اس طرح میں اک اور غزل لکھئے معلّٰی
ہر شخص کو انداز تمہارا نہیں آتا

کارِ دارین میں منصور و مظفر نکلا
واہ آصف تو نصیبے کا سکندر نکلا

دستِ قاتل میں اُدھر میان سے خنجر نکلا
ہو کے خوش اپنا اِدھر سے دلِ مضطر نکلا

بندھا اک تارِ نفس سے ہی رہا رشتۂ عمر
فرق اس میں نہ کبھی بال برابر نکلا

کام اشارے سے کیا جنبشِ ابرو نے تمام
تیر باہر ہوا ترکش سے نہ خنجر نکلا

فیصلہ موت نے اک آن میں دونوں کا کیا
دم اِدھر تن سے اُدھر میان سے خنجر نکلا

جلوہ گر اس میں ہے دن رات خدا ہی کا خیال
دل کا آئینہ بھی طالع کا سکندر نکلا

تیرے دیوانے کی بازار میں شہرت جو ہوئی
گھر سے ہر طفل لئے ہاتھ میں پتھر نکلا

بزمِ عیش دوستاں اسکو پسند آتی نہیں
آفتیں ڈھاتا ہی کیا چرخِ ستمگر دیکھنا

قتلِ عاشق میں پشیمانی کی دیتا ہی خبر
نیچی نظروں سے تمھارا سر جھکا کر دیکھنا

حشر میں رہ جائیگی یہ شوکتِ شاہانہ سب
آئینہ ہو جائیگا حالِ سکندر دیکھنا

ہے عجب بے مثل اس خورشید وش کا حسنِ رخ
ہو نہیں سکتا کسی سے آنکھ اٹھا کر دیکھنا

رنج اُس کے انتظارِ دید میں دیکھے بہت
اور دکھلاتا ہے کیا کیا یہ مقدر دیکھنا

دل تو پہلے ہی اسیرِ دامِ الفت ہو چکا
کیا بلا لاتی ہے اب زلفِ معنبر دیکھنا

دیدبازی نے تری عالم تہ و بالا کیا
چھوڑ دے ترچھی نظر سے او ستمگر دیکھنا

ہے ضعیفی میں مصحفی آرزو پھر ایک بار
گنبدِ خضرا کو سر آنکھوں سے چلکر دیکھنا

پوشیدہ کسی سے ترا جلوا نہیں ہوتا
حائل اُسے آنکھوں کا بھی پردا نہیں ہوتا

کم دل سے غمِ زلفِ چلیپا نہیں ہوتا
دُور اس سرِ شوریدہ سے سودا نہیں ہوتا

کرتا نہیں کچھ دل میں اثر عشق بتوں کا
بتخانہ کبھی خانۂ کعبا نہیں ہوتا

کیا دل میں بھلا وصل کی اُمید رکھیں ہم
وعدہ کوئی اُس شوخ کا پورا نہیں ہوتا

کیوں فکرِ علاج آپ کو ہے حضرتِ عیسیٰ
بیمارِ محبت کبھی اچھا نہیں ہوتا

رہتا ہے زمانے سے الگ سب سے نرالا
کیا کیجئے وہ شوخ کسی کا نہیں ہوتا

کس منہ سے کریں اپنے کمالات کا دعوے
ہم سے تو کوئی کام بھی پورا نہیں ہوتا

عشق کی آتش ہی کبھی نہ بجھے گی
شعلہ یہہ بھڑکتا ہے تو ٹھنڈا نہیں ہوتا

وہ کبھی تو آ کے ملتے مرے گھر میں اے معلّیٰ
جو مرا رہِ طلب میں قدم استوار ہوتا

چھوڑ کے حق بت پہ فدا ہو گیا
اے دلِ ناداں تجھے کیا ہو گیا

گریہ سے طوفان بپا ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا

قتل کا قاتل سے گلہ کیا کریں
ہونا جو تقدیر میں تھا ہو گیا

اُس نے جو دیکھا نگہ تیز سے
دِل ہدفِ تیرِ قضا ہو گیا

کچھ بھی سکندر کی نہ کی رہبری
حضرتِ خضر آپ کو کیا ہو گیا

کٹ گئے جو سر اُن کے گرا پاؤں پر
سجدۂ شکرانہ ادا ہو گیا

اُٹھتے ہی نظروں سے دوئی کا حجاب
جلوہ گر آنکھوں میں خدا ہو گیا

شافیٔ مطلق کی دلاتا ہے یاد
دردِ مصیبت بھی دوا ہو گیا

جاری عدم پر ہے ترا حکمِ خاص
کان میں کُن جس کے کہا ہو گیا

ایسی زمانے میں کچھ آندھی چلی
ہر چمنِ تازہ ہوا ہو گیا

کیوں نہ سہوں صدمۂ دردِ فراق
میں جو ترے در سے جدا ہو گیا

بُت کی پرستش جو معلّیٰ نے کی
بندۂ مقبولِ خدا ہو گیا

دیدۂ بسمل کا وقتِ ذبح مضطر دیکھنا
یاد قاتل کو رہے گا تا بہ محشر دیکھنا

قتل کو بس ہیں مرے بے حاجتِ تیغ و سناں
ناز سے اُس شوخ کا جھک جھک کے خنجر دیکھنا

بقدرِ حوصلہ تقدیر سے ملا سب کچھ
خدا کے پاس سے جو کچھ ہوا برا نہ ہوا
دمِ اخیر اک ایمان رہی تو کافی ہے
طریقہ فیض کا جاری ہوا ہوا نہ ہوا

در نبی سے معلّیٰ نہ ہم کبھی سرکے
ہمارا تکیہ سرِ سنگ آستانہ ہوا

نائل نہ ہوا وہ بتِ گلفام ہمارا
محروم رہا یہ دلِ ناکام ہمارا
رہتے ہیں لگے زلف و رخِ یار کی دھن میں
ہے کام یہی صبح سے تا شام ہمارا
ہم نے کیا کچھ بھی عمل خبر نہ آغاز
معلوم نہیں کیا ہو سر انجام ہمارا
پڑھتے رہے تا عمر فقط کلمہ بتوں کا
جھوٹا ہو یہ کیوں دعوئ اسلام ہمارا
دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم
رہنا ہے لگا دیدہ سرِ بام ہمارا
گر لطف کی فرمائیے اک ادنیٰ نظر آپ
بن جائیگا یک آن میں سب کام ہمارا

یہ کام فقط ہے دلِ دیدار طلب کا
بدنام معلّیٰ جو ہوا نام ہمارا

کبھی ہم کو بھی میسر جو وصالِ یار ہوتا
نہ تڑپ یہ دل کی ہوتی نہ یہ اضطرار ہوتا
کبھی دامِ زلفِ بت میں اسیر ہونے دیتے
جو ذرا بھی اپنے دل پر ہمیں اختیار ہوتا
ہزار شکر ہر دم کئی لاکھ سجدے کرتے
جو وصالِ یار حاصل ہمیں ایکبار ہوتا
تری تیغِ ناز اک دم جو گلے کبھی لگاتی
تو فدا ہزار جاں سے ترا جاں نثار ہوتا
ترے ہجر میں جو ہوتا کبھی آبِ اشک جاری
تو اسی سے تازہ باغِ دلِ داغدار ہوتا

واعظ ترے مٹائے سے مٹتا نہیں کبھی ۔ رتبا جو تھا قضا نے وہ یکبار کر دیا

یادِ رُخِ بتاں میں دلِ داغدار نے ۔ سینے کو میرے غیرتِ گلزار کر دیا

دفعِ نگاہِ بد کے لئے شاہِ حُسن پر ۔ صدقے میں ہم نے طائرِ جاں وار کر دیا

شاہِ رسلؐ کے شہرۂ حسنِ ملیح نے ۔ یوسفؑ کا سرد مصر میں بازار کر دیا

اے شاہ مجھکو مکر سے اِس کے بچائیے ۔ نفسِ پلید نے مجھے بیکار کر دیا

فیضِ جنابِ فیض نے بعدِ وفات بھی ۔ ملکِ دکن کو معدنِ اشعار کر دیا

جب تم نے کچھ جنابِ معلیٰ نہ قدر کی ۔ ہم نے بھی بند دفترِ اشعار کر دیا

وہ بت جو پہلو سے اُٹھکر مرے روانہ ہوا ۔ تڑپ کے مرغِ دلِ زار بے ٹھکانہ ہوا

فقط حرام نہ خواب و خور آب و دانہ ہوا ۔ تمھارے ہجر میں ہم کو نصیب کیا نہ ہوا

خمارِ عشق کی سر میں جو چھا گئی مستی ۔ ہمارا کعبۂ دل بھی شراب خانہ ہوا

خفا زمانے سے ہی یہ سمندِ فکر عبث ۔ خطائے چوب نہ کچھ جرمِ تازیانہ ہوا

تمھارے عشق نے بدنام کر دیا ہم کو ۔ ذرا سی بات کا عالم میں اک فسانہ ہوا

جتائیں دوستی پہلے کی اُن سے کیا اے دل ۔ کہاں ہی یاد کہ مدت ہوئی زمانہ ہوا

ہزاروں بادِ خزاں نے چمن کئے برباد ۔ فقط خراب نہ میرا ہی آشیانہ ہوا

دکھایا اُس خطِ عارض نے کچھ نہ جلوۂ حُسن ۔ کبھی یہ سبزۂ بیگانہ آشنا نہ ہوا

ہو جمعِ مال سے منعم کو فائدہ کیونکر ۔ نہاں زمین میں قاروں معِ خزانہ ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہے دور مہر و ماہ یہ لیل و نہار کا
ہر ذرّہ سے ہے نور عیاں حُسنِ یار کا

دنیا ہلانے والے کی ہستی کی ہے خبر
تحریک دم بھی سینے میں کھٹکا ہے تار کا

سیماب وار پہلو میں ہر سوزِ عشق سے
کیا پوچھتے ہو حالِ دلِ بیقرار کا

ہیں اختیارِ یار میں عالم کے سارے کام
کیسے گلہ کریں ستمِ روزگار کا

وحشت بڑھا رہی ہے جو مژگاں کی یاد میں
ملتا ہے آبلوں کو مزا نوکِ خار کا

اے عندلیب نالے ہیں یہ بیکار تجھے
موسم تو سب گزر چکا فصلِ بہار کا

غفلت کی عمر بھر جو ہم اندھیر میں رہے
آیا نہ کام رونا بھی شبہائے تار کا

آ اے مسیح جلد کہ موت آگئی قریب
باقی رہا نہ وقت بھی کچھ انتظار کا

ستّر برس گزارے معلّیٰ جو لہو میں
کچھ بھی ہے خوف آپ کو روزِ شمار کا

ہر یک بشر کو اپنا خریدار کر دیا
سارے جہاں کو مصر کا بازار کر دیا

اُس بت کو جان و مال کا مختار کر دیا
ایماں بھی ہم نے گوہرِ جاں ہار کر دیا

ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

مجموعہ کلام عشقیہ اردو مصنفہ حضرت مولانا ابو محمد مظفر الدین معلی صدیقی علیہ الرحمہ حیدرآبادی سابق مددگار سرکار عالی

(۱) غزلیات عشقیہ (۲) مخمس و مسدس (۳) قصائد مدحیہ (۴) قطعات تواریخ

(۵) متفرق غزلیات و اشعار (۶) مناجات بدرگاہ رب الحاجات

موسوم بہ

ریاض معلی

۱۳ ھ

حصہ دوم

مرتبہ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی عنہ

صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف

مطبوعہ عہد آفریں برقی پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن

حالِ باطن کا سراسر ہوا مشہود اُسے
ملگئی گویا کلیدِ درِ مقصود اُسے

بخدا دہر میں کتنا ہی تھا وہ خوش قسمت
جس نے پائی شہِ والا کی وہ بزمِ صحبت

حیف ہم بھی اگر اسوقت پہ حاضر رہتے
حال بیتابی کا اپنی شہِ دیں سے کہتے

کس قدر خستہ و غمگیں دلِ ناشاد ہیں ہم
قیدیٔ نفس ہیں کیسے کہیں آزاد ہیں ہم

حرصِ دنیا میں عبث عمر بسر کرتے ہیں
ایسے جینے پہ پھر افسوس کہ ہم مرتے ہیں

الٰہی ترے محبوب کا صدقہ یارب
غوثِ اعظم شہِ مرغوب کا صدقہ یارب

حیدرآباد دکن سے ہمیں جانا ہو نصیب
جاکے بغداد سے تا مرگ نہ آنا ہو نصیب

چل سکے نزع میں تا ہم پہ نہ مکرِ شیطان
اور ہو جائیں سبکدوش زبارِ عصیان

ہے تمنائے معلّی یہی تجھ سے ہر دم
سر ہمارا ہو اور اُس شاہِ مکرم کا قدم

آدمی زاد سے جب دشت وہ خالی پایا | بے تکلف وہ جواں بہرِ سوئے اشجار آیا
رفعِ حاجت سے جو کی اُس نے فراغت حاصل | ہوگیا دل سے وہاں درد و الم سب زائل
پھر لبِ نہر پہ وہ مردِ بعز و تمکیں | آبدست اور وضو سے ہوا فارغ بھی وہیں
لیکن اک جھاڑ پہ تاجر نے بوجہِ عجلت | جھبلہ کونجی کا رکھا تھا دمِ رفعِ حاجت
کونجیوں کو وہیں اُس شاخِ شجر پہ بھولا | قدرتِ حق سے کھلا اور ہی کچھ گل اُس جا
یعنی اس مرشدِ عالم شہِ دیں پرور نے | آستیں اپنی اُٹھائی جو سرِ تاجر سے
اب جو تاجر نے نظر کی تو نہ تھا وہ صحرا | محفلِ وعظ وہی اور وہی چرچا تھا
اضطرابی بھی نہ تھی اور نہ تھا دردِ شکم | تھی بحال اُسکی طبیعت نہ تھا کچھ رنج و الم
دیکھکر حال وہ یہ اپنا بہت تھا شاداں | چاہتا تھا کرے اُس شہ پہ دل و جاں قرباں
لیک حضرت نے بتاکید کیا تھا ارشاد | زندگی تک نہ کھلے راز یہ اے نیک نہاد
وعظ کے بعد وہ جسوقت مکاں میں آیا | کونجیوں کا وہ خزانے کی نہ جھبلہ پایا
کچھ دنوں بعد خیال اُس کو سفر کا جو ہوا | گھر سے فوراً وہ تجارت کی غرض سے نکلا
شہر سے اپنے گیا دور جو چودہ منزل | ہوا اک دشتِ طرحدار میں جاکر داخل
ہوکے حیرت زدہ کرنے لگا ہر سمت نظر | ہے وہی شہر وہی دشت وہی شاخِ شجر
کونجیوں کا اُسے یکدم جو خیال آیا وہاں | دیکھتا کیا ہے کہ جھبلہ بھی لٹکتا ہے عیاں
کونجیاں لیکے شجر سے بہ تعجب اُس دم | شہرِ مقصود کو راہی ہوا با جاہ و حشم
گم شدہ کونجیاں کیا ہاتھ لگیں اسکو وہاں | حسنِ نیت سے ہوا رازِ نہاں اُسپہ عیاں

اسقدر حال ہوا اس کا جو بیحد مجبور   اپنی بیتابی کی حالت میں تھا از بس معذور
الغرض ہو کے وہ لاچار بصد عجز و نیاز   استعانت کا شہ دیں کی ہوا وہ دمساز
دل میں کہنے لگا یا غوث مدد کی جا ہے   یہ غلام آپکا مہمان کوئی دم کا ہے
رحم گر آپ نہ کیجیے مری بیتابی پر   نکل آئیگی ابھی تن سے یہ جان مضطر
اتنے میں وہ شہ محبوب خدائے عالم   حال بیتابی سے واقف ہوئے اسکے یکدم
بس وہیں چھوڑ کے منبر کے وہ زینے پر سے   تاجر خستہ کی امداد کو جسدم اترے
حال اسوقت کا فرماتے ہیں یوں شیخ علی   رمز پوشیدہ سے اس بھید کے واقف تھے وہ بھی
یعنی جسوقت وہ محبوب خدائے اکبر   زینہ زینہ جو قدم رکھتے تھے زیر منبر
وہیں تاثیر کرامت سے بہ رب معبود   ہوئی تصویر شہ پاک کی منبر پہ نمود
وعظ کرتی تھی وہ تصویر بدستور بیان   محفل وعظ میں تا ہو نہ خلل کوئی عیان
مجلس وعظ میں جو لوگ کہ حاضر تھے وہاں   نہ کسی طرح کا ہمتا کے بیاں پر تھا گماں
یقین اس بات کا تھا سب کو کہ شاہ والا   وعظ کہتے ہوئے منبر پہ ہیں رونق افزا
اور ادھر تاجر مضطر کے قریب جاکے حضور   ہوئے مصروف بدلجوئی حال رنجور
آستین اپنی وہاں سر پہ جو اسکے رکھدی   اضطرابی جو تھی تاجر کو وہ سب جاتی رہی
کھول کر آنکھ غشی سے جو وہ دیکھا کیا   اس پہ کچھ اور ہی حالت ہوئی اسدم اظہار
یعنی وہ حال تو ہے وعظ کی مجلس وہ نہیں   ہے نگاہوں میں جدھر دیکھو ادھر دشت و زمین
مرغزار ایک نمودار ہے زیر کہسار   نہر اک جاری ہے اور گرد ہیں اسکے اشجار

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت

مشتہر ہیں جو کراماتِ شہِ جیلانی
اولیاء میں نہیں جنکا کوئی ہمسر ثانی

ہے روایت یہ عیاں شیخ علی ہیتی سے
اپنے مکتوب میں ملفوظ وہ یوں فرمائے

یعنی یک روز وہ محبوب خدائے اکبر
واسطے وعظ کے تھے زیب فزائے منبر

مجلسِ وعظ میں اک تاجرِ خوش اعتقاد
بیٹھے سنتا تھا بدل وعظ و نصیحت ارشاد

دردِ معدہ نے کیا یک بیک اسکو بیدم
صورتِ نزع تھی وہ درد نہ تھا موت سے کم

درد سہنے کی نہ تھی تاب اُسے کچھ مطلق
مارے بیتابی کے بیخود تھا وہ اور رنگ تھا فق

موت کے آنیکی صحت سے فزوں جانتا تھا
ملک الموت کے آنے کو شگون مانتا تھا

کہتا تھا بار خدایا میں بھی یہ کس رنج میں ہوں
کب تلک درد و مصیبت کی مضرت کو سہوں

نہیں معلوم الٰہی کہ ہو کیا میرا حال
ایک دم کیلئے جینا جو ہو اُسکو محال

درد پر طرہ مصیبت پہ مصیبت یہ ہوئی
یعنی لاحق اُسے حاجت کی ضرورت بھی ہوئی

اس مصیبت پہ زیادہ یہ ہوا اور غضب
باختہ ہو گئی ہوش اور حواس اُسکے سب

رفعِ حاجت کیلئے اُٹھ کے نہ جا سکتا تھا
حال دل کا نہ کسیکو بھی سنا سکتا تھا

دل میں کہتا تھا الٰہی میں عجب درد میں ہوں
کب تلک آخر الم و رنج و مصیبت یہ سہوں

حورِ جناں کو رشک ہو ایسے خمار کا — وہ دور ہو کہ ٹوٹے نہ پھر اس کا سلسلا

حاصل ہو کیف مستیٔ عشقِ بلالؓ کی
طرزِ اویسؓ ادا ہو مری مست چال کی

مجھ میں بہ اُس کے نشہ سے حالت پدید ہو — حاصل مذاقِ کیفیت بایزید ہو
دل محوِ نحن اقرب حبل الورید ہو — ہر شب شبِ برات ہو ہر روز عید ہو

منصور خُم کے خُم مجھے بادہ مدام دیں
ہر لحظہ دورِ جام نیا صبح و شام دیں

وہ مے ہو فیضِ حضرتِ محبوب سے بھری — پی جاؤں دستِ پیر سے اپنے ذری ذری
آجائے اُس کے نشہ سے ہر عضو میں تری — بوتل نہ دل کی خالی بغل میں ہو دھری

ہو ہو کا شور میری زباں سے بلند ہو
ہر لحظہ دم بدم مری مستی دوچند ہو

ہو اُس میں ذوقِ خواجۂ اجمیر بھی ملا — شامل ہو شوقِ حضرتِ اوشی کا بھی مزا
اور شورِ دل شریک ہو بابا فرید کا — اور جوشِ عشقِ صابرِ مخدوم ہو بھرا

ایسا غلامِ خاص (معلیٰ) کو جام دے
ساقی مرے خدا تجھے عالی مقام دے

وہ مے دے جسکے مست تھے صدیقؓ یارِ غار
وہ مے تھا جس کا حضرتِ فاروقؓ کو خمار
وہ مے تھے جسکی کیف میں عثمانؓ نامدار
مخمور جس کے شوق میں تھے شاہِ ذوالفقار
جس سے حسنؓ کو زہر میں حاصل مزا ہوا
اور حضرتِ حسین نے جامِ اجل پیا

وہ مے خمیر جس کا شرابِ طہور ہے
بھٹی کی جس کے آگ کا اک شعلہ طور ہے
دل جسکی گرمجوشی سے موسیٰؑ کا چور ہے
ہر رنگ ہر صفت میں اُسی کا ظہور ہے
وہ مے جو آفتاب کی چھلنی میں ہو چھنی
انگورِ زخمِ شقِ قمر سے وہ ہو بنی

وہ مے ہو پینا جس کا شریعت میں بھی حلال
ہو تیز پیرووں کی طریقت میں دھیمی چال
حاصل ہو اُس سے معرفتِ حُسنِ ذوالجلال
کھلجائے جان و دل پہ حقیقت کا ہر کمال
حاصل مدام عالمِ قدسی کی سیر ہو
انجام کار بادہ پرستاں بخیر ہو

ہر قطرہ اُس کا جوشِ محبت میں ہو بھرا
بانگِ الست قلقلِ مینا کی ہو صدا
دے اس کا نشہ رنج و بلا میں بھی خوش مزا
ساغر ہو اس کا غیرتِ جامِ جہاں نما
دل میرا اُس کے پیتے ہی مستی میں چور ہو
رگ رگ میں جلوہ گر مرے حضرت کا نور ہو

بینش نظر ہو ابر کی گھنگور وہ گھٹا
سایہ فگن جو تھا سرِ حضرت پہ دائما

لطف فرما کہ ز حد میگزرد تشنہ لبی

اگر کے طے کئے ہے تا بیت مقدس دشت
کیوں نثار آپ پہ حوریں نہ ہوں کے طشت
فرش سے عرش تلک آن میں کی آپ نے گشت
شب معراج عروج تو ز افلاک گزشت

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

فلک چارمی پر ہی رہے عیسیٰ غمناک
پر کسی کو نہ ملا نبیوں میں یہ رتبہ پاک
طور تک پہنچکے موسیٰ بھی رہے چھانتے خاک
شب معراج عروج تو گزشت از افلاک

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

جرم و عصیاں کے سبب سے اے شہ مطلبی
کہہ نہیں سکتا ہے کچھ حال غم نیم شبی
ہے اسیر الم و درد معلائے غبی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ ہمرہ قدسی پئے درماں طلبی

ساقی نامہ

ساقی دے جام بادۂ عشق محمدی
سر میں ہو ایسی مستی سرشار و بیخودی
کم ہو نہ دل سے کیفیت کیف سرمدی
مستانہ طرز دل کی ہو ہر آں جدی جدی

اس نشۂ خمار میں سرمست میں رہوں
زنجیر موج مے کا ہی پابست میں رہوں

تضمین بر قصیدۂ حضرت قدسی علیہ الرحمہ

اسمِ اعظم ہو تم اللہ کے اے خاص نبیؐ — شانِ احمد آپ کے ہیں نامِ مبارک ہیں دبی
گر کہوں مظہرِ حق تم کو نہیں بے ادبی — مرحبا سید مکی مدنی العربی

دلِ و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حکم بندوں پہ جو کرنا ہوا حق کو منظور — خود ہوا گویا زباں سے تری اے مظہرِ نور
تا سمجھ لیں کہ نہیں تجھ سے جدا ربِّ غفور — ذاتِ پاک تو کہ در ملکِ عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

آپ کے کوچے کا سگ کب ہے سگِ کہف سے کم — کہاں حاصل یہ فضیلت مجھے اے شاہِ امم
رہتی ہے اس کی ندامت مرے دل میں ہر دم — نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بسگِ کوئی تو شد بے ادبی

اَنَا بَشَر کے بھی ارشاد سے ثابت یہ ہوا — کہ حضور آئے ہیں سب روپ بدلکر اپنا
اِس لئے حضرتِ قدسی نے ہمے ہیں کہا — نسبتِ نیست بذاتِ تو بنی آدم را

زانکہ از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

فیض بخشی کے بھرے آپ میں سارے ہیں صفات — سب کو ہے آپ کی ہی ذات سے امیدِ نجات
کیجئے رحم غریبوں پہ کچھ اے مظہرِ ذات — ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات

تعظیم کیلئے ہے کھڑا سروِ راست قد
کوکو کا شور قمریوں کے کیوں وہاں میں ہے

سنبل ہی بال کھولے ہوئے کس کے جوگ میں
کس زلفِ عنبریں کا اثر گلستاں میں ہے

حسرت یہ میری دیکھ کے ہاتف نے کی ندا
ناداں ہی کس خیال میں تو کس گماں میں ہے

میلادِ شاہِ ہر دو سرا کا ہے آج دن
شادی کا اُس کی جشن یہ ہر دو جہاں میں ہے

محبوبِ خاص ہی وہ خدائے کریم کا
مطلع یہ نعتیہ بھی اُسی شہ کی شاں میں ہے

مطلع

شاہِ رسل کا شہرۂ آمد جہاں میں ہے
بے مثل و بے نظیر جو کون و مکاں میں ہے

ظاہر میں گرچہ احمدِ بے میم ہے لقب
کیا جانے کوئی کون وہ سرِّ نہاں میں ہے

دیتی خبر ہے اور ہی کچھ شانِ مارمیت
ہرچند وہ بصورتِ انساں جہاں میں ہے

مضمون جس کی مدحتِ خُلقِ عظیم کا
آیا کلامِ پاک خدائے جہاں میں ہے

اللہ کے حبیب کا کیا وصف کر سکیں
طاقت کہاں ہمارے دلِ ناتواں میں ہے

حضرت کے روئے پاک سے تشبیہ کیسے دیں
خوبی کہاں یہ صورتِ شمسِ جہاں میں ہے

خلاق نے جو اُمتِ حضرت ہمیں کیا
تابِ ادائے شکر کہاں اس زباں میں ہے

شانِ احد کا آئینہ ہے حسنِ احمدی
انساں حجابِ میم کے باعث گماں میں ہے

ہاں گو جو مانگنا ہو معلّٰی بصد خلوص
اک خاص درد آج دلِ ممجاں میں ہے

معلّی گردنوں پر جنکی پائے غوثِ اعظم ہے

کیا شانِ آستانۂ ذیشانِ غوث ہے — چرخِ بریں بھی زینۂ ایوانِ غوث ہے

خوفِ گنہ سے چاک گریباں ہے کس لئے — دستِ طلب میں گوشۂ دامانِ غوث ہے

دیکھو تم آکے جانبِ بغداد طالبو — مفتوح خوانِ نعمتِ احسانِ غوث ہے

سارے مطیعِ حکم ہیں جن وَملک پری — چرخِ بریں بھی تابعِ فرمانِ غوث ہے

گردوشِ اولیاء پہ قدم ہو تو کیا عجب — بڑھکر مَلک سے رتبۂ دربانِ غوث ہے

مقبول وہ معلّی رسولِ خدا کے ہیں
کب میرا وصف لایق وشایانِ غوث ہے

کیا شور وغل اٹھی یہ کون ومکاں میں ہے — کس کی خوشی کا شہرہ زمین آسماں میں ہے

مصروف اہتمام ہیں ہر سو ملائکہ — چرچا یہ کس نوید کا حورِ جناں میں ہے

آنکھیں کئے ہوئے ہیں ستارے جو فرشِ رہ — کس رشکِ آفتاب کی آمد جہاں میں ہے

ہیں کسکی پیشوائی پہ مامور انبیاء — کس کے ظہورِ نور کا غل قدسیاں میں ہے

مشعل فروزِ دہر بنے ہیں جو مہر وماہ — یہ ٹھاٹ روشنائی کا کیوں آسماں میں ہے

شہرت ہے کسکے آنکی عالم میں مشتہر — جوشِ خوشی جو آج دلِ انس وجاں میں ہے

کہرام کیوں یہ فوجِ شیاطیں میں ہے مچا — ابلیس آج خاک بسر کیوں جہاں میں ہے

کس کیلیے درود کا ہے وردِ ہر طرف — صلِّ علیٰ کا ذکر یہ کیوں ہر زباں میں ہے

نرگس کی ہے کھلی ہوئی کیوں چشمِ انتظار — ہر مرغ پر پھلائے ہوئے آشیاں میں ہے

خدا کی یاد میں باہم چلے چلو تو سہی — نہ بیش ہو تو فقط کم چلے چلو تو سہی
اگرچہ سخت ہی منزل کڑی مگر یارو — قدم اُٹھاؤ بلا غم چلے چلو تو سہی
وہ کہہ رہا ہے بارشاد جَاھِدُوا فِیہِ — بنا ہی دیں گے تمہیں ہم چلے چلو تو سہی
اِذَا نَسِیْتَ فاذکر اسی کا ہے ارشاد — جب آئے یاد اُسی دم چلے چلو تو سہی

معلّیٰ دیکھو سلامت روی اسی میں ہے
نبیؐ کے دھیان میں ہر دم چلے چلو تو سہی

مری آنکھوں میں دل میں سر میں جائے غوث اعظم ہے — مرا سینہ ہے یا دولت سرائے غوثِ اعظم ہے
ولائے حضرتِ خالق ولائے غوث اعظم ہے — رضا اللہ کی عینِ رضائے غوثِ اعظم ہے
کرم ہے عجب شان علائے غوث اعظم ہے — رقابِ اولیا پر نقش پائے غوث اعظم ہے
شمیم نکہت فرق نبیؐ سے باغ عالم میں — مہکتی ہر طرف بوئے وفائے غوث اعظم ہے
عطا کرتی ہے ہر دم نورِ حق چشم بصیرت کو — عجب کحل الجواہر خاکِ پائے غوث اعظم ہے
وہی دانائے رازِ عالم سرِّ الٰہی ہے — دلِ دیوانہ جسکا مبتلائے غوثِ اعظم ہے
تجلّی ہو کرے ہے خورشید بھی ظلمت میں پوشیدہ — وہ روشن پرتو نورِ ضیائے غوثِ اعظم ہے
ہیں سب عاشق خدا کے اور یہ معشوقِ الٰہی ہیں — ولی کون اس مراتب کا سوائے غوثِ اعظم ہے
برون حد بیاں ہے شان محبوب خدا کی ہے — زباں کب قابلِ حمد و ثنائے غوثِ اعظم ہے
مجھے دیدار ان کا ہو نصیب اے خالق عالم — نگاہ دیدۂ مشتاق لقائے غوثِ اعظم ہے

وہی برحق ولی ہیں شک نہیں انکی ولایت میں

وہ مئے صاف کہ جسکی میں نے — خاص قرآں سے خبر پائی ہے
دے وہ مے جسکو یدِ قدرت سے — عاشقوں کیلئے کھچوائی ہے
مئے وہ انجیر جناں سی ہو کھچی — جسکی خالق نے قسم کھائی ہے
جس کے خواہاں تھے جنید و شبلی — ہر ولی اُس کا ہی شیدائی ہے
وہ مئے صاف جسے پینے سے — بھائی منصور کو رسوائی ہے
مئے میخانۂ وحدت جس کا — خُم بنا گنبدِ مینائی ہے
تا ابد نشّہ کی مستی کا سرور — جس کی کیفیت بالائی ہے
اُس کا پا کر اثرِ کیفِ خُمار — چشمِ مضطر میری پتھرائی ہے
کیفیت دل کی نہ میرے کم ہو — وہی مے دے جو مجھے بھائی ہے
یعنی دے۔ جامِ مئے حُبِ نبیؐ — تجھکو خوب اُسکی شناسائی ہے
وہ نبیؐ جس کا نہیں کوئی نظیر — ختم جسکے لئے زیبائی ہے
ساری مخلوق کا سردار ہی وہ — جس کو حاصل شرف آبائی ہے
ان کے قامت کا نہ ہونا سایہ — یہی اک حجتِ یکتائی ہے
نور ہر ذرّہ سے اُس کا ہی عیاں — گرچہ وہ مہر نہ ہر جائی ہے
دیکھ لے اسمیں تجھے گر شک ہو — خلق مِن نوری حدیث آئی ہے

تم مدینے کے ہی دیوانے رہو
اے معلّیٰ یہی دانائی ہے

جو صبح عید سے بڑھ کر نہ کیوں شبِ میلاد
ہے آج آمدِ سردارِ دوسرا کی خوشی

تھی ذکریا کو خوشی چند روز یحییٰ کی
ولادتِ شہِ دیں ہوگئی سدا کی خوشی

ازل سے ہی شبِ میلادِ مصطفےٰ کا خیال
ہے ابتد اسی مرے دل میں انتہا کی خوشی

معلّیٰ فرطِ مسرت سے دل اُچھلتا ہے
نہ پوچھو ہے مجھے اسوقت کس بلا کی خوشی

جب خیالِ رخِ محبوب خدا آتا ہے
مردمِ دیدہ کو اک خاص مزا آتا ہے

جانبِ شہر مدینہ سے جب آتی ہی صبا
ہوش بیمارِ محبت کو ذرا آتا ہے

عرش پر جاکے جو اک آن میں واپس آئے
کون اس راہ سے حضرت کے سوا آتا ہے

ہوتی ہے شہرِ مدینہ میں اُسی کو صحت
دل میں جو لیکے تمنائے شفا آتا ہے

دیکھکر چرخ پہ حضرت کو یہ عیسیٰ نے کہا
کونسا آج یہ خورشید لقا آتا ہے

دم بدم یاد جو آتی ہے نبی کی صورت
نزع میں ہچکیوں کا دل کو مزا آتا ہے

غیر محدود ہے وصفِ شہِ دیں ہی یہ دلیل
دل میں ہر لحظہ جو مضمون نیا آتا ہے

چل معلّیٰ ہے مدینہ ہی شفاخانہ دل
جو وہاں جاتا ہے وہ لیکے شفا آتا ہے

کس گُل خوبی کی بُو پائی ہے
ہر کلی محو خود آرائی ہے

ابرِ رحمت کی گھٹا چھائی ہے
آج میخوار و نمیں بن آئی ہے

ساقیا دے مجھے وہ جام شراب
جو شریعت میں حلال آئی ہے

خوشی ہی اس لئے باد صبا کے آنے کی
خبر لے آئی ہی خیر الورا کے آنے کی

خوشی ہے کوئے نبی سے صبا کے آنیکی
مریض کو ہے تمنا دوا کے آنے کی

ملائکہ کو ہوا حکم حق کہ عالم میں
خبر سنا دیں حبیب خدا کے آنے کی

ہیں آسمان پہ صف بستہ مہر و ماہ و نجوم
جہاں میں دھوم ہے اس مہ لقا کے آنے کی

پئے تماشہ نہ کیوں آئیں خلد سے حوریں
خبر ہے مالک ارض و سما کے آنے کی

جہاں سے ظلمت کفر و نفاق کیوں نہ مٹے
خوشی ہے حضرت خیر الورا کے آنے کی

تراتے پھرتی ہی گلشن میں آج باد بہار
خبر جو لائی ہے اس دلربا کے آنے کی

سزا کا خوف ہو کیوں عاصیان امت کو
خوشی ہیں شافع روز جزا کے آنے کی

ازل سے لیکے ابد تک ظہور ہی جسکا
خوشی ہے اس شہ ہر دوسرا کے آنے کی

لگی ہوئی ہے مدینے کی طائر دل کو
جو راہ دیکھ رہا ہی صبا کے آنے کی

دل معلیٰ بصد فرط شوق پہلو میں
منا رہا ہے خوشی مصطفےٰ کے آنے کی

جہاں میں ہی شب میلاد مصطفےٰ کی خوشی
ہے جشن مولد سلطان انبیا کی خوشی

نہ چھوڑ جلسۂ میلاد شاہ دیں کو دلا
کہ اس خوشی کے منانے میں ہے خدا کی خوشی

کہیں ہے بزم سماع اور کہیں ہے مجلس ذکر
عجیب لطف دکھاتی ہی جابجا کی خوشی

ہے کوئی محو تجلی ہے کوئی نغمہ سرا
کہ دیکھنے کے ہی قابل سب انبیا کی خوشی

نتیجہ اس کا ہمیشہ خوشی دکھائے گا
ہے عاشقوں کے دلوں میں جو انتہا کی خوشی

وہ لذت آشنائے عشق ہوں میں
مزے دنیا کے سب ہیں مجھکو پھیکے

تو اُن کا ہو کے جب اُن کا نہیں ہے
کریں کیا مرنے والے تیرے جیکے

لب جاں بخش نے مارا ہے ہم کو
مزے کیا پوچھتے ہو زندگی کے

ہوا فرش زمیں عرش معلے
تصدق جائیں نعلین نبی کے

ازل سے لیکے جتنے انبیا ہیں
فدائی ہیں رسولِ ہاشمی کے

حیات جاوداں ملتی رہی ہے
ہمیشہ مرنے والوں کو نبیؐ کے

ہماری بس یہی اک آرزو ہے
رہیں دونوں جہاں میں آپ ہی کے

تصور میں ہمیشہ اے معلےٰ
رہیں پھیرے مدینے کی گلی کے

حُبِ محمدی کا جو دل میں خیال ہے
یہ فضلِ ایزدی کرمِ ذوالجلال ہے

ہر چیز جس کے ذکر میں شیریں مقال ہے
اُس کا ادائے وصف زباں کو محال ہے

کیا کوئی دم محبتِ خالص کا بھر سکے
واں دم زدن کی بھی کسی کو مجال ہے

مہ کے جو اک اشارے میں دو ٹکڑے کر دئے
جنبش کا ابروؤں کی ادنیٰ کمال ہے

مدت سے تشنہ لب تیرے در پہ ہوں ساقیا
دے وہ مئے حرام جو دیں میں حلال ہے

کافی ہے ہم کو خاک درِ حضرت رسولؐ
نے دل میں شوق زر نہ تمنائے مال ہے

جس کی تلاش ہم کو معلیٰ تھی مدتوں
موجود اپنے پاس وہ صاحب کمال ہے

سر کے بل طیبہ کو جانا چاہیے
جا کے پھر واں سے نہ آنا چاہیے

روضۂ اقدس کی گر مل جائے خاک
سرمہ آنکھوں میں لگانا چاہیے

پیشِ شاہِ دیں بصد عجز و نیاز
حالِ دل اپنا سُنانا چاہیے

سایۂ دیوار میں گر جا ملے
اپنا بستر واں لگانا چاہیے

بہرِ آدابِ سلامِ شاہِ دیں
در پہ ہر دم سر جھکانا چاہیے

غسل کا جالی کے گر مل جائے آب
اُس میں کپڑوں کو بسانا چاہیے

واں کی گلیوں کے خس و خاشاک کو
اپنی آنکھوں سے اُٹھانا چاہیے

بہرِ سجدہ رات دن پیشِ نظر
آستانہ وہ سہانا چاہیے

اُس گُلِ خوبی کا جلوہ دیکھ کر
مثلِ بلبل غُل مچانا چاہیے

رات دِن اُس لعل لب کے دھیان میں
خون آنکھوں سے بہانا چاہیے

اے معلیٰ ہے کشش حضرت کی گر
دِل کے سب ارمان بر آنا چاہیے

خدا سے ڈر نہ کر شکوے کسی کے
بُرے ہوں یا بھلے سب ہیں اُسی کے

جو بچ نکلیں دو عالم سے خودی کے
تو ہم کہلائیں سر تا پا اُسی کے

کسی کو کر رکھیں دنیا میں اپنا
نہیں تو ہو رہیں ہم خود کسی کے

ہماری جان جائے گی کسی دن
یہی پہلو اگر ہیں دل لگی کے

محبت میں رسولِ ہاشمی کی
نکل جائیں گے ارمان سارے جی کے

نعت گوئی میں جو ہر دم یہاں کھلتا نہیں
زور سے اس قفل کی کونجی مروڑا چاہیے

ہجرِ حضرت میں دلِ مضطر مرا تھمتا نہیں
بہرِ تسکیں شربتِ دیدار تھوڑا چاہیے

ہے رہِ شہرِ مدینہ ہی صراطِ مستقیم
اے دلِ ناداں اس سی منہ کو موڑا چاہیے

جی میں ہے وحشت مدینہ جا کے دل کے آبلے
نشترِ خارِ مغیلاں سی ہی پھوڑا چاہیے

تا نہ پھیرے منہ رہِ شہرِ مدینہ سے کبھی
میرے اس نفسِ شقی پر ایک کوڑا چاہیے

دے یکے غوطے آبِ نہرِ شہرِ یثرب میں دلا
دامنِ تر دامنی اپنا نچوڑا چاہیے

سلسلہ زلفِ نبی کا اے معلیٰ ہے قوی
ہاتھ سے یہ عروۃ الوثقیٰ نہ چھوڑا چاہیے

فیوضِ مدفنِ سلطانِ دیں سے
اُٹھے ہیں نور کے بکّے زمیں سے

قیامِ ذاتِ ختم المرسلیں سے
فلک جھک جھک کے ملتا ہے زمیں سے

تمنا ہے مدینے کی زمیں پر
چلیں ہم سر سے آنکھوں سے جبیں سے

دوائے دردِ دل حضرت سی لینے
مسیحا آئیں گے چرخِ بریں سے

مضامیں نعتیہ دل میں بھرے ہیں
نکلتے گنج ہیں جیسے زمیں سے

قریب اپنی رگِ گردن سے ہے یار
ذرا دیکھو نگاہِ دوربیں سے

مزارِ فیض پر چل کر پڑھیں ختم
ہے عرس اُن کا رجب کی تیرھویں سے

درِ حضرت نہ چھوڑو اے معلیٰ
صدا آتی ہے یہ عرشِ بریں سے

حضرتِ حق کو بھی سب عالم میں
آپ کی شکل پسند آئی ہے

دیکھکر سُرمۂ چشمِ مَا زَاغ
چشمِ خورشید بھی پتھرائی ہے

رشکِ چشمِ شہِ دیں سے بے نور
دیدۂ نرگسِ شہلائی ہے

دلِ معلّیٰ نہیں قابو میں مرا
یادِ طیبہ کی سب مجھے آئی ہے

تیرے جھونکوں میں محبت کی جو بو آتی ہی
اے صبا کونسے گلزار سے تو آتی ہے

کیوں نہ حضرت کی ملاحت پہ ہو عالم شیدا
کب مہ و مہر میں یہ طرز نکو آتی ہے

جب کبھی آتا ہی اُس روضۂ اقدس کا خیال
داغِ دل سے گُلِ فردوس کی بو آتی ہے

خاک اُڑا لاکے وہاں کی مری آنکھوں میں کبھی
اے صبا شہرِ مدینہ سے جو تو آتی ہے

کہدے حضرت سی یہ کوئی کہ مری جانِ حزیں
آبِ کوثر کیلئے لیکے سبو آتی ہے

ہر گھڑی حورِ جناں روضۂ اقدس پر سے
صدقے ہونیکیلئے کرکے وضو آتی ہے

کیوں نہ اُس ذات کا ہو عرشِ معلیٰ پہ دماغ
حضرتِ حق کی یہیں سی جسے بو آتی ہے

بہے جاتے ہیں مرے لختِ جگر اشکوں سے
جسطرح گھانس کی پتّی لبِ جو آتی ہے

باغِ دنیا پہ عبث کیوں ہی دلِ زار فدا
کیا تجھے اسمیں وفا کی کبھی بو آتی ہے

کوئی کیا رتبۂ حضرت کو معلّیٰ سمجھے
نظرِ ان آنکھوں سی کب شانِ علو آتی ہی

حبِّ دنیا کی کڑی زنجیر توڑا چاہئے
رشتۂ اُلفت فقط حضرت سی جوڑا چاہئے

دم نکل جائے مرا جاکے مدینہ بنکر
مغفرت کیلئے حاصل یہ نشانی ہوجائے

حکم پھر آنیکا جلدی سے ہو عیسیٰ پہ صدو
تا عیاں پر تو اعجاز بیانی ہوجائے

گر پڑے اسمِ جلالی کا شبہ دیں کے اثر
فانی اک آن میں سب عالمِ فانی ہوجائے

جلد دیدار مبارک ہمیں دکھلائیں حضور
دور رخساروں سے اب گریانی ہوجائے

یوسفیٔ حسن فدا جن پہ ہو وہ آئیں نظر
تا میسر مجھے پیری میں جوانی ہوجائے

گر وہ اب طول کلامی نہ تم اے حضرتِ دل
نعت گوئی نہ کہیں مرثیہ خوانی ہوجائے

ہے معلّیٰ بھی غلاموں میں ہمارے ہی شریک
روزِ حشر اتنا ہی ارشاد زبانی ہوجائے

نوبت نعتِ بجی آئی ہے
اے دل اب وقتِ جبیں سائی ہے

دل اُنہیں زلفوں کا سودائی ہے
اک جہاں جن کا تمنائی ہے

سنگ ریزوں کو پڑھائی تسبیح
فخرِ اعجازِ مسیحائی ہے

مَارَمَیْتَ کا بیاں سنتے ہی
یدِ بیضا دمِ عیسائی ہے

سجدۂ گنبدِ خضرا کے لئے
خم سرِ گنبدِ مینائی ہے

فقر پہ اپنے نہ کیوں فخر کروں
دولتِ دیں مرے ہاتھ آئی ہے

سانس سینے کی جو ہی مشک آگیں
کیا مدینے کی ہوا آئی ہے

ہوگئے مشتاقِ رخِ پاکِ نبی
دیدۂ دل بھی تماشائی ہے

کرتے ہیں مردہ دلوں کو زندہ
آپ پر ختم مسیحائی ہے

صدمۂ ہجر میں روتے ہیں معلیٰ دن رات
ایک ہم بھی ہیں مدینے کی محبت والے

ہیں اہلِ دیں تمام اسی پر اڑے ہوئے ... رتبے میں بعد حق کے ہیں حضرت بڑے ہوئے
قطرے عرق کے جسمِ براقِ حضور پر ... ابریشمِ سپید پہ تھے موتی جڑے ہوئے
ہر وقت حکمِ رب سے پئے انتظامِ کار ... در پر ہیں شاہِ دیں کے ملائک کھڑے ہوئے
شوقِ لقائے خاص میں روضے کے ارد گرد ... عشاقِ محوِ دید ہیں لاکھوں پڑے ہوئے
اعدا کی کیا ہوائے حسد سے اکھڑ سکیں ... ہیں جنکے افتخار کے جھنڈے گڑے ہوئے
حضرت کے ساتھ فوج سماوی تھی جوق جوق ... گرچہ زمیں سے آپ روانہ چھڑے ہوئے

میں بھی شریک ان کا معلیٰ رہوں بحشر
اٹھیں گے جب بقیع کے مردے گڑے ہوئے

شاہِ دیں کا جو عیاں رازِ نہانی ہوجائے ... منکشف دہر میں ہر سرِّ معانی ہوجائے
یاد آجائے جو انگشتِ مبارک کا اثر ... ہر نئے ماہ کی تقویم پرانی ہوجائے
پڑے گر پرتوِ اصحابِ شجاعانِ عرب ... ناتواں زال کا دل رستمِ ثانی ہوجائے
دم نکل جائے اگر نامِ شہِ دیں لیکر ... تختِ تابوت مرا تختِ کیانی ہوجائے
جانبِ شہرِ مدینہ جو سر آنکھوں سے چلوں ... صورتِ سطحِ زمیں بحر کا پانی ہوجائے
اڑکے پہنچونگا مدینے کو صبا صورتِ برق ... اس شہِ دیں کا جو یک جذبۂ آنی ہوجائے
یادِ انہارِ مدینہ میں جو روؤں دن رات ... ابرِ رحمت مرے ان اشکوں کا پانی ہوجائے

دل میں مرے رہی گی نہ جنت کی آرزو
مجھ کو اگر مدینے میں تھوڑی سی جا ملے

کیوں ہو نہ خواہشات سے عالم کے وہ بری
حق مل گیا اُسے جسے خیر الوریٰ ملے

ہو گا نہ خوف گرمیٔ خورشیدِ حشر سے
سایہ جسے مدینے کی دیوار کا ملے

سمجھونگا اُس کو کحلِ بصر طوطیائے چشم
گر خاک کوئی خواجہ ہر دو سرا ملے

رحمت کا حق کی ہے شبِ میلاد میں ظہور
کیونکر قبولیت سے نہ دستِ دعا ملے

ملنا کسی کو ایسا نہ ہرگز ہوا نصیب
جیسے خدا سے حضرتِ خیر الوریٰ ملے

آوارہ وارِ غم سے گریباں کروں نہ چاک
دامن حضور کا جو بروزِ جزا ملے

حضرت سے جا کے میں بھی خدایا ملوں کبھی
جیسے کسی امیر سے اونیٰ گدا ملے

شاہِ رسل کے ملنے سے ملتا ہے حبیب خدا
اِس کے سوا دلا تجھے پھر اور کیا ملے

اللہ سے یہی ہے معلّیٰ مری دعا
کوئی ملے ملے نہ ملے مصطفیٰ سے ملے

اے میاں فاتحِ ابوابِ شفاعت والے
سب طفیلی ہیں ترے جتنے ہیں جنت والے

آپ کے مصحفِ رخ کا نہ ہوا وصف تمام
لکھتے لکھتے تھکے دنیا کے کتابت والے

معجزہ آپ کا لاثانی ہے قرآن مجید
لکھ سکے ایک بھی آیت نہ فصاحت والے

آپ کے بندۂ احسان ہیں سارے مومن
آپ کے فیض سے کہلائے سعادت والے

ہوگی اُمت کے گنہگاروں کی بخشش جس دم
منہ ہی تکتے رہیں سب بندۂ حسرت والے

دم بدم صبحِ قیامت کے ستم سہتے ہیں
کیا تڑپتے ہیں تمھاری شبِ فرقت والے

ملتے سنگِ درِ دلبر پہ جبیں کو اپنی
آتشِ شوق کو ہر لحظہ بجھاتے جاتے
آبِ گریہ سے دلِ سوختہ ٹھنڈا کرتے
سرِ شوریدہ کو سجدے میں گراتے جاتے
دُور سے گنبدِ خضرا کا نظارا کرتے
روز و شب حسرتِ دیدار میں آتے جاتے

حرمِ پاک کی جاروبِ صفائی کے لئے
مژۂ چشمِ معلیٰ کو بناتے جاتے

یاد جب روضۂ اقدس کا جمال آتا ہے
جلوۂ طور کا آنکھوں میں خیال آتا ہے
جب تصور میں رُخِ پاک پہ کرتا ہوں نظر
مردمِ دیدہ کو بھی لطفِ وصال آتا ہے
یاد جب سینۂ پُر نور کی آتی ہے مجھے
ہر بُنِ مو کو مرے وجد سے حال آتا ہے
عمر فرقت میں مدینے کی کٹی جاتی ہے
بس اسی کا مجھے ہر لحظہ خیال آتا ہے
حسرت و شرم سے ہو جاتا ہوں پانی پانی
یاد جب دل میں مجھے عشقِ بلالؓ آتا ہے
نام لیوا ہوں تمھارا میں فقط اے شہِ دیں
اِس سوا کچھ نہ مجھے اور کمال آتا ہے
صرفِ راہِ مدینہ کے نہ قابل ہو اگر
کام کیا خاک ہمارے زر و مال آتا ہے
شوقِ دیدارِ مدینہ میں چلے جاتے ہیں دن
کب نہ معلوم وہاں جانے کا سال آتا ہے
مرحبا کہتا ہے سُن سُن کے مرے نعتیہ شعر
جب ملک قبر میں از بہرِ سوال آتا ہے

عشق حضرت کا معلیٰ نہیں زائل ہوتا
گرچہ ہر چیز کو دنیا میں زوال آتا ہے

اکبر سے غرض نہ ہیں کیمیا ملے
بس ہم کو خاکِ پائے رسولِ خدا ملے

یہی دعائے معلّیٰ ہے وقتِ آخر میں
نصیب موت ہو مجھکو خدا مدینے کی

اے دل ہے فکر کیوں تجھے روزِ حساب کی
اُمت میں ہیں جنابِ رسالت مآب کی

ہے نیند میں جو روئے نبیؐ کا مجھے خیال
یوسف سے چل کے پوچھیئے تعبیر خواب کی

ہر دم خیالِ گردشِ چشمِ رسولؐ میں
حالت نہ دل کے پوچھیئے کچھ اضطراب کی

کوئے نبیؐ کو چھوڑ کے رہتا ہے ہند میں
مٹی خراب ہے دلِ خانہ خراب کی

میری غشی کا شربتِ دیدار ہے علاج
کہدو طبیب سے نہیں حاجت گلاب کی

قاصد فقط سلام مرا جاکے عرض کر
کچھ خط کی آرزو نہ طلب ہے جواب کی

حق ہے کریم اُس کے نبیؐ بھی کریم ہیں
زاہد کو فکر کیوں ہے ثواب و عذاب کی

کیونکر نہ مو بمو دلِ عالم اسیر ہو
زلفِ نبیؐ ہے کیا کہوں کس پیچ و تاب کی

بارِ گنہ سے خم ہوں ضعیفی میں یا نبیؐ
حسرت ہی رہ گئی مرے لطفِ شباب کی

یارب غلامیٔ درِ احمدؐ نصیب ہو
جنت کی آرزو ہے نہ خواہش ثواب کی

کحل البصر بناؤں میں آنکھوں کے واسطے
مل جائے پھر جو خاکِ درِ بوتراب کی

نامِ رسولِ پاک معلّیٰ نہ بھولئے
تسبیح رات دن ہے یہی شیخ و شاب کی

دیکھتے روضۂ پُر نور کو آتے جاتے
بختِ خوابیدہ کو غفلت سے جگاتے جاتے

کبھی اُس روضۂ اقدس پہ تصدق ہوتے
حالِ دل رُو رُو کے حضرت کو سناتے جاتے

تمھاری زلف کے سودے میں دن رات — سراسیمہ پریشاں ہر بشر ہے
نہ پوچھو حالتِ بیماریٔ عشق — کبھی تپ ہے کبھی دردِ جگر ہے
نہ ہو حیراں نظر کر دل کے اندر — خدا میں آئینہ پیشِ نظر ہے
عجب آئینہ دل سے مصفّا — کہ عاشق جس پہ خود آئینہ گر ہے

معلّائے حزیں جان اور دل سے
غلامِ درگہِ خیر البشر ہے

خوش آئے دل کو نہ کیونکر ہوا مدینے کی — ہے باغِ خُلد سے بڑھکر فضا مدینے کی
ثنا کریں جو رسولِ خدا مدینے کی — بُرائی کوئی کرے کیا بھلا مدینے کی
بھلا وہ کیسے ہو جنت کی سیر پر مائل — بچی ہے جسکی نظر میں ادا مدینے کی
خدائے پاک کرے وصف جسکا قرآں میں — میں کس زباں سے کروں پھر ثنا مدینے کی
فرشتے آکے جو کرتے ہیں آستاں بُوسی — عجیب شان ہے صلِّ علیٰ مدینے کی
پیے جحیم میں جاکر مدام ماءِ حمیم — خوش آئے جسکو نہ آب و ہوا مدینے کی
خدا کے واسطے اے ساکنانِ کوئے نبی — کبھی ہمارے لئے بھی دُعا مدینے کی
خیال اُسکا عزیزو نکل سکے کیونکر — ہمارے سینے میں دل میں ہے جا مدینے کی
نہ ہوگا دخلِ عدو حشر تک کبھی اُن پر — رکھے گا حق یونہی حرمت سدا مدینے کی
میں سوئے خُلد بھلا واعظا چلوں کیونکر — بندھی ہے پاؤں میں میرے حنا مدینے کی
کہو طبیب سے بہرِ مریضِ عشقِ رسول — ذرا سی چاہیے خاکِ شفا مدینے کی

شعاعِ پرتوِ مہرِ رسالت سے ہی دل روشن
فیوضِ جلوۂ نورِ خدا کی آمد آمد ہے

بشارت ہی گنہگارانِ امت کو۔ کہ عالم میں
شفیع المذنبین خیر الوریٰ کی آمد آمد ہے

نہ کیوں قفلِ دلِ عشاق فرحت سے کشادہ ہو
کلیدِ مخزنِ صدق و صفا کی آمد آمد ہے

دلِ مستاں تر و تازہ ہی کیفِ جامِ وحدت سے
سحابِ رحمتِ ربّ العلیٰ کی آمد آمد ہے

فیوضاتِ شبِ میلادِ حضرت کی تجلّی سے
دلوں پر آج فیضِ کبریا کی آمد آمد ہے

ادائے جشنِ میلادِ مبارک کیلئے ہر جا
گروہِ ساکنِ ارض و سما کی آمد آمد ہے

نہ کیوں پھولے پھلے فرحت سے نخلِ آرزو اپنا
کہ دنیا میں جنابِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

نہ کیونکر شکر سے خم گردنِ چرخِ بریں ہووے
زمیں پر پرتوِ ظلِّ خدا کی آمد آمد ہے

درِ مقصود سے کیونکر نہ پُر دامن ہمارا ہو
وہ بحرِ قلزمِ جود و سخا کی آمد آمد ہے

فیوضاتِ شبِ میلاد کے باعث ہر دل میں
مضامینِ کلامِ باصفا کی آمد آمد ہے

عجب پُر نور ہی یہ شب کہ جسکی شادمانی سے
تجلیہائے فیضِ کبریا کی آمد آمد ہے

مٹے کیونکر نہ اس شب میں جہاں سے کفر کی ظلمت
کہ ذاتِ پاکِ احمدِ مجتبیٰ کی آمد آمد ہے

ادب سے سر جھکا کر سجدۂ شکر اب ادا کیجے
معلّی خواجۂ ہر دو سرا کی آمد آمد ہے

نہ نیکی ہے نہ کچھ زادِ سفر ہے
الٰہی تیری رحمت پر نظر ہے

جوان روز دل درِ احمد پہ سر ہے
دماغ اپنا معلّی عرش پر ہے

اگر دوزخ گنہگاروں کا گھر ہے
بتا اے رحمتِ حق تو کدھر ہے

طوبیٰ کو ہے اُس شوخ کے سائے کی تمنا   گلزارِ رسالت کا جو سروِ چمنی ہے
کرتا ہے مدینے کا سفر رہ کے وطن میں   دِل محوِ خیالاتِ غریب الوطنی ہے

اے شاہ معلیٰ کو گناہوں سے بچالو
خادم یہ حُسینی ہے غلام حَسنی ہے

صفت ہوائے مدینہ کی جب بیاں کیجے   درود پڑھئے تو آغازِ داستاں کیجے
سُہانا پن وہ مدینے کا کیا بیاں کیجے   جناں کو رکھ کے مقابل میں امتحاں کیجے
حصارِ عرشِ بریں کو شرف مِلا جس سے   زمیں پہ اُس کی فدا ساتوں آسماں کیجے
تصور آپ کہاں تک کریں گے حضرتِ دل   نظارا اُس کا ذرا چل کے بھی وہاں کیجے
کِسی طرح سے پہونچکر در مدینہ پر   فدائے روضۂ اقدس یہ جسم و جاں کیجے
حضور زندہ بلالیں مجھے دیا پسِ مرگ   کسی طرح سے مرے دل کو شادماں کیجے
محیط اگرچہ ہے دریائے نعتِ مصطفوی   سفینہ عمر کا اِس بحر میں رواں کیجے
سوار ناقۂ قصویٰ کی پائے بوسی کا   اب انتظار کہاں تک اے سارباں کیجے
جو نعت گوئی سے اے دل گناہ بخشے گئے   ادائے شکر علی الرغمِ دشمناں کیجے

کریگا مشکلیں آساں وہی معلیٰ آپ
خدا سے حالتِ مجبوری سب بیاں کیجے

جہاں میں آج شاہِ انبیا کی آمد آمد ہے   ہمارے پیشوا اور رہنما کی آمد آمد ہے
ہیں محوِ روشنائی مہر و مہ و انجم گردوں   ضیائے نورِ حضرتِ مصطفیٰ کی آمد آمد ہے

ہے عنبر سارا ستہ فزوں نکہتِ گیسو
خوشبوے خجل نافۂ مشکِ خُتنی ہے

بے خوف مدینے کو چلو جلد معلّیٰ
بیجا یہ تمہیں خوفِ غریب الوطنی ہے

آقا جو ہمارا شہِ مکی مدنی ہے
ہم پر یہ بڑا فضلِ خداوندِ غنی ہے

آنکھوں میں بسی صورتِ ماہِ مدنی ہے
کیا پتلیوں کی شان بھی اللہ غنی ہے

حضرت کو کیا حق نے جو مختارِ شفاعت
اُمت کی سبھی بگڑی ہوئی بات بنی ہے

اے ہادیٔ دیں منزلِ مقصود دکھا دو
ابلیسِ لعیں مستعدِ راہ زنی ہے

کہتے ہیں اشارے سے مرے پنجۂ مژگاں
اِن آنکھوں میں نقشِ قدمِ پنجتنی ہے

پھیرے جو کوئی منہ قدمِ آلِ نبی سے
مردود ہے وہ قابلِ گردن زدنی ہے

کیوں چشمِ ملائک نہ ہو اس نور سے روشن
جسکی جسدِ عرش پہ تنویر چھنی ہے

صاف اُس کمرِ پاک سے ٹپکے کا نکلنا
کافی یہ دلیل از پئے نازک بدنی ہے

ہے عشقِ نبی میں جو اِن آنکھوں سے نکلتا
خونِ جگری مثلِ عقیقِ یمنی ہے

حضرت ہی مجھے بارِ تعلق سے نکالیں
گردن میں مری طوق یہ ہفتاد منی ہے

برآئے مدینے میں تجکر یہ الٰہی
دل میں جو تمناے غریب الوطنی ہے

قربِ قدمِ پاک ہو دل کو مرے حاصل
ہر چند جدا مثلِ اویسِ قرنی ہے

جلد اے شہِ دیں دام سے ہو اسکی رہائی
دل میرا اسیرِ غمِ دنیاے دنی ہے

اے رہبرِ دیں مکر سے اب اس کے بچا لو
یہ نفسِ شقی مستعدِ راہ زنی ہے

خورشیدِ حشر کی ہیں گرمی سے خوف کیا — سر پہ ہمارے سایۂ خیر الانام ہے
مرنے سے پیشتر نہ ہو جس زندگی میں موت — ایسی سلامتی کو ہمارا سلام ہے
اُمید ہے کہ حشر کے دن جامِ مغفرت — وہ دیں گے جنکے ہاتھ میں کوثر کا جام ہے
لعلِ لب اور گوہرِ دندانِ یار کا — یاقوت خانہ زاد ہے ہیرا غلام ہے
دینگے وہی جگہ مجھے زیرِ لوائے حمد — محمود جنکا حشر میں اعلےٰ مقام ہے
حرص ایک جان کیلئے کیوں اتنی منعمو — دنیائے دوں میں اپنا دو روزہ قیام ہے
جلد آؤ سر سے چلکے مدینے کو عاصیو — بخشش کا واں کھُلا ہوا دربارِ عام ہے

طے ہو یہ راہِ منزلِ مقصود کس طرح
حیرت کا ہر جگہ میں معلّٰی مقام ہے

جو وصل کی صورت شبِ معراج بنی ہے — حضرت کا بھی کیا مرتبہ اللہ غنی ہے
ارشادِ دم "لَحمُکَ لَحمِی" سے علیؑ کو — حاصل ہوا زورِ درِ خیبر شکنی ہے
نادیدہ جو حضرت پہ فدا جاں ہے ہماری — جاری یہ فقط فیضِ اُویس قرنی ہے
کیا کوئی بھلا ہو سکے اُس ذات سے ہمسر — مختارِ خدائی کا وہ شاہِ مدنی ہے
مومن کے نہ کیوں دل میں ہو حبِ شہِ لولاکؐ — پھیلی جو مشامات میں بوئے یمنی ہے
کیا اُس سے کرے دعوئی آزادگی کوئی — وہ گلشنِ تقدیس کا سروِ چمنی ہے
حُسنِ قدِ بے سایہ پہ کیوں دل نہ فدا ہو — عالم سے نئی آپ کی تصویر بنی ہے
حضرت کی بدولت تنِ تاریک جہاں میں — کس حسن سے اسلام کی تنویر چھنی ہے

وہاں لیجا کے وہ آبِ دمِ شمشیر دیتے ہیں | جہاں جاں عاشقوں کی پانی پانی کو ترستی ہے
علو ہے رتبہ عالی ہمتوں کا خاکساری سے | وہی پلہ گراں ہوتا ہے جو مائل بہ پستی ہے

وہاں ہم دل جلوں کا اے معلی خاص مسکن ہے
بجائے ابرِ باراں جس جگہ آتش برستی ہے

طاقت نہ اس زبان میں حمد و ثنا کی ہے | قدرت نہ ذکرِ نعتِ رسولِ خدا کی ہے
دیوار جو محیط یہ ارض و سما کی ہے | کوٹھی مرے حضور کے دولت سرا کی ہے
کیوں طور پر ہی موسیٰ عمراں فقط ہیں غش | یثرب کے ہر جبل میں تجلی خدا کی ہے
دوڑے ہوئے مدینے کو جائیں مریض حرم | تولید اس زمین میں خاکِ شفا کی ہے
ملتا ہے رہنے والوں کو فردوس کا مزا | تاثیر یہ مدینے کی آب و ہوا کی ہے
جرمِ گنہ کی رحمتِ عالم سے شرم ہے | حالت ہمارے دل میں جو خوف و رجا کی ہے
اڑ کر چلا ہے کس کا مدینے کو خطِ شوق | جانِ حزیں ردیف جو پیکِ صبا کی ہے

جس سر زمین کا عرشِ معلی کو رشک ہے
یہ شان بارگاہ رسول خدا کی ہے

عرشِ بریں پہ جس شہِ دیں کا قیام ہے | اُس شاہِ انبیا کا معلی غلام ہے
تیغ نگاہ مستعد قتل عام ہے | زلف اک طرف بچھائے ہوئے اپنا دام ہے
اپنا یہ مال و زر ہیں خیال عوام ہے | جاں دینا راہِ عشق میں مردوں کا کام ہے
کچے جو دل کے لوگ ہیں ہو اُن سے نفع کیا | دیتا نہیں زباں کو مزا پھل جو خام ہے

کہاں ڈھونڈوں کدھر جاؤں کروں کیا
وہ عنقا کی طرح سے بے پتا ہے

خیالِ سوزِ عشقِ شعلہ رو نے
جلا کر خاک دل کو کر دیا ہے

ہے اِس کا عزم کہ لیکر بارِ عصیاں
فقط میں ہوں خدا کا سامنا ہے

جو ہذیاں بک رہے ہو اے معلّیٰ
تمہارے بھی جنوں سر پر چڑھا ہے

مدینہ بھی عجب ذی رتبہ و بے مثل بستی ہے
وہاں ہر آن خدائے پاک کی رحمت برستی ہے

نہ فکرِ مفلسی ہے کچھ نہ خوفِ تنگدستی ہے
جب اُن کے فضل کے بازار میں جنّت بھی سستی ہے

ہے کافی رہنما شرعِ نبیؐ سیدھے چلے آؤ
رہِ عشقِ الٰہی میں بلندی ہے نہ پستی ہے

جو آیا ہے فَقُلنَا کُن لَہٗ مضمون قرآں میں
بیانِ حالِ وصفِ صنعتِ چالاک دستی ہے

اُس ابرو کے اشارے سب جلالی و جمالی ہیں
یہ تیغِ اصفہانی ہر دو جانب خوب کستی ہے

رہا کرتی ہے جسکی دل میں حسرتِ باغِ جنت کے
مدینہ کچھ عجب ہی پُر فضا گلزار بستی ہے

یک ابرو کے اشارے سے ہزاروں قتل ہوتے ہیں
عجب شمشیر ہے کہ جس میں لاکھوں پر برستی ہے

سمائے دوسرا کیونکہ ہماری چشمِ حق بیں میں
مئے خم خانۂ توحید کی آنکھوں میں مستی ہے

دلیلِ معنیٔ لَولَاکَ سے یہ بات ثابت ہے
کہ ذاتِ پاکِ حضرت باعثِ ایجادِ ہستی ہے

اگر دیں ابر سے تشبیہ ہم بخشش کو حضرت کی
تو بجلی خندۂ دنداں نما ہے ہم پہ ہنستی ہے

بیانِ فَاتَّبِعُونِی سے یہ حجت مسلّم ہے
کہ طاعت احمدِؐ مرسل کی عینِ حق پرستی ہے

نہ ہو کیوں صحبتِ صالح سے حاصل نفع طالب کو
معطر ہوتی ہے وہ شئی جو عطرِ گل میں بستی ہے

عجب انداز سے یہ تیغ ادا چلتی ہے

پھر مدینے کو الٰہی میرا جانا ہو جائے
مرنے جینے کا وہیں کاش ٹھکانا ہو جائے

نمارِ حسرت کا نہ باقی رہے کھٹکا کوئی
تیرِ مژگاں کا دلِ زار نشانا ہو جائے

جائے سر سے نہ کبھی شورشِ سودائے نبی
لیلیٰ زلف کا مجنوں دلِ دانا ہو جائے

محوِ دیدارِ شہِ دین رہیں آنکھیں میری
حور و غلماں کی طرف سارا زمانا ہو جائے

نکلے دیوانہ پھروں مثلِ اُویسِ قرنی
میرا مشہور زمانے میں فسانا ہو جائے

نامِ حضرت پہ لٹا دوں میں اُسے اک پل میں
گر میسر مجھے قاروں کا خزانا ہو جائے

کوئی لیجائے بنا کر مجھے مجرم ہی وہاں
اُن سے ملنے کا کسی طرح بہانا ہو جائے

التجا تجھ سے معلیٰ کی یہی ہے اے موت
حشر تک اُس کا مدینہ ہی ٹھکانا ہو جائے

اُسی کا سب ظہورا جا بجا ہے
وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے

درِ حضرت پہ جو دل سے فدا ہے
وہ بندہ خاصِ منظورِ خدا ہے

جو دل پر غلبۂ خوف و رجا ہے
نہیں معلوم اُنہیں منظور کیا ہے

مجا رکھی ہے اک عالم میں اندھیر
عجب یہ زلف بھی کالی بلا ہے

کلیجے سے لگا کر ہنس کے بولے
کہو کیا اب تمھارا مدعا ہے

مدینے میں مریں یا بسم دکن میں
نجانے کیا مقدر میں لکھا ہے

کرو اس خانۂ دل کو نہ ویران
تمھاری خاص یہ دولت سرا ہے

دست و پا گر نہیں قابل تو سر آنکھوں سے تو چل
طے مدینے کی کسی طرح سے منزل ہووے

ہوگئی دولتِ دیدار اُسے گویا کہ نصیب
جسکو دیدارِ نبیؐ خواب میں حاصل ہووے

دست بستہ میں کروں عرض سب احوالِ دلی
روضۂ پاک جو آنکھوں کے مقابل ہووے

یاد میں خنجرِ ابروئے شہِ دیں کی مدام
کیوں نہ پہلو میں تڑپتا دلِ بسمل ہووے

قید ہُئی زلفِ رسولِ عربی کہلاؤں
طوق گردن میں ہو پاؤں میں سلاسل ہووے

چشمِ جادو نگہِ شاہِ رُسل کا ہوں مریض
مرضِ دل مرا عیسیٰ سے نہ زائل ہووے

یوسفی حسن کو اک عمر کنوئیں جھنکوائے
کبھی وہ ماہ جو یوسف کے مقابل ہووے

ہیں رسولِ عربی جب مرے حامی ہر دم
کیوں نہ آسان معلّیٰ مری مشکل ہووے

تیری ہر حال میں اے میرے خدا چلتی ہے
بات بندوں کی ترے سامنے کیا چلتی ہے

سانس جب نزع میں با یادِ خدا چلتی ہے
فوجِ ابلیس میں نکبت کی ہوا چلتی ہے

اپنے افعال کا باعث ہے نزولِ آفات
یعنی اعمال کی شامت سے وبا چلتی ہے

اے مسیحائے زماں حالتِ بیمار نہ پوچھ
نہ غذا چلتی ہے اُس سے نہ دوا چلتی ہے

مجھے یاد آتی ہے گلزارِ مدینہ کی بہار
جانبِ غرب سے جب کوئی ہوا چلتی ہے

دم بدم طاقتِ بیمار گھٹی جاتی ہے
نبض بھی چلتی ہے تو دھیمی ذرا چلتی ہے

ہے غضب دیدہ و دانستہ بھی اغماض انکا
ہم وفاداروں پہ کیا تیغِ جفا چلتی ہے

کر دیا جنبشِ ابرو نے معلّیٰ بسمل

حسن کا تیرے خریدار جو اللہ بنا — دنگ حیرت میں ہیں یوسف و زلیخا والے
رخ روشن کی ضیاء سے تو مٹا دی جلدی — ظلمت کفر کو اے زلف چلیپا والے

اے معلّی دکن ہند سے اب جلد چلو
منتظر بیٹھے ہیں سب یثرب و بطحیٰ والے

اے شہ ملک عرب یثرب و بطحیٰ والے — تیرے محتاج شفاعت ہیں یہ دنیا والے
بخشوا لو ہمیں اے اِنَّا فَتَحنَا والے — قہقہے ہم پہ لگاتے ہیں یہ تقویٰ والے
ہم تو ہیں کعبۂ ابرو کے ترے سجدہ گزار — بازی لیجائیں گے کیا ہم سے کلیسا والے
دین احمد ہی کا سکّہ چلے عالم میں تمام — دیں فروشی نہ کریں تا کہیں دنیا والے
آپ ہی کیجئے سرسبز مری کشت امید — اے شہ ختم رسل گنبد خضرا والے
راکب ناقۂ قصویٰ کے ہیں ہم دل سے غلام — نجد کو جائیں جو ہیں ناقۂ لیلےٰ والے
دیکھ لیں صاحب وَاللَّیل کی زلفوں کا جمال — سامنے آئیں ذرا زلف چلیپا والے
بادۂ عشق نبی سے جو چکھیں یک قطرہ — مست تا حشر رہیں ساغر و مینا والے
دیکھ لیں آکے جو حسن لب اعجاز نبی — زندہ ہو جائیں گے سارے دم عیسیٰ والے
مہدئی دین کریں جلد آکے ہدایت سب کو — سوئے کعبہ بھی جھکیں مسجد اقصیٰ والے

ہے تمنا کہ یہ فرمائیں قیامت میں حضور
بخش دو سب کو جو ہیں لوگ معلّی والے

تن مدینے میں نہ رہنے کے جو قابل ہووے — روضۂ پاک کے زینے پہ پڑا دل ہووے

ہے مطیعِ حکمِ عالی خلقتِ عالم تمام
دیکھکر یہ شوکتِ فرماں روائی آپ کی

کی جو راہِ منزلِ مقصود کی دل نے تلاش
دیوڑھی مجکو فرشتوں نے دکھائی آپ کی

ہو کے خوش ارشاد فرمایا علیٰ خُلقٍ عظیم
نیک خصلت حق تعالیٰ کو جو بھائی آپ کی

خانۂ دل کو مرے آباد آ کر کیجئے
ہو گئی ویران یہ بستی بسائی آپ کی

ہے نگینِ دل پہ کندہ نامِ والائے حضور
اُلفتِ مُہرِ نبوت کام آئی آپ کی

آفتابِ نورِ والا کیوں نہ ہر ذرہ میں ہو
جلوہ گر ہر شئی میں ہے جلوہ نمائی آپ کی

آپ کا بندہ سمجھکر ہٹ گئے منکر نکیر
کیا حمایت قبر میں ہی کام آئی آپ کی

ہے خداوندِ جہاں قرآں میں اُنکا مدح خواں
کیا پسند آئے معلّیٰ ژاژ خائی آپ کی

حشر سے ہم کو ڈراتے ہیں یہ تقویٰ والے
المدد اے شہِ یُعْطِیْکَ فترضیٰ والے

کر مدد اے شہِ دیں اِنَّا فَتَحْنَا والے
بیطرح ہم کو ڈراتے ہیں مسیحا والے

بندے ہم بھی تری درگاہ کے ہیں دیرینہ
بھول جانا نہ کہیں ہم کو اے مولا والے

مغفرت خواہ کھڑے ہیں ترے در پر لاکھوں
اے شہنشاہِ عرب یثرب و بطحیٰ والے

اوج پر عرش کے پہنچا قدمِ پاکِ نبی
رہ گئے نیچے سبھی عالمِ بالا والے

ہے ید اللہ سے حاصل یدِ طولا جو تمہیں
کفِ حسرت نہ ملیں کیوں یدِ بیضا والے

آپ نے اُسْتُنِ حَنّانہ کو رتبہ جو دیا
رشک سے سوکھ گئے سدرہ و طوبےٰ والے

قدِ پُر نور کا پر تو نہ بنا سایہ بھی
ہیں کدھر آئیں مقابل قدِ رعنا والے

رحمت سے تو بخش اپنی معلّیٰ کو الٰہی
اک ادنیٰ ثنا گوئے رسولِ عربی ہے

جب زباں پر مری حضرت کی ثنا آتی ہے
آفریں کی مجھے ہر سُو سے صدا آتی ہے

دور کر شوق سے آنکھوں میں لگا لیتا ہوں
گرد لیکر جو مدینے کی صبا آتی ہے

مشتعل جب کہ ہے سینے میں مرے آتشِ شوق
نفسِ تُند سے بھی گرم ہوا آتی ہے

نام پر اُس شہِ والا کے جو پڑھتا ہوں دُرود
حور لب پر مرے ہونیکو فدا آتی ہے

مضطرب ہوتا ہوں جب ہجرِ مدینہ میں کبھی
پنکھا جھلتی ہوئی جنت کی ہوا آتی ہے

اے مسیحا ترے بیمارِ محبت کے لئے
ہاتھ میں لیکے اجل جامِ شفا آتی ہے

یادِ انہارِ مدینہ میں مرے اشکوں سے
ابرِ رحمت کے برسنے کی صدا آتی ہے

دیکھکر کہتے تھے حضرت کو ملک کون ہیں یہ
جنکے چہرہ سے نظر شانِ خدا آتی ہے

جوش زن سینے میں ہے بحرِ غمِ عشقِ بتول
بات کرتا ہوں تو رونیکی صدا آتی ہے

آرزو ہے کہ غزل سن کے یہ فرمائیں حضور
تیرے اشعار میں بھی بوئے وفا آتی ہے

نعتیہ شعر میں پڑھتا ہوں معلّیٰ جس دم
کان میں عرش سے تحسین کی صدا آتی ہے

بندگی جسدم پسند اللہ کو آئی آپ کی
ہو گئی تحتِ حکومت سب خدائی آپ کی

دیکھکر خالق نے شانِ مصطفائی آپ کی
اپنی سب مخلوق پر عزت بڑھائی آپکی

کیوں نہ ہو شاہا مسلّم رہنمائی آپ کی
راہِ وصلِ حق ہے سب دیکھی دکھائی آپکی

رات دن وردِ زباں ہی جو ہے ذکرِ درود	اس سے بڑھکر کوئی بتلائے وظیفہ کیا ہے
ہوں گنہگار نہیں پاس مرے زادِ عمل	ذاتِ حضرت کے سوا مجھکو سہارا کیا ہے
داغِ عشقِ شہِ دیں قبر میں دکھلادونگا	گر ملک پوچھیں کہ تجھ پاس وثیقا کیا ہے

اے معلّی اُٹھو جلدی سے مدینے کو چلو
چھوڑدو چھوڑدو دنیا کا بکھیڑا کیا ہے

دلِ بستۂ گیسوئے رسولِ عربی ہے	جاں شیفتۂ موئے رسولِ عربی ہے
ارشادِ خدا ہے لَعَلیٰ خُلُقٍ عظیم	قرآں صفتِ خوئے رسولِ عربی ہے
کہدے یہ کوئی حضرتِ زاہد سے ہمارا	سر سجدہ میں دل سوئے رسولِ عربی ہے
پُوچھے جو کوئی کعبۂ مقصود ہمارا	طاقِ خمِ ابروئے رسولِ عربی ہے
منظور جنھیں ہے وہ ابھی دیکھ لیں چلکر	فردوسِ بریں کوئے رسولِ عربی ہے
رشکِ سہی و غیرتِ سروِ چمن جسکا	زیبا قد دلجوئے رسولِ عربی ہے
ہو جائیں نہ کیوں نافۂ آہو کے ہرن ہوش	عنبر سے سوا بوئے رسولِ عربی ہے
انوارِ تجلائے خداوند جہاں سے	روشن رُخِ نیکوئے رسولِ عربی ہے
جس نور کے پرتو سے ہے سب دہر منوّر	پر نور عجب روئے رسُولِ عربی ہے
دیدارِ الٰہی سے نہ اک ذرہ بھی جھپکی	کیا نرگسِ جادوئے رسُولِ عربی ہے
نظارۂ دیدارِ خدائی کیلئے صاف	آئینہ بنا روئے رسولِ عربی ہے
مخلوق میں یہ کس کو ہوا رتبہ میسر	اللہ رضا جوئے رسولِ عربی ہے

منکرِ قولِ شفاعت سے یہ جی ہیں پوچھوں | معنیٔ آیتِ یُعْطِیکَ فَتَرْضیٰ کیا ہے
سب کے اخلاق سے افضل ہو نہ کیوں خُلقِ نبی | لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ سے اشارا کیا ہے
فتحِ مقصد کے لئے ذاتِ مبارک ہی کلید | آیتِ اِنَّا فَتَحْنَا کا معمّا کیا ہے
مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقّ کا ارشاد ہی خاص | آپ کو حق کہیں گر لوگ تو بیجا کیا ہے
عرض کردونگا ہوا میں جو غلاموں میں شریک | اب کسی چیز کی شاہا مجھے پروا کیا ہے

دیکھے نعلین مجھے حشر میں فرمائیں حضور
تیرا مقصودِ دل اب باقی معلّیٰ کیا ہے

رخِ حضرت سے فزوں حسن میں زیبا کیا ہے | سامنے اس کے مہ و مہر کا جلوا کیا ہے
بیشِ حضرت کسی مخلوق کا رتبہ کیا ہے | سامنے جلوۂ خورشید کے ذرّا کیا ہے
محوِ دیدارِ رسولِ عربی کیوں نہ رہوں | اس سے بڑھکر کوئی عالم میں تماشا کیا ہے
آستاں بوسیٔ حضرت سے جو حاصل ہے شرف | کیا کہوں میرا بلندی پہ نصیبا کیا ہے
میرا مدفن ہو مدینہ یہ تمنائے دلی | نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے
سجدۂ نقشِ قدم سے جو مجھے روکتا ہے | تو نے واعظ شہِ لولاک کو سمجھا کیا ہے
میں کبھی یوسف کی خریداری میں ہوتا ہوں شریک | نعت گوئی کا مجھے ورنہ سلیقا کیا ہے
دم نکل جائے مدینے کی تمنا میں میرا | مجھے اس شہر سے بڑھکر کوئی پیارا کیا ہے
اے زنانِ بلدِ مصر قمر سے پوچھو | تم نے یوسف کا مرے حسن ابھی دیکھا کیا ہے
ہو گئے آپ جو اے حضرتِ موسیٰ مدہوش | درخورِ طور کہو عرش سے اونچا کیا ہے

ہوتی ہی موئے مبارک کی زیارت جو نصیب
خواب میں حضرتِ موسیٰ کو عصا ملتا ہے

ہر دم آتی ہی جو دل میں رخِ پر نور کی یاد
لطف اسمیں مجھے ہر روز نیا ملتا ہے

خاک اُس پائے مقدّس کی کہاں ہم کو نصیب
جتنا تقدیر کا اپنی ہی لکھا ملتا ہے

اُس مہِ برجِ شرف سی ہمیں ملنا ہو نصیب
جیسے خورشیدِ منوّر سے سُہا ملتا ہے

نامِ حضرت کے وسیلے سی ہی ہوتی ہی قبول
جب ہمیں موقعِ اظہارِ دعا ملتا ہے

دل سے آنکھوں کو لگا لیں ملک و جن و بشر
کب کسی کو ترا نقشِ کفِ پا ملتا ہے

حشر کی گرمی میں اے ظلِّ عطوفت والے
آسرا کس کو ترے در کے سوا ملتا ہے

غزلِ نعتیہ کی ہے جو یہ دربار میں پیش
آج دیکھیں ہمیں انعام میں کیا ملتا ہے

نعتیہ سُن کے یہ اشعار کہیں حشر میں لوگ
اب معلّیٰ کو بھی بخشش کا صلا ملتا ہے

سر کے بل جلدی سی چل سوچ میں بیٹھا کیا ہے
دیر چلنے میں مدینے کے معلّیٰ کیا ہے

سونپ دے کام سب اپنے تو خدا کے اوپر
کارِ دنیا تری تدبیر سے ہوتا کیا ہے

آ نہیں سکتا ہوں میں آپ کی جب تک نہ کشش
دیر بندے کی طلب میں مرے مولا کیا ہے

اجل آنیکو ہی اور پاس نہیں زادِ سفر
نہیں معلوم کہ تقدیر میں لکھا کیا ہے

چلکے دہلیز پہ آقا کی پہنچ جا جلدی
عمرِ دو روزہ کا دنیا میں بھروسا کیا ہے

بہر مدفن ملے تھوڑی سی مدینے کی زمیں
اِس سوا اور مرے دل کی تمنا کیا ہے

قبر سے اٹھوں تو ہنگامۂ محشر سے کہوں
حضرت آرام میں ہیں شور یہ غوغا کیا ہے

سندِ عفو معلّی کو دلانیوالے

جائیں جنت کی طرف زہد جتانیوالے
ہم گنہگار مدینے کو ہیں جانیوالے

عشقِ حضرت ہیں ہمارے شررِ سوزِ جگر
ہیں دلِ طور کی ہستی کو جلانیوالے

کر مدد اے شہِ اورنگِ مقامِ محمود
بے ٹھکانہ ہوئے جاتے ہیں ٹھکانیوالے

قافلے ملکِ عدم کو جو چلے ہیں صد ہا
ہیں مدینے کی طرف بھی کوئی جانیوالے

بس ہمارے لئے ہے سایۂ دیوارِ نبیؐ
ہم نہیں بالِ ہما ہیں کبھی آنیوالے

سرمۂ خاکِ قدم کی ہیں یہ آنکھیں مشتاق
او سرِ عرش پہ نعلین سے جانیوالے

طرۂ گیسوئے خمدارِ شہِ ختمِ رسل
دل کو ہیں دامِ محبت میں پھنسانیوالے

گل رخسارِ رسولِ عربی بہرِ خلیل
نارِ نمرود کو ہیں باغ بنانیوالے

بات بگڑی ہے معلّی کی بنا لے تو ہی
وقتِ آخر ہیں او بگڑی کے بنانیوالے

یہ نہ سمجھو کہ نبیؐ ملنے سے کیا ملتا ہے
بخدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے

لیتے ہی نام مبارک جو بہم ملتے ہیں لب
نعمتِ خلد سے بھی بڑھکے مزا ملتا ہے

خواہشِ ظلِّ ہما دل سے نکل جاتی ہے
درِ حضرت کا جسے سایہ ذرا ملتا ہے

شبِ معراج میں یہ کہتی ہیں حورین باہم
اپنے محبوب سے اب دیکھو خدا ملتا ہے

چھوڑ کر کوئے نبیؐ جاتے ہیں کیوں خلد کو لوگ
نہیں معلوم انہیں اُس جائے میں کیا ملتا ہے

یا الٰہی بڑھے ہر دم مرضِ عشقِ نبیؐ
مجھے اس درد میں بھی لطفِ شفا ملتا ہے

یہ حاملِ اقدام ہے وہ حاملِ نعلین
کیوں عرش سے رتبے میں نہ بڑھ جائے مدینہ

ہرگز دلِ مخلوق کی کھیتی نہ ہری ہو
گر ابرِ کرم اپنا نہ برسائے مدینہ

کیونکر نہ حسد سے جگرِ ماہ ہو پارہ
خورشید ہی ہر ذرّۂ صحرائے مدینہ

تا حشر خمارِ مئے اُلفت میں رہوں مست
کم ہو نہ یہ کیفیتِ صہبائے مدینہ

ہرگز نہ کرے میوۂ جنت کی وہ خواہش
حاصل ہے جسے لذّتِ خرمائے مدینہ

ہے سرمۂ چشمِ بشر و جن و ملائک
خاکِ قدمِ اقدسِ مولائے مدینہ

ہو رشکِ دلِ عرشِ بریں کو بھی معلّیٰ
رنگ اپنی حقیقت کا جو دکھلائے مدینہ

آسمان والوں کو شان اپنی دکھانیوالے
اے میاں عرش پہ نعلین سے جانیوالے

بندۂ عاصی کی بھی حشر کے دن یاد رہے
اے گنہگاروں کو اُمت کے بچانیوالے

رحمتِ حضرتِ حق تم پہ ہو نازل ہر آن
مژدۂ عفو غریبوں کو سُنانیوالے

دیکھکر آپ کی وہ شانِ مقامِ محمود
دم بخود رشک سے ہیں سارے زمانیوالے

مجھے بتلاؤ تو ہیں کون جہان میں ایسے
دین کے سکّے کو دنیا میں چلانیوالے

حشر میں آکے تو دیکھیں مرے آقا کا مقام
ہیں کدھر آج وہ فخر اپنا جتانیوالے

انبیا میں بھی کوئی ایسے تو بتلائیں مجھے
شیفتہ اپنا خدائی کو بنانیوالے

کس کو حاصل تھی کرامات میں یہ شانِ رفیع
پارۂ نان میں صدہا کو کھلانیوالے

کون ہے آپ سوا کہدے یہ حضرت سے کوئی

بدلے میں سر و جاں کے بھی گر اسکو خریدیں
ارزاں ہی ہمارے لئے سودائے مدینہ

سر اُس کا سرِ جیبِ مقدس سے لگا ہے
ہی غم سے بری دامنِ صحرائے مدینہ

خالص عسل و نحل سے خرمائے چکیدہ
ہے نعمتِ حق یہ منّ و سلوائے مدینہ

کہتے ہیں بصد شوق مرے مردمِ دیدہ
کیا خوب ہی گر آنکھ میں چھپ جائے مدینہ

تا حشر تری بارشِ رحمت سے الٰہی
سرسبز رہے گنبدِ خضرائے مدینہ

حضرت کا بنا جب سے ہی آرام گہِ خاص
کیوں فخر سے اپنے میں نہ اترائے مدینہ

ہیں حور و ملک جس پہ دل و جاں سے تصدق
رشکِ چمنِ خلد ہے صحرائے مدینہ

کونین میں پھیلی ہی ضیا جس کی معلّیٰ
کیا غیرتِ خورشید ہے سیمائے مدینہ

خرمے کے درخت اور وہ صحرائے مدینہ
یاد آتا ہے ہر رہ پہ مجھے ہائے مدینہ

اللہ رے تاثیرِ تولائے مدینہ
ہر داغِ جگر ہے گلِ صحرائے مدینہ

دل جب سے بنا والہ و شیدائے مدینہ
کہتا ہے مرا ہر بنِ مو ہائے مدینہ

غلماں ہیں غلامان تو پرستار ہیں حوریں
جنت کا سراپا ہے سراپائے مدینہ

چشمانِ بصیرت سے نگہ کرکے ملائک
رکھ لیتے ہیں آنکھوں پہ قدمہائے مدینہ

آنکھیں تو ذرا کھول کے دیکھ اے دلِ نادان
ہے آنکھ کی پتلی میں تماشائے مدینہ

صحرائے مدینہ میں پھروں قیس کے مانند
دل جائے اگر ناقۂ لیلائے مدینہ

بیہوش گریں ہوش میں تا حشر نہ آئیں
دیکھیں کبھی موسیٰ جو تجلائے مدینہ

دکھائے مُردے زندہ کرکے بھی زورِ مسیحائی
عجب سردارِ عالی شاں محی الدین جیلی ہیں

گروہِ اولیا سب عاشقِ درگاہِ باری ہے
حبیبِ حضرتِ سبحاں محی الدین جیلی ہیں

ہو کیا خوف اے معلی مجھ کو شورِ روزِ محشر کا
حمایت پر مری ہر آں محی الدین جیلی ہیں

نہ کہا آکے یہ اے جان کسی نے تجھ کو
کہ بلایا ہے مدینے میں نبی نے تجھ کو

ہجر میں رو کہ ہیں دو آنکھیں سفینے تجھ کو
یہی پہنچائیں گے اک روز مدینے تجھ کو

ذکرِ حضرت میں تو مصروف رہ اے جانِ حزیں
رحمتِ حق کے ملے ہیں یہ دفینے تجھ کو

نعتیہ شعر مرے سُن کے یہ کہتے ہیں اُویس
دیا بخشش کا وثیقہ یہ نبیؐ نے تجھ کو

صدقے ہوتا ہوں جو روضے کے تو کہتے ہیں ملک
یاد ہیں خوب خوشامد کے قرینے تجھ کو

نامِ حضرت پہ ہو صدقے تو اذاں میں دلِ زار
کی عنایت یہ بلالِ حبشیؓ نے تجھ کو

سر نہ سرکا کبھی دہلیزِ شہِ دیں سے ولا
چومنے کیلئے بس ہیں یہی زینے تجھ کو

آرزو ہے کہ کہیں قبر میں بھی مجھ سے ملک
بخشوایا ہے گناہوں سے نبیؐ نے تجھ کو

اے معلی نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ
کافی ہے وردیہی بارہ مہینے تجھ کو

اِن آنکھوں کو اللہ نظر آئے مدینہ
ہر لحظہ ہو دل محوِ تماشائے مدینہ

کیا دل میں جما نقشۂ زیبائے مدینہ
ہے خانۂ کعبہ میں تجلّائے مدینہ

سو بار تصدّق ہوں میں اُس پیاری خلش پر
اُف رے خلشِ خارِ تمنائے مدینہ

وہ دمِ عیسیٰ یدِ بیضا عصائے موسوی — پیشِ شانِ رتبۂ شق القمر کچھ بھی نہیں
کچھ چلا مجکو نہ حضرت کی حقیقت کا پتا — طاقت ادراک تجھ میں اے بصر کچھ بھی نہیں
سب ادھر ہے دہر میں اظہارِ اسما و صفات — ذاتِ مطلق کے سوا پیدا ادھر کچھ بھی نہیں
کیا لب و دندان حضرت سے کریں گے ہمسری — اُن کے آگے لعل و یاقوت و گہر کچھ بھی نہیں
بے ادب کہتے ہیں جو ہم بھی بشر وہ بھی بشر — اُن کو حضرت کی حقیقت کی خبر کچھ بھی نہیں
ہمسری خیر البشر سے کیا کرے کوئی بشر — سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں
بے مدد حضرت کے پہنچوں میں مدینہ کس طرح — پاس میرے خرچ رہ زادِ سفر کچھ بھی نہیں

شافع روزِ جزا ہیں میرے آقائے کریم
روزِ محشر کا معلیٰ مجھ کو ڈر کچھ بھی نہیں

عجب رتبے میں عالی شان محی الدین جیلی ہیں — نبیؐ کے نورِ چشم و جان محی الدین جیلی ہیں
رکھے زیرِ قدم اُن کے نہ کیونکر ہر ولی گردن — کہ فخرِ عالم ایقان محی الدین جیلی ہیں
نہ کیونکر خاکِ در کو ان کی ہم خاکِ شفا سمجھیں — ہمارے درد کے درمان محی الدین جیلی ہیں
محبت اور اطاعت ان کی لازم اہلِ دیں پر ہے — مدارِ دین و ہم ایمان محی الدین جیلی ہیں
ہے فرمانِ حکومت اُن کا جاری سارے عالم پر — اگرچہ ساکنِ جیلان محی الدین جیلی ہیں
ملے گر آپکے در کی گدائی ہم کو کافی ہے — نہ کچھ اور اِس سوا ارمان محی الدین جیلی ہیں
بچا لیں گے نہ کیوں دوزخ سے وہ اُمت کو نانا کی — دوائے علتِ عصیان محی الدین جیلی ہیں
ضیائے نور سے اُن کی منور سارا عالم ہے — شرف کے نیرِ تابان محی الدین جیلی ہیں

زمرے میں اقطاب اور اولیا کے ہو سب سے بہتر یا غوثِ اعظم
خورشیدِ برجِ چرخِ ولایت ہے روئے انور یا غوثِ اعظم
ظاہر ہیں انساں لیکن بباطن ہو حق کے مظہر یا غوثِ اعظم
ذرّہ تمہارے کوچے کا شاہا ہے مہرِ خاور یا غوثِ اعظم
پائے مبارک سب اولیا کی ہے گردنوں پر یا غوثِ اعظم
جز ذاتِ والا ہم کو سہارا ہے کون سرور یا غوثِ اعظم
روئے منوّر بے شبہ بیشک ہے سعدِ اکبر یا غوثِ اعظم
سایہ تمہارا ہم عاصیوں کے ہو سر کے اوپر یا غوثِ اعظم

تعریفِ دنداں میں شعرِ معلّٰی
ہے سلکِ گوہر یا غوثِ اعظم

شمس حضرت کے مقابل جلوہ گر کچھ بھی نہیں رُخ کے آگے جلوۂ نورِ قمر کچھ بھی نہیں
لب پہ جز ذکرِ شہِ خیر البشر کچھ بھی نہیں وِرد میرا اِس سوا شام و سحر کچھ بھی نہیں
عالم اِس آئینۂ ہستی میں ہے عکسِ جمال دیکھنے کو ہے اِدھر سب کچھ۔ اُدھر کچھ بھی نہیں
درجۂ جن و ملک اور رتبۂ کل انبیاء پیش شانِ حضرتِ خیر البشر کچھ بھی نہیں
ذاتِ باری میں عجب ذاتِ مبارک ہی فنا عکس آئینے میں ظاہر ہے مگر کچھ بھی نہیں
عرش پر جا کر پلٹ آنے سے بڑھکر آن میں وادیٔ ایمن کا اے موسیٰ سفر کچھ بھی نہیں
دیکھتا ہوں میں جدھر نورِ الٰہی کے سوا میری آنکھوں کو تو آتا ہی نظر کچھ بھی نہیں

اپنے مقام عود کا بتلائیں کیا پتا
یہ بھی خبر نہیں ہے کہ آئے کہاں سے ہم

اے جذبِ عشقِ یار جہیں تو ہی کھینچ لے
کیا زور کر سکیں گے دلِ ناتواں سے ہم

دہلیزِ بارگاہِ شہِ انبیاء نہ چھوڑ
کہتے ہیں بار بار دلِ ناتواں سے ہم

ہیں خواستگارِ گوشۂ دامانِ مصطفےٰ
رکھتے نہیں ہیں کام کچھ اہلِ جہاں سے ہم

بعدِ فنا بھی خلد میں کہتی ہے میری روح
سیدھے مدینے جائیں گے اڑ کر یہاں سے ہم

فرشِ زمیں پہ ہم ہیں وہ مسند نشینِ عرش
پہونچیں قریب اُن کے معلیٰ کہاں سے ہم

سوزِ الم سے دِل کو کہاں تک جلائیں ہم
کب تک غمِ فراق کے صدمے اٹھائیں ہم

بہرِ حصولِ روشنئ چشمِ باطنی
آنکھوں میں خاکِ راہ وہاں کی لگائیں ہم

صدقے ہوں گردِ روضۂ اقدس کے بار بار
اپنا مطاف گنبدِ خضرا بنائیں ہم

دفعِ کدورتِ دلِ ناشاد کے لئے
خاشاکِ راہ آنکھوں سے اپنی اٹھائیں ہم

باب السّلام پر کبھی استادہ با ادب
عرضِ سلام کے لئے سر کو جھکائیں ہم

بہرِ ادائے سجدۂ شکرانہ حضور
فرشِ الحجر کو اپنا مصلّا بنائیں ہم

مستانہ وار زیست معلیٰ بسر کریں
جائے قیام دشتِ مدینہ بنائیں ہم

نورِ پیمبر یا غوثِ اعظم
ہے ذاتِ انور یا غوثِ اعظم

نکہتِ زلف والا سے نادم
ہے مشکِ اذفر یا غوثِ اعظم

درود خوانی کا عالم میں ہر طرف جو ہی غل
ہے خوشنما یہ عجب خلقتِ خدا کی دھوم

جو نغمہ خوانی صلِّ علیٰ میں ہیں مشغول
لبھاتی دل کو ہی حور و ملک بھی صدا کی دھوم

ظہورِ مظہرِ نورِ الٰہ کے باعث سے
سُرورِ شادی سے ہر سو ہی اصفیا کی دھوم

ادائے تہنیتِ جشن کے لئے ہر جا
نزولِ فوجِ ملک سے ہے انتہا کی دھوم

جو شور و غُل ہی مبارک کا دہر میں ہر سو
شمارِ عقل سی خارج ہی جا بجا کی دھوم

خوشی دلوں پہ جو حضرت کی ہی ولادت کی
کہیں ہی ذکر کا غُل اور کہیں ثنا کی دھوم

میں لکھ رہا ہوں معلّیٰ جو نعتیہ اشعار
ہے دل پہ میرے مضامین باصفا کی دھوم

وصفِ رسولِ پاک کریں کس زباں سی ہم
لائیں زبانِ حضرت باری کہاں سے ہم

ہرگز نہ جائیں گے درِ شاہِ جہاں سے ہم
سر کائیں گے نہ سر کبھی اِس آستاں سے ہم

تشبیہ کیا بیانِ دُرِ دنداں کی ہو سکے
تارے اُتار لائیں بھی گر آسماں سے ہم

بے مثل ذات اُن کی ہی کیونکر ملے پتا
کس طرح ڈھونڈ لائیں مکاں لامکاں سے ہم

میدانِ نعتِ شہ میں اُڑاتے ہیں مرغِ فکر
بڑھ جائیں کیوں نہ طائرِ عرش آشیاں سے ہم

حامی ہمارے ہیں جو وہ آقائے نامدار
کیونکر فدا نہ اُنپہ رہیں لاکھ جاں سے ہم

عشقِ نبی ہمارے لئے زادِ راہ ہے
جب دارِ آخرت کو چلیں گے یہاں سے ہم

پہنچا دے یا الٰہی مدینے کو جلد تر
اُکتا گئے سکونتِ ہند و ستاں سے ہم

تازہ ہی داغِ دل کا چمن عشقِ شاہ میں
رکھتے غرض نہیں ہیں بہار و خزاں سے ہم

نہ اک لحظہ بھی پہلو میں رہا دل
مدینے کی گلی ہے اور مرا دل

محیطِ عشق میں ہے آشنا دل
غریقِ بحرِ رحمت ہے مرا دل

کروں کیونکر نہ اپنے دل کی تعظیم
کہ شاہِ دیں کی ہے دولت سرا دل

بنے کیونکر نہ رشکِ عرشِ اعظم
کہ ہے منزل گہِ عرشِ خدا دل

صبا کہدے حبیبِ کبریا سے
تمہارا ڈھونڈتا ہے آسرا دل

ترحم یا نبیؐ اللہ ترحم
ہے مضطر آپ کے غم سے مرا دل

نبیؐ کے ہے جو ظلِ عاطفت میں
معلیٰ عرشِ اعظم ہے مرا دل

جہاں میں ہے شبِ میلادِ مصطفےٰ کی دھوم
ہے آمد آمدِ سلطانِ انبیا کی دھوم

مچی جہان میں ہے کس عز و شان سے آنکی
خدائی جس نے کی اُس بندۂ خدا کی دھوم

عجب نہیں ہے جو ہو سرد آتشِ فارس
فروغِ باغِ خلیلی کے ہے ضیا کی دھوم

خوشی سے پھولوں سماتی نہیں شبِ میلاد
ہے آمد آمدِ واللیل والضحیٰ کی دھوم

محل کسروی کیونکر نہ خوف سے گر جائے
خدا کے گھر میں ہے اسلام کی ضیا کی دھوم

جہاں سے ظلمتِ کفر و نفاق کیوں نہ مٹے
ہے پھیلی جلوۂ انوارِ کبریا کی دھوم

جو کر رہے ہیں ادا آج شادیٔ میلاد
بیاں میں آتی نہیں رضا و رسا کی دھوم

سمائے کیسے بھلا مومنوں کے دل میں خوشی
ہے مولدِ شہِ مقبولِ کبریا کی دھوم

دلوں میں اپنے جو روزِ الست کی ہے خوشی
مچا رہی ہے وہ اس شب میں بھی بلا کی دھوم

گرچہ ظاہر وہ خدا کے خاص بندے ہیں مگر
کوئی کیا جانے جو باطن میں ہے شانِ دستگیر

حشر میں کر عفو یارب اُس کے سب جرم و گناہ
ہے معلیٰ کمترین اک مدح خوانِ دستگیر

کچھ پتہ چلتا نہیں دل کا جگر کے آس پاس
دیکھو ہوگا روضۂ خیر البشر کے آس پاس

دولتِ دیدارِ جاناں جلد ہو یارب نصیب
کب تلک پھرتا رہوں دیوار و در کے آس پاس

اُڑ سکے اوجِ رسالت تک کہاں مرغِ خیال
گر پرِ جبریل بھی ہو بال و پر کے آس پاس

اُس لبِ شیریں پہ ایسی ہیں فدا جانیں ہزار
چیونٹیاں جیسے لپٹی ہیں شکر کے آس پاس

جب اسی دہلیز سے جن و بشر ہیں فیضیاب
کیوں نہ میں بیٹھا رہوں اُس سنگِ در کے آس پاس

غیرتِ خلدِ بریں رشکِ گلستانِ ارم
ہے وہ جالی روضۂ خیر البشر کے آس پاس

کیوں نہ سمجھوں روضۂ رضواں سے بھی بڑھکر اُسے
جا مدینے میں ملے گر اُن کے در کے آس پاس

خواہشِ دیدار میں روتا ہوں جب سے رات دن
پڑ گئے ہیں حلقے میری چشمِ تر کے آس پاس

گرد حضرت کے صحابہ کا یہ رہتا تھا ہجوم
رہتے ہیں جسطرح سے تارے قمر کے آس پاس

دل ہمارا غیرتِ گلزارِ ابراہیم ہے
پڑ گئے ہیں اس قدر چھالے جگر کے آس پاس

اے معلیٰ دل سے نکلی ہے دعا ہوگی قبول
پھر رہی ہے دیکھنا بابِ اثر کے آس پاس

رکھے دل میں جو حُبِّ مصطفیٰ دل
وہی ہے اے معلیٰ کام کا دل

کروں ہر دم نبی پر میں فدا دل
عطا کر ہر گھڑی یارب نیا دل

میرے آقا مرے حضرت ابھی آرام نہیں
جل کے ہنگامۂ محشر سے کہو دھوم نہ کر

ہیچ ہے زندگی عمرِ دو روزہ پہ غرور
اعتبارِ اثرِ ہستیِ موہوم نہ کر

چھوڑ کر ظلم و ستم کر مرے احوال پہ رحم
مجھ کو بھی داخلِ جمعِ صفِ مظلوم نہ کر

درِ حضرت کی گدائی مجھے کافی ہے دلا
آرزوئے شہیِ سلطنتِ روم نہ کر

بے نشانی کے سوا اُس کا نشاں ملتا نہیں
یہ بلا ہے جو پتہ دل سے تو معدوم نہ کر

عشق میں رنج و الم کو نہ سمجھ رنج و الم
مائل اس پر تو کبھی خاطرِ مغموم نہ کر

تا دمِ زیست معلیٰ نہ کبھی بھول اسے
نعت گوئی کے سوا شعر کو منظوم نہ کر

عرشِ اعظم سے ہی ملحق تر مکانِ دستگیر
کوئی کیا جانے معلیٰ عز و شانِ دستگیر

رات دن رہتی ہے میرے دل میں بس خواہش یہی
سر ہو میرا اور سنگِ آستانِ دستگیر

گردنوں پر اولیا کی کیوں نہ ہو اُن کا قدم
سب ہیں عاشق اور معشوقی ہے شانِ دستگیر

رتبۂ محبوب سبحانی جو عالی ہے مقام
کیا کسی پر کھل سکے رازِ نہانِ دستگیر

دستگیری جس کی کی حضرت نے وہ کامل بنا
کر لیا ہے ہم نے دائم امتحانِ دستگیر

پہونچتا ہے ہر نشانِ عرش پر تیرِ دعا
کس قدر پر زور ہے تابِ کمانِ دستگیر

کچھ نہ اُن کو گرمیِ خورشیدِ محشر کا ہے خوف
جو رہیں گے زیرِ ظلِ سائبانِ دستگیر

رہ نمائی کے طریقے گوشِ دل سے وعظ میں
خفتہ بھی سنتے ہیں آ کر خوش بیانِ دستگیر

روزِ محشر غیر حسرت میں رہیں گے دیکھ کر
جب کشادہ ہوگا ہر خادم پہ خوانِ دستگیر

چرخ بریں بھی گنبدِ خضرا کے سامنے
کرتا سلام روز ہے جھک کر زمین پر

ارشادِ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے ہے ثبوت
آئے حضور روپ بدل کر زمین پر

عیسیٰ کے ساتھ رتبۂ حضرت کا تول میں
پلہ گراں تھا رہ گیا ٹِک کر زمین پر

کیونکر ملک نہ آئیں اُتر کرنے طواف
عرشِ بریں ہے روضۂ انور زمین پر

ظلماتِ کفر دہر میں اندھیر ڈالتی
ہوتی اگر نہ ذاتِ پیمبر زمین پر

خورشید جا کے پردۂ گردوں میں چھپ گیا
دیکھا جو نورِ روضۂ انور زمین پر

کیا وصف شہ کے دانتوں کا اہلِ سخن کریں
کیسے اُتار لائیں وہ اختر زمین پر

بتخانے پائمال تھے بت سارے سرنگوں
جب تک رہا قیامِ پیمبر زمین پر

خوبی میں مثلِ قامتِ بالائے شاہِ دیں
طوبیٰ فلک پہ ہے نہ صنوبر زمین پر

جب سے ہے سیرِ باغِ مدینہ سے بے نصیب
دیوانہ وار پھرتی ہے صرصر زمین پر

ہے شوق اُنہیں کہ پہلوئے حضرت میں دفن ہوں
عیسیٰ پھر آئیں کیوں نہ اُتر کر زمین پر

شوقِ حصولِ سایۂ دیوارِ شاہ میں
عاشق لگائے بیٹھے ہیں بستر زمین پر

کیا شان کبریائی کی تیری ہے اے خدا
دعویٰ کریں خدائی کا پتھر زمین پر

یارب قبول ہو یہ معلیٰ کی التجا
مدفن مرا مدینے کی ہو سرزمین پر

رنجِ فرقت سے دلِ زار کو مغموم نہ کر
اپنے دیدار سے جاناں مجھے محروم نہ کر

بارِ عصیاں سے گراں خاطرِ مغموم نہ کر
پیشِ حق مجھکو سبک اے مرے مخدوم نہ کر

اُس کے دلِ پرشوق میں ہے جائے محمد

منبعِ فضلِ کبریا ہے درود
معدنِ رحمتِ خدا ہے درود

نہیں کوئی درود سے بڑھ کر
مظہرِ فیضِ مصطفےٰ ہے درود

کُنتُ کنزًا کا راز مخفی ہے
مخزنِ لطف واتّقا ہے درود

کیوں نہ ہو یاد رات دن اُس کی
دلِ عاشق کا مدّعا ہے درود

کیوں نہ بڑھ جائے عاقبت میں حیات
طائرِ روح کی غذا ہے درود

اے مریضانِ عشقِ مصطفوی
ہر مرض کے لئے شفا ہے درود

خوف خورشیدِ حشر کا کیا ہو
اپنا محشر میں آسرا ہے درود

فرض جانو درود پڑھنے کو
نورِ ایمان کی بنا ہے درود

فضل میں فخر میں فضیلت میں
سب عبادات سے سوا ہے درود

کیوں کشش ہو نہ دل کی اُس جانب
کاہ میں ہوں تو کہربا ہے درود

وردِ اُس کا ہو کیوں نہ دل کو قبول
بہرِ مقبولیٔ دعا ہے درود

نور پھیلا ہے اس کا عالم میں
رونقِ شمع کی ضیا ہے درود

اے معلّیٰ پڑھو دل و جاں سے
باعثِ بخششِ خطا ہے درود

بھیجے خدا نے جتنے پیمبر زمین پر
حضرت ہیں سب کے سیّد و سرور زمین پر

دورِ فلک نے آہ ہزاروں مٹا دئے
تھے بادشہ جو مثلِ سکندر زمین پر

ہر ایک سو ہی عیاں رحمتِ خدا کا ظہور | تجلیٔ کرمِ کبریا کی دھوم ہے آج
بیانِ وصف زباں سے ہو اس خوشی کا کیا | رسومِ شادیٔ بے انتہا کی دھوم ہے آج
مٹیگا کیوں نہ کدورت کا نام دنیا سے | مسرتِ دلِ اہلِ صفا کی دھوم ہے آج
غمِ تولدِ حضرت سے فوج شیطاں میں | الم و زاری و رنج و بکا کی دھوم ہے آج
ہوا اہلِ کفر و ضلالت کو دخل یاں کیونکر | قدومِ رہبرِ دیں پیشوا کی دھوم ہے آج

ہو کیوں نہ آمدِ مضمون دلِ معلیٰ پر
زبانِ کلک پہ مدح و ثنا کی دھوم ہی آج

دیکھی ہے جو شانِ رخِ زیبائے محمدؐ | جبریلِ امیں کیوں نہوں شیدائے محمدؐ
ہے عرشِ بریں فرش تہِ پائے محمدؐ | کیوں فخر سے چومے نہ قدمہائے محمدؐ
ہے آنکھوں میں اور دل میں مرے جائے محمدؐ | سینہ ہی مرا مسکن و ماوائے محمدؐ
پروانۂ شمعِ رخِ زیبائے نبی ہوں | کیوں مجکو نہو خواہشِ پروائے محمدؐ
قرآں میں جو آیا ہے بیاں قاب و قوسین | ادنیٰ ہے مقامِ شرف افزائے محمدؐ
حاصل ہو انہیں سرمۂ مازاغ کہاں سے | آنکھیں ہوں مری کیسے شناسائے محمدؐ
ہے گول دہن حلقۂ ہا لام دو زلفیں | اللہ کا الف ہے قدِ بالائے محمدؐ
بن جائے وہ یارب شررِ نارِ جہنم | جس سر میں نہو گرمیٔ سودائے محمدؐ
کیونکر نہ گرفتار رہے قیدِ جہاں میں | جو دل سے نہ ہو والہ و شیدائے محمدؐ

ہے کعبۂ مقصودِ معلیٰ کا مدینہ

انوارِ حق سے نورِ مجسم ہے ذاتِ پاک
صبحِ تجلیاتِ الٰہی ہے شامِ غوث

جن و بشر ہی تابعِ فرماں نہیں فقط
جاری ملائکہ پہ بھی ہے حکمِ عامِ غوث

بخشش کو میری بس ہے کہیں حشر میں جو لوگ
دیکھو وہ آرہا ہے معلّیٰ غلامِ غوث

کیا لکھوں رتبۂ یگانۂ غوث
بابِ جنت ہے آستانۂ غوث

حالِ اجلالِ غوث دکھلاتا
ہوتا گر آج کل زمانۂ غوث

قعرِ دوزخ سے اُٹھ سکے نہ کبھی
جس پہ پڑ جائے تازیانۂ غوث

بھول جائیں گے سب خودی اپنی
گر کروں عرض میں فسانۂ غوث

کام کیا ہے سماعِ دنیا سے
گوش زد ہو اگر ترانۂ غوث

کچھ عجب شانِ دستگیری ہے
فیض سے ہے بھرا خزانۂ غوث

وصف کیا ہو بیاں معلّیٰ سے
قدرتِ حق ہے کارخانۂ غوث

جہاں میں آمدِ خیر الوریٰ کی دھوم ہے آج
ظہورِ جلوۂ نورِ خدا کی دھوم ہے آج

ضیائے نورِ تجلی سے چرخ ہے روشن
طلوعِ مہرِ سپہرِ ہدیٰ کی دھوم ہے آج

زبانِ حور و ملک پر ہے مرحبا جاری
صدائے نعرۂ صلِّ علیٰ کی دھوم ہے آج

ہے تہنیت کی ادائی کا شور و غل ہر سو
بہم مبارکیٔ انبیا کی دھوم ہے آج

بشارت اور خوشی کے ہیں ہر طرف جلسے
ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی دھوم ہے آج

قدم گردن پہ لیئے ہر ولی کو — ہے حکمِ حق کلامِ حضرتِ غوث

رہے وہ مستِ عشقِ حق ابد تک — جو پی لے ایک جامِ حضرتِ غوث

تمامی اُمّتِ شاہِ رُسل پر — ہے جاری فیضِ عامِ حضرتِ غوث

پئے بخشایشِ اُمّت بمحشر — رہے گا اہتمامِ حضرتِ غوث

نہ خواہش ہو ہمیں ظلِ ہُما کی — ملے گر ظلِ بامِ حضرتِ غوث

کھڑے رہتے ہیں صف بستہ ملائک — پئے عرضِ سلامِ حضرتِ غوث

کرے کیا کوئی دعویٰ ہمسری کا — مقدر رہے بکامِ حضرتِ غوث

ہر اک مرغِ چمن زارِ ولایت — ہے قیدی زیرِ دامِ حضرتِ غوث

ہمارے پیشوا وہ کیوں نہ ٹھہریں — ہیں شاہِ دیں امامِ حضرتِ غوث

طفیلِ غوث سے بخش اسکو یارب
معلّیٰ ہے غلامِ حضرتِ غوث

حلقے میں اولیا کے ہے عالی مقامِ غوث — سکہ ہے بادشاہی کا جاری بنامِ غوث

لاکھوں ہی کامیاب ہیں اس در سے اولیا — جاری رہے الٰہی یہ فیضِ دوامِ غوث

ارشاد جو ہوا قدمی ھذہٖ کا قول — اللہ کا تھا کلام نہ تھا وہ کلامِ غوث

معشوقِ حق ہیں آپ ولی عاشقانِ حق — ظاہر ہے اس سے فرق علوِ مقامِ غوث

تسخیرِ ملکِ قُربِ الٰہی کے واسطے — چمکی ہوئی ہے دونوں جہاں میں حسامِ غوث

حور و ملک بشر سبھی میدانِ حشر میں — صف بستہ ہیں کھڑے ہوئے بہرِ سلامِ غوث

یہ آپ کو ہی حق نے دیا رتبۂ عالی ۔ ہے آپ سوا کون جو لے بارِ شفاعت
کیوں بخشے نہ جائیں گے گنہگار ہزاروں ۔ خود آپ کا خالق ہے خریدارِ شفاعت
ہوجائیگا رتبہ شہِ ابرار کا روشن ۔ دیکھیں گے جو وہ جلوۂ انوارِ شفاعت

محشر میں ہے گرمیٔ خورشید معلّی
کافی ہے مجھے سایۂ دیوارِ شفاعت

ہے آج جشن مولدِ خیر الوریٰ کی رات ۔ جلوہ فزا ہے جلوۂ نورِ خدا کی رات
ہم صبح عید سے اسے افضل کہیں نہ کیوں ۔ روزِ ازل سے آئی ہے بنکر ضیا کی رات
تشبیہ کیسے ہم دیں شب طور سے اسے ۔ موسیٰ کی رات تھی وہ یہ ہے مصطفیٰ کی رات
تعبے شب برات و شبِ قدر اس کے ہیں ۔ ہے یہ ولادتِ شہِ ہر دوسرا کی رات
اس میں جنابِ رحمتِ عالم کا ہے ظہور ۔ سچ پوچھیے تو ہے یہی اک مدعا کی رات
ہے رات کونسی جو کرے اس سے ہمسری ۔ بیشک ہے یہ فضیلتِ بے انتہا کی رات
وردِ درود اس کے سویدائے دلمیں ہے ۔ تسبیح خواں ازل سے ہے صلّ علیٰ کی رات
مانگیں دعائے خیر اسی میں سب اہل خیر ۔ واللہ یہ ہے قبولیتِ ہر دعا کی رات
ہم اُن کے سب غلاموں کا ہو خاتمہ بخیر ۔ یارب ترے حبیب کی ہے ابتدا کی رات

بخشے گئے گناہِ معلّی کہ آج ہے
مقبولِ خاصِ بارگہِ کبریا کی رات

ہے عالی تر مقامِ حضرتِ غوث ۔ فدا ہے دل بنامِ حضرتِ غوث

رسائی واں غریبوں کی کہاں ہو   ملائک خاص ہیں دربانِ محبوب
جو کی حضرت کے دیں کی رہنمائی   مسلمانوں پہ ہے احسانِ محبوب
خدائی میں خداوند جہاں کی   ہے جاری سکۂ و فرمانِ محبوب
کریں ہرگز نہ پھر پڑنے گریباں   ہمیں ہاتھ آئے گر دامانِ محبوب
ہے حکم اُن کا خدا کا حکم لاریب   کہ محوِ ذاتِ حق ہے جانِ محبوب

گناہانِ معلیٰ بخش الٰہی
کہ ادنیٰ ہے وہ مدحت خوانِ محبوب

ہر چند ظاہرا تو رسولِ خدا ہیں آپ   لیکن خبر نہیں ہے کہ باطن میں کیا ہیں آپ
فرما دیا ہے حق نے محمدؐ جو آپ کو   ہم بھی کہیں گے لائقِ حمد و ثنا ہیں آپ
ہے ذاتِ پاک آپ کی بےمثل و بےنظیر   واللہ اسمِ اعظم ذاتِ خدا ہیں آپ
ہم کو نہیں ہے حضرتِ عیسیٰ سے کچھ غرض   ہم عاصیوں کے دردِ جگر کی دوا ہیں آپ

کیا ہو سکے زبانِ معلیٰ سے وصفِ پاک
مقبولِ خاص بارگہِ کبریا ہیں آپ۔

جب حشر کے دن گرم ہو بازارِ شفاعت   بھولو نہ مجھے اے شہِ مختارِ شفاعت
رتبہ شہِ ابرار کا کھل جائیگا سب پر   جب ہوں گے گنہگار طلبگارِ شفاعت
یارب ہے دعا میری پئے عفو یہ دن رات   مجھ پر بھی کریں رحم وہ سردارِ شفاعت
ناکارہ گنہگار ہوں آلودۂ عصیاں   ہو یاد مری بھی سرِ دربارِ شفاعت

زباں پہ میری معلّٰی ہو یا رسول اللہ
جو نکلے دم تو یہی لفظ مختصر ہو نصیب

دیکھے گر ذرہ بھی انوارِ لقائے محبوب
مہر و مہ اُٹھ کے ہوں سو بار فدائے محبوب

کیوں نہ ہر دم میں رہوں محوِ ثنائے محبوب
نخلِ ایمان کی ہے بیخ و لا ئے محبوب

بخدا اُس کو میں سمجھونگا ہے آوازِ خدا
گر مرے کان میں پہنچیگی صدائے محبوب

کہدو یہ حضرتِ عیسیٰ سے نہ تکلیف کریں
دردِ دل کو مرے کافی ہے دوائے محبوب

قربتِ حق میں ہے اللہ ری شانِ والا
اولیاؤں کی بھی گردن پہ ہے پائے محبوب

خاص محبوبِ خدا ذاتِ مبارک جو نبی
کیا زباں میری کرے وصف و ثنائے محبوب

کیا ولی پہنچ سکے رتبہ والا کو کوئی
عرشِ اعظم پہ پھڑکتا ہے لوائے محبوب

در والا کی گدائی پہ نہ کیوں فخر کروں
بڑھ کے شاہانِ جہاں سے ہے گدائے محبوب

سوزشِ گرمیٔ خورشید کا کیا خوف انہیں
روزِ محشر جو رہیں زیرِ لِوا ئے محبوب

لطف کیا کیا نہ دکھائے گا بروزِ محشر
سر میں سودائے نبی دل میں ولا ئے محبوب

ہو گیا ہے مرا اب عرشِ معلّٰی پہ دماغ
اے معلّٰی جو مرے دل میں ہے جائے محبوب

عجب برتر ہے عز و شانِ محبوب
مری جاں کیوں نہ ہو قربانِ محبوب

عمل تقویٰ ریاضت بندگی میں
ہے قائم ہر جگہ برہانِ محبوب

جدا حق سے نہیں اُن کو سمجھتے
ولی جو ہیں مراتب دانِ محبوب

پہنچ کے شہر مدینہ میں دم نکل جائے
ترے حبیب کے روضے پہ ہوں فدا یارب

زیارتِ شہِ لولاک سے مشرّف ہوں
قبول ہو مرے دِل کی یہی دعا یارب

وہ دیکھکر رُخِ پر نور دم نکل جائے
نہیں کچھ اور طلب میری اس سوا یارب

نہ دفن ہونے کے قابل ہوں اُس زمیں میں اگر
سگِ مدینہ کی بن جاؤں میں غذا یارب

مریضِ جرم ہوں لیکن غلامِ حضرت ہوں
یہ بس ہی میرے لئے درد کی دوا یارب

ترے حبیبِ مکرم کا نام لیوا ہوں
اگرچہ جرمِ و گنہ میں ہوں مبتلا یارب

گناہگار معلّیٰ ہے بخش تو اُس کو
طفیلِ پنجتن و شاہِ کربلا یارب

خدا کرے کہ مدینے کا پھر سفر ہو نصیب
نظارۂ درِ سلطانِ بحر و بر ہو نصیب

بگرد روضۂ پُر نور صدقے ہو ہو کر
وہ چومنا درِ اقدس کا ہر سحر ہو نصیب

گدائے درگہ سلطانِ دیں میں کہلاؤں
مجھے سوا نہ کوئی اِس کے مال و زر ہو نصیب

نہ دیکھوں روضۂ رضوان کی طرف مڑ کر
قیام شہر مدینہ مجھے اگر ہو نصیب

پھروں مدینے کی گلیوں میں مثلِ دیوانہ
قیام ہر گھڑی بابُ السّلام پر ہو نصیب

ہو میرا دیدۂ دل نورِ فیض سے روشن
رسول پاک کا دیدار اک نظر ہو نصیب

رسولِ پاک کا بندہ بنا رہوں ہر دم
نہ کوئی عالمِ دنیا کا کرّ و فر ہو نصیب

بقیعِ پاک کے ہو جاؤں دفن گوشے میں
زمیں مدینے کی بس مجھ کو اسقدر ہو نصیب

نہ دیکھوں میوۂ جنت کو حشر تک مڑ کر
وہاں کا اک جو مجھے نخلِ پُر ثمر ہو نصیب

تاقیامت ہم پیاسے حب حضرت کے رہیں
فضل رب سے شربت جام حوض کوثر ہو نصیب

صدق دل سے ہم غلامانِ شہ لولاک ہیں
کیا عجب ہے جنت الماویٰ ہمیں گر ہو نصیب

چوب سے کمتر نہیں ہیں عشق شاہِ دیں میں ہم
اُستُنِ حنّانہ کی حالت ہمیں گر ہو نصیب

خواہش ظلِ ہما کیونکر ہمارے دل میں آئے
سایۂ دیوار حضرت گر میسر ہو نصیب

کیوں نہ سمجھیں اپنی آنکھوں کا اُسے کحل البصر
گر ہمیں خاکستر دہلیز دلبر ہو نصیب

کیوں نہ ہم اسکو سمجھ لیں نقش تحصیل مراد
گر کہیں سے ہم کو نقشِ پائے سرور ہو نصیب

وہ نظر آجائیں بس آئینہ دل میں ہمیں
کچھ نہ ہم کو شوکت وشانِ سکندر ہو نصیب

گوہر مقصد سے ہو دامن ہمارا کیوں نہ پُر
ہجر حضرت میں جو اشکِ دیدۂ تر ہو نصیب

ہے بس جرم وگناہ کے واسطے اکسیر وہ
خاکپائے حضرتِ شبیر وشبر ہو نصیب

پھر نہ ہوگی ہم کو سنج وسنر کی کچھ احتیاج
خادمیٔ حضرتِ شبیر و شبر ہو نصیب

مغفرت کے واسطے کافی وسیلہ ہے یہیں
حبِ صدیق و عمر عثمان وحیدر ہو نصیب

دو جہاں میں ہم در حضرت کے کہلائیں گدا
چاہنے والوں کو گنج دولت وزر ہو نصیب

اس تمنا میں **معلّی** ہوں گریباں چاک میں
روز محشر دامنِ آلِ پیمبر ہو نصیب

یہی ہے بندۂ احقر کی التجا یارب
مجھے مدینے کا دیدار پھر دکھا یارب

جو پہنچوں شہر مدینہ میں پھر عجب کیا ہے
ہو تیرا لطف اگر میرا رہنما یارب

دل حزیں کی مرے بس یہی تمنا ہے
در رسول کا بنکر رہوں گدا یارب

گردن پہ اولیا کی قدم غوث پاک کا
دکھلا رہا ہے فضل و کرم غوث پاک کا

مامون آفتوں سے رہیں گے وہ حشر میں
دنیا میں بھر رہے ہیں جو دم غوث پاک کا

فرما دیا جو حکم وہ ٹلتا نہیں کبھی
ہے حکم حکمِ لوح و قلم غوث پاک کا

منہ چومتے ہیں شوق سے آکر ملائکہ
لیتے ہیں نامِ پاک جو ہم غوثِ پاک کا

معراج میں سواریٔ حضرت کے ساتھ ساتھ
عرشِ بریں پہ پہنچا علم غوث پاک کا

حور جناں ملائکہ و اہل چرخ بھی
کرتے ہیں مل کے وصف بہم غوث پاک کا

حسرت کی جا نہیں ہے کہ حق نے ازل سے خاص
رتبہ کیا بلند رقم غوث پاک کا

فضلِ خدا سے سارے زمانے میں چلگیا
سکہ عرب سے تا بہ عجم غوث پاک کا

اللہ ری شان خاص کہ محشر کے روز بھی
نام انبیا کے ساتھ ہے ضم غوثِ پاک کا

شانِ جم اور شوکتِ کسریٰ کو بھول جائے
دیکھے جو کوئی جاہ و حشم غوثِ پاک کا

کحل البصر ہے چشم بصیرت کیواسطے
مل جائے گر غبار قدم غوثِ پاک کا

مرقد سے زندہ ہوکے اُٹھیں مثلِ روز حشر
سُن لیں جو نام اہل عدم غوث پاک کا

تنویر دل صفائی باطن کے واسطے
کافی ہے ذکر حق کی قسم غوث پاک کا

کیوں فیض ذاتِ پاک کی پھیلے نہ روشنی
مملو تھا نور حق سے شکم غوثِ پاک کا

دِل سے غلام ادنیٰ معلیٰ ہوں کمترین
پہونچے مجھے بھی فیض اتم غوث پاک کا

یاالٰہی ہم کو دیدارِ پیمبر ہو نصیب
جلوۂ انوارِ فیض رُوئے انور ہو نصیب

نہ پایا معلّیٰ نے جز نعت ذوق
بہت سلکِ مضموں پرویا کیا

سب کے گھر میں بھی لطف تمھارے بھرا ہوا
ویرانے میں ہے گنج یہ مخفی دھرا ہوا

زندہ دلوں سے کیسے ہو دعوائے ہمسری
اعمالِ بد سے اپنا تو دل ہے مرا ہوا

حسرت ہے آبیاری چشمِ پُر آب سے
نخلِ اُمید بھی نہ ہمارا ہرا ہوا

رحمت کی وہ کسوٹی ہے کیا وصف ہو بیاں
کھوٹا بھی اُس پہ آیا تو فوراً کھرا ہوا

بدرالدجیٰ کی چاند سی صورت جو دیکھ لی
دِل جان سے فدائے شہ دوسرا ہوا

مرنے کے بعد ساتھ نہ آئے گا منعمو
رہ جائیگا یہ مال دھرے کا دھرا ہوا

عرش بریں پہ طبع معلّیٰ کا ہے دماغ
جب سے وہ مدح خوانِ شہِ دوسرا ہوا

لیتا ہوں میں جو نام رسالت پناہ کا
مِلتا ہے کچھ عجیب مزا مجھ کو چاہ کا

کہتے ہیں جنکو روحِ امیں سب ملائکہ
وہ ایک ایلچی ہے تری بارگاہ کا

دِل نے جو کوہِ نعتِ شہِ دیں اُٹھا لیا
کیا حوصلہ بلند ہے اِس برگِ کاہ کا

تجھکو جلا ہی دیں گے نہ کر دِل جلوں پہ ظلم
ہے کام اے فلک یہ فقط ایک آہ کا

مرنے کے بعد خاک بھی اِس خاکسار کی
کہلائے گی غبار مدینے کی راہ کا

رحمت معلّیٰ جس کی زمانے پہ عام ہے
ہوں میں غلام خاص اُسی بادشاہ کا

ہوں دل سے میں غلامِ وفادارِ مصطفیٰ

آنکھوں میں جو ہے روضۂ پرنور کا نقشا	موسیٰ کی نظر میں ہی جما طور کا نقشا
پھر جاؤں مدینے سے اگر خلد کی جانب	بگڑے نہ کہیں اِس دلِ رنجور کا نقشا
اِس رہ سے کہیں سوئے مدینہ نہ چلے جائے	جو دل میں جما ہے مرے ناسور کا نقشا
ہے دیدۂ مخمور نبی کا جو تصور	بگڑا ہے مرے زخم کے انگور کا نقشا
سکۂ ابدالدہر شہِ دیں کا ہے جاری	ہے اب وہ کہاں شاہیِ فغفور کا نقشا
ہر کوہ مدینہ کی تجلّی سے عیاں ہے	آنکھوں میں ہماری جبلِ طور کا نقشا
حق کہتے جو حضرت کی شریعت کے مطابق	ہرگز نہ بگڑتا کبھی منصور کا نقشا

فرقت میں سرِ زلف شہِ دیں کے معلّیٰ
ہر صبح ہے گویا شبِ دیجور کا نقشا

جوانی جو غفلت میں کھویا کیا	اسی غم میں دن رات رویا کیا
جو میں خواب غفلت میں سویا کیا	غمِ نامرادی میں رویا کیا
دکن میں جو عمر اپنی کھویا کیا	فراق مدینہ میں رویا کیا
ملے کیا اُسے ثمرۂ آخرت	نہالِ بدی جس نے بویا کیا
کلامِ خدا کا ملا اِس کو ذوق	زبانِ وحی سے جس نے گویا کیا
شفاعت کے پھل سے وہ محروم ہے	جو نخلِ محبت نہ بویا کیا
جو جاگا یہاں ذکرِ حق میں مدام	لحد میں وہ بے فکر سویا کیا

ظاہر ہوئے ہیں معنی اسرار مصطفیٰ — یار خدا ہیں وہ ہے خدا یارِ مصطفیٰ

آنکھیں بھی ہیں نہ طالب دیدار مصطفیٰ — دل بھی ہے جان و دل سے طلبگارِ مصطفیٰ

عرش بریں پہ اُن کو بلایا بہ اشتیاق — ہو کر خدا بھی طالبِ دیدارِ مصطفیٰ

مضمون مَنْ رَاٰنِیْ رَاَءَ الْحَقَّ دلیل ہے — دیدار حق تعالیٰ ہے دیدارِ مصطفیٰ

ہرگز کبھی نہ خواہش ظلِّ ہما کروں — مجھ کو ملے جو سایۂ دیوارِ مصطفیٰ

مائل ہوں سوئے دیر و حرم شیخ و برہمن — ہوں جان و دل سے میں تو پرستارِ مصطفیٰ

ناطق ہے اُن کے وصف میں جملہ کلام حق — کیا وصف لکھ سکوں میں سزاوارِ مصطفیٰ

حور و ملائکہ جو ہیں مصروف اہتمام — اللہ ری شان و شوکتِ دربارِ مصطفیٰ

ہرگز پھرا نہ سُرمہ مازاغ پہن کر — دیدار حق سے دیدۂ بیدارِ مصطفیٰ

ہے سجدہ گاہ جن و ملک قدسی و بشر — محراب طاق ابروئے خمدارِ مصطفیٰ

واللہ اُس کو حق کی تجلی ہوئی نصیب — دیکھا ہے جس نے روئے پُر انوارِ مصطفیٰ

حضرت کا کیا سمجھتے کوئی رتبہ بلند — عرش بریں ہے پایۂ دیوارِ مصطفیٰ

لوٹ آئے جاکے عرش بریں پر اک آن میں — اللہ ری شانِ سرعتِ رفتارِ مصطفیٰ

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِلَّا دلیل ہے — ناطق تھی وحی حق سے ہی گفتارِ مصطفیٰ

کیونکر نہ ان کو سجدہ کریں سب شجر حجر — شان خدا ہے روئے طرحدارِ مصطفیٰ

فضل خدائے پاک سے کیا خوش نصیب تھے — اصحاب سب مہاجر و انصارِ مصطفیٰ

محشر کے دن کا خوف معلیٰ نہیں مجھے

کرو قیام معلّیٰ کہ ہی دم تعظیم
ہمارے مالک دیں پیشوا ہوئے پیدا

شب میلاد کے اوصاف اور حالات کیا کہنا
عجب ہی اے معلّیٰ یہ سہانی رات کیا کہنا

عبادت اور طاعت میں ادائے شکر خالق میں
بسر ہوتے تھے حضرت کے جو کچھ اوقات کیا کہنا

ہوئے انگلی کے اشارے سے قمر دو ٹکڑے ہو جانا
وہ حالِ معجزات و خُرقہ عادات کیا کہنا

ورم پائے مبارک پر قیام لیل سے آنا
عبادت میں بسر ہوتے تھے جو دن رات کیا کہنا

تن تنہا چلانا سکۂ دیں سارے عالم میں
شجاعت کی صفت اور حالت غزوات کیا کہنا

کلام مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ پڑھ کے قرآں میں
وہ تھا دستِ مبارک یا خدا کا ہات کیا کہنا

چھڑانا نارِ دوزخ سے بچانا رنج و آفت سے
جو ہونگے حشر میں حضرت کے احسانات کیا کہنا

بجھانا نارِ فارس کو سکھانا نہر ساوا کو
شب مولد میں جو ظاہر ہوئے آیات کیا کہنا

جو اُمت کو طفیل شاہِ دیں فضل و کرامت کے
جنابِ حق تعالیٰ سے ملے سوغات کیا کہنا

تنِ بے سایہ کا ہونا نکلنا جسم سے ٹپکہ
تھی وہ بے مثل حضرت کی مقدس ذات کیا کہنا

دکھا کر حجتِ بے مثلئ قرآں زمانے میں
وہ سچا دین کا ہونا کیا اثبات کیا کہنا

شبِ معراج میں عرش بریں پر جا کے خلوت میں
جو تھے راز و نیاز اُن کے خدا کے ساتھ کیا کہنا

جزائے خیر دے تمکو معلّیٰ حضرتِ باری
قصیدہ خوب یہ لکھا تمھاری بات کیا کہنا

ہوں جب سے محوِ جلوۂ رخسارِ مصطفیٰ
ہے داغِ دل مرا گلِ گلزارِ مصطفیٰ

پئے عرضِ سلامِ شاہِ دیں مصروف تھا ہر اک　　کوئی راکع کوئی قائم کوئی سجدہ میں غلطاں تھا

مجھے بھی طالعِ بیدار نے واں تک جو پہنچایا
معلی کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

اگرچہ دل نہ مائل جانبِ تکمیلِ ایماں تھا　　اگر سر میں سر سودائے زلفِ شاہِ خوباں تھا
ٹھکانا غیرت کا ہم کو لے دل یار کیونکر　　جدھر دیکھو ادھر ہر شئی میں اُن کا نور پنہاں تھا
خبر خوش اُن کے آنے کی کدھر سے دل پا سکتی　　ہجوم لشکرِ غم دل کے اندر گرم جولاں تھا
سعادت وحشتِ دل پر تصدیق کیوں نہو میری　　سہانا وہ میرے پیشِ نظر شب کا میداں تھا
بھرا تھا روئے اقدس جلوۂ نورِ تجلی سے　　جسے غش دیکھکر مانند موسیٰ ماہِ کنعاں تھا
اک ابرو کے اشارہ سے ہوا شق مہ جو گردوں پہ　　اس اعجازِ شرف سے دیدۂ خورشید حیراں تھا

بہارِ بے خزاں کی سیر حاصل تھی مجھے ہر دم
معلی میری نظروں میں مدینہ کا گلستاں تھا

جنابِ خواجہ ہر دوسرا ہوئے پیدا　　ہمارے راہ نما پیشوا ہوئے پیدا
ہے ذاتِ پاک کے باعث یہ سب جہاں کا ظہور　　وہ آج بندۂ خاص خدا ہوئے پیدا
خطاب انا فتحنا کے جو مخاطب ہیں　　وہ رازدانِ مقامِ دنیٰ ہوئے پیدا
وجودِ پاک سے جنکے ظہورِ عالم ہے　　وہ فخرِ جملہ جہاں رہنما ہوئے پیدا
خدا نے خلق کو جنکے عظیم فرمایا　　وہ فخرِ زمرۂ کل انبیا ہوئے پیدا
شبِ ولادتِ والا کی جنکی ہے یہ خوشی　　وہ پیشوائے تمام اولیا ہوئے پیدا

اِس زمیں پر مرادِل مثلِ جبل بیٹھ گیا

ہے شوریدہ سرِ زلفِ شہِ عالم میں سر میرا
گُلِ باغِ خلیل اللہ ہے داغِ جگر میرا

تڑپتا ہوں جو سوزِ آتشِ فرقت میں روز و شب
صبا کہدے مدینہ جاکے حالِ مختصر میرا

مدینے کو چلے جاتے ہیں اُڑ کر بال و پر والے
پہنچنا کس طرح سے ہو سکے بے بال و پر میرا

کسی صورت پہنچ جاؤنگا اقصائے مدینہ تک
کشش اپنی ذرا دکھلائے جذبِ دل اگر میرا

سفر ہے آخرت کا پیش پہنچوں میں مدینے کو
الٰہی حیدرآباد دکن سے ہو سفر میرا

لگے جا کر ٹھکانے مشتِ خاک اپنی کسی صورت
بنے یارب مدینے کے کسی کوچہ میں گھر میرا

جنابِ نوح سے کہدو کہ پھر کشتی بنا لائیں
نہیں ہوتا ہے کم دریائے جوشِ چشمِ تر میرا

کسی کی راہِ صحرائے مدینہ میں نہیں جاتی
جنابِ خضر سے کہدو کہ دل ہی راہبر میرا

الٰہی تو ہی فرمادے مددِ غیبی خزانے سے
کہ زادِ راہ کو کافی نہیں ہی مال و زر میرا

جو ہیں دیوانہ زلف و عارضِ شہ کا معلی ہو
تماشا دیکھتے ہیں رات دن شمس و قمر میرا

عجب شاہانہ مجلس تھی عجب دربار ذیشاں تھا
یہ میرا دیدۂ پرخواب محوِ دیدِ جاناں تھا

سرِ بزمِ ناز پر جلوہ فزا سلطانِ خوباں تھا
ضیائے نور سے روشن ہر اک سرو چراغاں تھا

وہاں کا ذرہ ذرہ تھا منور نورِ خالق سے
کہ جس کے رشک سے خورشید بھی مغرب میں پنہاں تھا

ادب سے عاشقِ مضطر کھڑے صف بستہ ہر سو تھے
کوئی گردن کئے تھا خم کوئی استادہ حیراں تھا

کھڑے آداب گاہوں پر تھے سب صف بستہ الیسمیں یا
ادب سے اور تفاوت سے جہاں قولِ نقیباں تھا

لاکھوں اچھے کئے بیمار مسیحا تم نے
لیکن اچھا دلِ بیمار ہمارا نہ ہوا

دلِ دیوانہ مرا کیوں نہ خیالی بن جائے
خواب میں بھی کبھی دیدار دوبارہ نہ ہوا

ہوتا دیدار ہی اُس گنبدِ خضرا کا نصیب
کاش دل اپنا مدینے کا منارا نہ ہوا

نکہتِ زلفِ رسولِ عربی کے ہمسر
مشکِ اذفر نہ ہوا عنبرِ سارا نہ ہوا

دور پھینکا جو مدینے سے اُٹھا کر مری خاک
اے فلک تجھکو تو اتنا بھی گوارا نہ ہوا

چل سکا بس نہ کبھی اپنا دلِ مضطر پر
ملکِ تسکین جگر پر بھی اجارا نہ ہوا

ہم ہی افسوس معلّیٰ نہ پیارے کے بنے
کہیں کس منہ سے کہ اپنا وہ پیارا نہ ہوا

تھک کے جب یار کے میں زیرِ محل بیٹھ گیا
ہو کے ہر عضو مرا ضعف سے شل بیٹھ گیا

جب سے ہی جوش پہ طوفان مرے اشکوں کا
ڈوب کر پانی میں اِس دل کا کنول بیٹھ گیا

دلِ اعدا سے کسی طرح نکل سکتا نہیں
رعب حضرت کا جو از روزِ ازل بیٹھ گیا

دیکھکر شانِ فقیری کا بھاری رتبہ
جوشِ سرمستئ اربابِ دول بیٹھ گیا

شور و غُل مرحبا کہنے کا ہر اک سو سے اُٹھا
میں جو پڑھنے کو یہ محفل میں غزل بیٹھ گیا

رات دن دل جو مرا رہتا ہے مشتاقِ سماع
سُنی جس جلسے میں آوازِ دہل بیٹھ گیا

نہر ساوا ہوئی خشک آتشِ فارس تھی بجھی
رُعبِ میلاد سے کسریٰ کا محل بیٹھ گیا

دینِ روشن کا جو حضرت کے ہوا شہرہ بلند
بت پرستی کا جو اُٹھا تھا خلل بیٹھ گیا

اے معلّیٰ رہوں کیونکر نہ میں اشعار میں محو

مِن اَنفُسِکُم بَعد لَقَد جَاءَکُم آیا
قرآن میں بیاں ہے تری عالی نسبی کا
مشہور لقب سید کونین ہے جس کا
سردار ہے ہر شیخ و جوان طفل صبی کا
حضرت کا بیاں کس سے ہو وہ وصفِ رحیمی
حق نے جو مخاطب کیا اس خوش لقبی کا

ہو گا مرض جرم و خطا دور معلّےٰ
ہوں دل سے غلام اپنے طبیب قلبی کا

جدا جس دن سے ہے دلبر ہمارا
تڑپتا ہے دلِ مضطر ہمارا
ہو بس دہلیز شاہِ دیں کا تکیہ
رہے فرش الحجر بستر ہمارا
اگر مدفن مدینے کی زمیں ہو
نصیبہ ہے بلندی پر ہمارا
تمنا ہے یہی خلدِ بریں کی
مدینے کی زمیں ہو گھر ہمارا
کہا شق ہو کے مہ نے شاہِ دیں سے
بلندی پر ہے نیک اختر ہمارا
شفاعت کی سند گر ہاتھ آ جائے
ہو نامہ داخلِ دفتر ہمارا

معلّےٰ کو زمانہ جانتا ہے
ہے چرچا عشق میں گھر گھر ہمارا

حیف پھر جانا مدینے کو ہمارا نہ ہوا
لطفِ دیدار میسر وہ دوبارا نہ ہوا
صدقے ہونا نہ ہوا روضۂ اقدس پہ نصیب
بخت کا آہ بلند اپنے ستارا نہ ہوا
کس طرح سے ہو مرا نخلِ تمنا سرسبز
حاصلِ اُس گنبد خضرا کا نظارا نہ ہوا
کچھ کمی عاشقِ مضطر نے تڑپنے میں نہ کی
مائلِ زخمِ جگر دل ہی تمہارا نہ ہوا

رمزِ احمد اور احد جانے تو کیا جانے کوئی
بے حجابِ میم حائل درمیانِ مصطفیٰ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ حق نے جب فرما دیا
زور دکھلائے نہ کیوں تیرِ کمانِ مصطفیٰ

جو کلامِ حق میں آیا ہے عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
خود خدائے دو جہاں ہے قدردانِ مصطفیٰ

جب سے حضرت کی شفاعت بنگئی ہے خضرِ راہ
جا رہا ہے سوئے جنت کاروانِ مصطفیٰ

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ میں جو معنی ہیں عیاں
کیا کوئی سمجھے جو ہے سرِ نہانِ مصطفیٰ

وصف ان کا خارج از حدِ بشر پھر کیوں نہو
حضرتِ خالق ہے خود جب مدح خوانِ مصطفیٰ

جان کر محوِ رضائے حق کیا اللہ نے
اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ کہکر امتحانِ مصطفیٰ

باطنًا حضرت میں تھی شانِ خدائی جلوہ گر
تھا بظاہر صرف لوگوں کو گمانِ مصطفیٰ

اے معلّی کیا کسی سے وصفِ حضرت ہو سکے
بس خدا ہی جانتا ہے عزّ و شانِ مصطفیٰ

بندہ ہوں دل و جاں سے رسولِ عربی کا
مکی مدنی ہاشمی و مطلبی کا

کچھ گرمیِ خورشیدِ قیامت کا نہیں خوف
ہے سر پہ علم سایہ فگن ظلِ نبی کا

کیوں فخر نہ ہو ہم کو کہ آقا ہے ہمارا
عالم میں شرف جسکو ہے عالی نسبی کا

فرمان جو نازل ہے خدائی کا اسی میں
بڑھ جائے نہ کیوں رتبہ لسانِ عربی کا

کیونکر نہ غلام درِ سلطانِ رسل ہو
جس دل میں ذرا بھی ہو اثر حق طلبی کا

حضرت کی شفاعت کا جو قائل نہو مردود
بدلہ اسے ملجائے گا اس بے ادبی کا

کیوں عفوِ گنہ کی مجھے حق سے نہ ہو امید
ہے جوش مرے دل میں شفاعت طلبی کا

اے مسیحا شربت دیدار حضرت کے سوا — ہو معالج کوئی کیا دردِ دلِ بیمار کا

دولت ہر دو جہاں اُسکو معلّی مل گئی
ہو گیا دل سے جو خادم سیدِ ابرار کا

الٰہی ہم کو تو اُس شاہِ انبیا سے مِلا — کہ عرش کو بھی شرف جس کے نقشِ پا سے ملا
جو خوش نصیب کوئی شاہِ دوسرا سے ملا — عجب نہیں جو کہے وہ کہ میں خدا سے ملا
محیطِ غم میں جو نا آشنا بنے ہیں پڑے — تو اے خدا ہمیں اُس یار آشنا سے ملا
مقربین بھی حسرت سے منہ ہی تکتے رہے — خدا سے وہ شہِ لولاک کس ادا سے ملا
ہزار شکر کریں کیوں نہ اہلِ دیں اس پر — لقب جو اُمت حضرت کا کبریا سے ملا
تو اُن کے مِلنے سے ملتا ہے لوگ کہتے ہیں — ہمیں بھی تو ہی اے اللہ مصطفٰے سے ملا
مِلی جو خاک دربار سے ہمیں صحت — اثر شفا کا نہ ایسا کسی دوا سے ملا
درود پڑھنے کو حضرت پہ کیوں نہ سمجھیں فرض — یہ کارِ خیر ہمیں حکمِ کبریا سے ملا
مِلا جو حق سے وہ شہ لیکے اپنا جسمِ نحیف — نہ کوئی کاہِ ضعیف ایسا کہربا سے ملا
جہاں میں بھرتے ہیں عشاق دمِ انا الحق کا — حبیبِ حق نہ ہو کیونکر بھلا خدا سے ملا

یہ آرزو ہے معلّی کہوں میں حضرت سے
مجھے بھی قصرِ جناں آپ کی دعا سے ملا

کوئی کیا جانے علوِ عز و شانِ مصطفٰے — ملتحق اوجِ لامکاں سے ہے مکانِ مصطفٰے
لامکاں سے ہے دلا ملتحق مکانِ مصطفٰے — زینۂ عرشِ بریں ہے آستانِ مصطفٰے

جذبِ دل پھر تا درِ شاہِ زمن لیجائیگا
باد کا جھونکا مجھے سوئے چمن لیجائیگا

یادِ رخ دکھلائیگی صبحِ بنارس کی بہار
عشقِ گیسو مجھکو تا ملکِ ختن لیجائیگا

بعد مردن بھی جو آئیگا مدینے کا خیال
پھیر کر جنت سے میری روح تن لیجائیگا

اندنوں ہے نعت گوئی میں مرا بڑھتا قدم
مجھ سے کیا سبقت کوئی اہلِ سخن لیجائیگا

وحشتِ دل پھر مدینے کی فزا دکھلائیگی
پھر مجھے اُس جا مرا دیوانہ پن لیجائیگا

ہو جو تن دشتِ مدینہ میں خوراکِ مور وما
دل نہ ہرگز حسرتِ گور و کفن لیجائیگا

اے معلّیٰ رتبے ہو کیوں روزِ فرقت سے ملول
پھر مدینے کو خدائے ذو المنن لیجائیگا

عشق ہو دل میں ہمارے احمدِ مختار کا
داغِ دل ہو گُل خلیل اللہ کے گلزار کا

نورِ ذاتِ پاک سے عالم منور ہو گیا
جب زمانہ آ گیا اُس شاہ کے اظہار کا

چشمِ حضرت میں تھا روشن نورِ مازاغ البصر
حضرتِ موسیٰ نے دیکھا جلوہ شکلِ نار کا

عرشِ اعظم پر مقامِ قرب تھا جنکو نصیب
کس کو عالم میں ہوا حاصل یہ حظ دیدار کا

مٹ گئی ہستی سے ساری ظلمتِ کفر و نفاق
جب پڑا عالم پہ پرتو روئے پُر انوار کا

دشمنوں پر کیوں نہ ہو حاصل انہیں فتح و ظفر
ہے لقب اِنّا فتحنا طرّہ دستار کا

ذاتِ اقدس انکی ہر خوبی میں ہو کامل کیوں نہ
مظہرِ کل ہو وہی حُسن و جمال یار کا

ہوتے ہیں صف بستہ حاضر انبیا، بہرِ سلام
ہو نہ کیوں جبریل کو حاصل شرف بار کا

کیوں نہ ہو ہر دو جہاں میں رحمتِ حق کا نمو
جشنِ میلادِ مبارک ہے شہ ابرار کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَمَیتَ مَا رَمَیتَ ہے معمّہ ہو و لاہو کا — کرے کیونکر ادا کعبہ نہ سجدہ طاقِ ابرو کا

کلامِ حق میں ہے واللیل آیا وصف گیسو کا — نہیں کچھ فرق باقی اس میں اک تارِ سرِمو کا

شبِ میلاد میں سب خاکِ کعبہ مشک آگیں تھی — اگاں نافِ زمیں پر کیوں نہو پھر نافِ آہو کا

ہے مظہر ذاتِ والاذات حق کی کچھ نہیں بیجا — کروں گر یا محمدؐ کہتے کہتے ذکر یاہو کا

ادا کیا ہو خلقِ شاہِ دیں میری زباں سے تم — کلامِ پاک حق ہے وصف اُس سلطانِ خوشخو کا

دلِ مضطر میرا کیا رہ گیا جا کر مدینے میں — نظر آتا مکاں سنسان ہے کیوں آج پہلو کا

ہوا ہیبت سے دو ٹکڑے گرا قدموں پہ غش کھاکے — ہوا جب ماہ کی جانب اشارا ان کی ابرو کا

عدم میں گر گیا شیطاں شبِ میلاد رو رو کر — فرشتے نے لگا کر ایک ٹھوکر منہ پہ جب تھوکا

ملے مٹی میں لاکھوں ضربِ مشتِ خاکِ والا سے — بوقتِ جنگ دکھلایا جو شہ نے زورِ بازو کا

تھیں آنکھیں سرمۂ مازاغ سے روشن دمِ رحلت — اثر کیا ہو سکے اُن پر کسی چشمانِ جادو کا

بوقتِ نزع خوف مکرِ شیطاں ہو معلّیؔ کیا
بنے عشقِ قدومِ پاک گر تعویذ بازو کا

حضرتِ تجلی حیدرآبادی نے بھی دربارِ آصفی میں قصیدہ سنا کے شاہانہ تحسین و آفرین کا شرف مکرر حاصل فرمایا
عرفی شیرازی جیسے قصیدہ گو کے منتخب قصیدہ پر انہیں قوافی اور ردیف میں نہایت لفظی اور مضمون آفرینی
کے ساتھ قصیدہ کہنا معمولی شاعر کا کام نہیں ہے دونوں قصیدوں کو ملا کے دیکھنے کے بعد ناظرین حضرت معلیٰ کے
مذاقِ سخن کی داد کافی دے سکیں گے۔

حضرت معلیٰ کی تاریخ گوئی

آپکو تاریخ گوئی میں ایک خاص ملکہ حاصل تھا یعنی تاریخی مصرعہ مدگویا تھے
کہتے تھے جو محاسن تاریخ کے مخزن ہوا کرتے تھے اس مجموعہ کے حصۂ دوم و سوم میں صدہا قطعات میں سے چند قطعات
تاریخ اردو اور فارسی درج کئے گئے ہیں اس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ حضرت معلیٰ کس شان کے تاریخ گو تھے مدخلہ
و تخرجہ جو منجملہ محاسن تاریخ ہے اسکا برتاؤ حضرت نے محل و مقام کے لحاظ سے جہاں کہیں کیا ہے وہ ایک خاص حسن رکھتا ہے نمونۂ ایک قطعۂ تاریخ
اس نسبت میں یہاں درج کیا جاتا ہے جسکو حضرت معلیٰ نے حضرت آصف جاہ ششم غفران مکان کی وفات اور حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ
کی تخت نشینی کی یادگار میں نظم فرمایا ہے :-

قطعہ

رخت از شاہی اقلیم دکن ... میر محبوب علی چوں بر بود
او برفت و بجایش آمد ... شاہ عثمان علی نیک وجود

شاہی اقلیم دکن (۵۷۱) اعداد ہوا اس میں سے میر محبوب علی کے اعداد ۴۱۸
خارج کردیں اور باقی ۱۵۳ شاہ عثمان علی نیک وجود کے (۱۱۷۶) میں جمع کریں تو (۱۳۲۹) ہوتے ہیں۔ قطعۂ مذکور میں
تدخلہ و تخرجہ کا برتاؤ کس محل و مقام اور مناسبت کے ساتھ کیا گیا ہے ظاہر ہے اب ناظرین فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت معلیٰ
کس قابلیت کے ساتھ تاریخ فرماتے تھے اکثر آپنے فی البدیہہ بھی تاریخ فرمائی ہے چنانچہ اپنی والدہ صاحبہ کے انتقال کے وقت آپنے
(غم مادر) ۱۲۰۵ فی البدیہہ تاریخ فرمائی اسیطرح اپنے استاد علامہ زماں حضرت ابو رجا محمد زماں خان صاحب شہید کی شہادت کی
تاریخ (زار علی عثمان شد) ۱۲۸۹ فرمائی اس کے علاوہ اپنے سب سے پہلے فرزند محمد احتشام الدین صاحب کے تولد کی تاریخ (بہ یک غیب زادہ ہمی) ۱۲۹۲ فرمائی
اس مجموعہ میں یاں۔ واں۔ تک۔ ولا۔ وغیرہ اور بھی اس قسم کے الفاظ ملیں گے جو اسوقت متروک ہیں انکی نسبت ناظرین
حضرت معلیٰ کے ابتدائی زمانۂ شاعری کو پیش نظر رکھیں تو خود بخود تصفیہ ہو جائیگا بعض جگہ کہیں محاورے بھی نظر آئیں گے جنکو حضرت معلیٰ نے عمداً
جائز رکھا ہے بعض اشعار میں شعرائے متقدمین کی تقلید سے ضرورۃً لفظی تصرف بھی فرمایا ہے۔ غرض جن حضرات کو بندشوں کا التزام مدنظر ہوتا ہے
وہ ایسی بندشوں کو جائز نہیں کہتے چنانچہ خود فرماتے ہیں: طرز سخن گر نہ ز شعر گوئی و بس :: ہر آنکہ نظر بخیالات نکتہ چیں دارم

حیدرآباد دکن
مرقومہ شوال المکرم ۱۳۳۲ھ
محمد شرف الدین عفی اللہ عنہ

ظاہر فرمایا ہے اس قبیل کے بھی چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں
اس کے علاوہ اکثر اشعار سے تعلیم ذکر و اشغال کا بھی پتہ
چلتا ہے جس کے متعلق چند شعر تحت نمبر۲ حاشیہ میں درج ہیں
اسیطرح بعض اشعار سے حکیمانہ مضامین نصائح وغیرہ
کا پتہ چلتا ہے چنانچہ چند شعر اس قسم کے نمبر۳ کے تحت درج ہیں
غرض حضرتِ معلّی کی عشقیہ شاعری بھی ایک فیض بخش
ذخیرہ ہے آپ کا کلام زلف و کمر بوس و کنار کے مضامین
سے بری ہے سچے طالب کے حق میں ہر شعر کا ایک ایک لفظ
مستقل وعظ کی کیفیت رکھتا ہے شعر سننے کے بعد سننے
والے کے دل میں خود بخود وعظ کی سی کیفیت پیدا ہونا
شعر کی مقبولیت کا ثبوت ہے سنہ ۱۳۱۷ء میں بیادگار جشن جوبلی

سیر گاہِ نیست در جبروت (۱) گشتہ ناسوت بہر من قفسے

زقیدِ جسم بروں گشتہ عزمِ جاں دارم | گذشتہ ام ز مکاں شوقِ لامکاں دارم
ز ترکِ اسبابِ جہاں رہِ جاناں گیرم | خوب ساماں دلِ بے سروساماں گیرم
بیاید آنکہ خریداری گنجِ اسرار است | کہ جنس ہائے گرانمایہ در دکاں دارم
جز رہِ تسلیم معلّی مرو | باز مجو نقص و کمالے کسے

(۲)
نفس را در ہوائش بادباں کن | روانہ کشتیِ عمرِ رواں کن
نمی گویم چنیں کن یا چناں کن | نظر ہر دم بحکمِ کن فکاں کن

(۳)
مشو بعید ز انوارِ مرشدِ کامل | کہ ذرہ از دمِ او آفتاب میگردد
مشو ز جہل گرفتارِ مکرِ نفسِ شقی | کسیکہ گشت مطیعش خراب میگردد
نزولِ رحمتِ حق شود بر اہلِ نیاز | بسوی پستاں موجِ آب میگردد
چو در حرمِ او طلبی اختیار کن زاری | ز گریہ حالِ رحمت سحاب میگردد

چہل سالہ مہاراجہ سر یمین السلطنت بہادر مدار المہام وقت کے آئینہ خانہ میں ایک خاص مشاعرہ منعقد ہوا تھا جسمیں غفران مکاں نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اسوقت دکن کے مشہور و معروف شعرا سے (۳۵) یا اس سے کچھ کم زیادہ شعرا قصائد مدحیہ پڑھنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے فہرست شعرا منجانب مدار المہام وقت مرتب ہوئی تھی سب سے پہلے جناب آغا شوستری صاحب کا نام تھا دوسرے نمبر پر غالباً نواب وزیر علی پادشاہ صاحب تھے اس فہرست میں حضرتِ معلّی کا نمبر کسی قدر دور تھا جب آغا شوستری صاحب نے قصیدہ پڑھا اور نواب وزیر علی پادشاہ صاحب نے ختم فرمایا تو بطور خاص بلا لحاظ سلسلہ فہرست حضرت غفران مکاں نے حضرت معلّی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اب آپ قصیدہ سنائیں - اسوقت بامتثال ارشاد خسروی آپ نے اپنا وہ قصیدہ پڑھا جو عرفی شیرازی کے قصیدہ پر کہا گیا ہے جسکا قافیہ آسمان اور ردیف آفتاب ہے جو اس حصہ کے آخر میں درج ہے جسکا پہلا مطلع یہ ہے ؎ اے کہ در کوئی جلالت ذرہ شانِ آفتاب ؎ زینۂ بامِ مکانت سایبانِ آفتاب
غرض جس طرح عرفی شیرازی نے دربار اکبری میں قصیدہ پیش کر کے شاہی داد حاصل کی تھی اسی طرح

اس غزل کے بعد سے آپ نے کوئی غزل نہیں کہی حضرت نعتیہ قصائد قطعات تاریخ وغیرہ کہہ لیا کرتے تھے یہ شغل بھی انتقال سے دو تین سال قبل تک رہا اس کے بعد جب آپ مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اور لکھنے پڑھنے کی حالت آپ میں باقی نہیں رہی تو آپ اس سے بھی معذور رہے مگر اس حالت میں بھی آپ شعر وغیرہ دلچسپی سے سنا کرتے بعض اوقات اصلاح بھی فرما دیا کرتے تھے۔

(۲) سلاطین وقت کی مدح گستری بھی آپ نے اعلیٰ تمہید وگریز سے قادر الکلامی کے ساتھ فرمائی ہے چند قصائد مدحیہ اس حصہ کے آخر میں درج ہیں منجملہ ان کے اگر صرف میٹھے اور کھارے کی تمہید کا قصیدہ دیکھ لیا جائے تو ناظرین کو تصدیق ہو جائے گی اس قصیدہ کو حضرت معلیٰ نے جشن جوبلی چہل سالہ کی تہنیت میں طبع کروا کے حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ کے حضور میں دست بدست پیش کرنیکا شرف حاصل فرمایا ہے بوقت پیشکشی قصیدہ سلطان دکن حضرت غفرانمکاں کے یہ لفظ تھے اس میٹھے کھارے کے مناظرہ کی ایک کاپی قبل ازیں پہنچ چکی ہے مگر میں اس کاپی کو قند مکرر سمجھتا ہوں آپ نے اس قصیدہ میں میری جانب سے جو فیصلہ کیا ہے وہ میری طبیعت کے موافق ہے اس کے علاوہ بہت کچھ تحسین و آفرین بھی فرمائی۔

حصہ سوم ریاض معلیٰ اس حصہ میں حضرت معلیٰ کا مجملہ فارسی کلام درج ہے آپ کے فارسی کلام سے متقدمین کے کلام کی بو آتی ہے۔ رنگ تغزل حضرت حافظ علیہ الرحمہ حضرت جامی علیہ الرحمہ حضرت خسرو علیہ الرحمہ سے ملتا ہے چند شعر قصدہً تبّا محاذی (۱) میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱)

مردم چنین شکستہ دل آن زمن است	حرم فلک ز گران باری کہ دامن است
ازفن شعر خاں میان ہست معلیٰ را	بہر خدا باد و ناطرز کلام خویش را
بیمک جارے کہ جز نرسید گاز رود بہی	لب تو اے معلیٰ زبان نمانہ زبان

فارسی نعت گوئی میں حضرت معلیٰ نے ع

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

کے مصداق پاس ادب و حفظ مراتب کو مد نظر رکھ کے زبان کھولی ہے جو ان کی مقبولیت کی دلیل ہے جسکا نمونہ (۲) یہ ہے اسی طرح فارسی عشقیہ کلام سے بھی مقامات تصوف کا انکشاف ہوتا ہے بعض جگہ ابہام میں اور کہیں صاف لفظوں میں

(۲) اے کہ ایم رسالت بہر بیانی — وای قبلہ وجہ حق ارنبت تمنا

رو مجیب سر نہان محمد است	گویا زبان حق بلسان محمد است
ضعیف ہست و ناتوان دگر زینرو	از دور خاص خود دراں غلام خویش را
اگر نظر غرض باشد بہ حال است	بر رونق بزراز بدر کمال است

کیا عجب ہے کہ یہ خواب حضرت محسن کاکوروی ہی سے متعلق ہو غرض اس واقعہ سے حضرت معلّیٰ کے مدارج مقبولیت ظاہر ہیں

حصّہ دوم ریاضِ معلّیٰ

اِس حصہ میں حضرت معلّیٰ کا اُردو عشقیہ اور مدحیہ کلام تواریخ مناجات وغیرہ درج ہے

حضرتِ موصوف کا عشقیہ کلام بھی ایک خاص کیفیت رکھتا ہے اکثر اشعار سے مقاماتِ تصوف کا پتہ چلتا ہے جس کو سوائے صاحبِ مقام کے دوسرا بیان نہیں کر سکتا چنانچہ خود ایک جگہ فرماتے ہیں شعر ہیں جو علمِ معرفت سے بے نصیب ٭ سن کے میرے شعر گھبراتے ہیں وہ ٭ آپ کے کلام میں مضامینِ توحید کے اشعار اکثر و بیشتر ملیں گے جس سے آپ کی عارفانہ کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہاں چند شعر درج حاشیہ کئے جاتے ہیں۔

اُسی کا سب ظہور جا بجا ہے ٭ وہی اک قابلِ حمد و ثنا ہے
دیکھنے میں جو چیز آتی ہے ٭ سب ظہورِ صفاتِ ذاتی ہے
عیاں ہیں جمع کثرت کے جلوے ہوئے ہیں ٭ حجاب اک وحدت کے ڈالے ہوئے ہیں
مثالِ شعلۂ جوالہ ہم اپنی ہستی ہے ٭ وجود ذرہ میں کچھ بلندی ہے نہ پستی ہے
جمالِ غیرت پر خود حقیقت اپنی ہستی ہے ٭ یہ سب کثرت نما اُسی وحدت کی ہستی ہے

حضرت موصوف کے عشقیہ کلام میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے کہ اکثر غزلوں میں ایک ایک دو دو نعتیہ شعر بھی بکثرت ملیں گے اِس سے حضرتِ معلّیٰ کی محبت کے رجحان کا پتہ چلتا ہے جب عالمِ کیف میں آپ اپنی کیفیت کا اظہار اشعار میں فرماتے ہیں اور جمالِ محمدی کا تصور ہو جاتا ہے تو آپ مستانہ کلام سے گریز کر کے مصداق اِس شعر کے ٭ مستی میں بھی سر اپنا ساقی کے قدم پر ہو ٭ اتنا ہی کرم کرنا اے لغزشِ مستانہ ٭ فوراً نعت گوئی کی طرف رجوع کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر عشقیہ غزلوں میں نعتیہ شعر بھی ملیں گے سچ تو یہ ہے کہ جو جسکو محبوب رکھتا ہے اس کو اس کا ذکر بھی محبوب ہوا کرتا ہے ع ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے ٭ اِس کے سوا بعض بعض اشعار سے تعلیم طریقہ اذکار و اشغال بھی ظاہر ہے چند اس قبیل کے شعر درج کئے جاتے ہیں۔

دیدارِ رخِ پاک کی امید میں ہر دم ٭ رہتا ہے لگا دیدۂ سر بام ہمارا
جما کر تصور میں قدِ موزوں ٭ ان آنکھوں کے ڈھیلے بھی ڈھالے ہوئے ہیں
نکو کوشش سے یہ کہتا ہے قلم آہستہ آہستہ ٭ خدا کی یاد میں گزرے ہے یہ دم آہستہ آہستہ

اکثر اشعار سے حکیمانہ اور نصیحت آمیز مضامین کا بھی پتہ چلتا ہے دو ایک شعر اِس قسم کے بھی درج کئے جاتے ہیں

خاکساروں کو ہے راحت سر بلندی کی جگہ ٭ ہے زمیں آرام اور آسماں گردش میں ہے
ہے کون اپنا گنہگار دل میں اور ٭ آتی ہے پھر پلٹ کے صدا کر پکار کے

آخر حصہ عمر میں آپ نے غزل کہنا قطعاً ترک فرما دیا تھا چنانچہ ایک غزل میں اس کا اظہار فرمایا ہے کہ:—

جب تم نے اے جنابِ معلّیٰ نہ قدر کی ٭ ہم نے بھی بند ذکرِ اشعار کر دیا

اِس کے علاوہ اور ایک جگہ فرماتے ہیں ؂ چھوٹے کبھی نہ ہم سے مدینہ رسُول کا ؛ سر ہو ہمارا اور یہ زینہ رسُول کا
ہرگز نہ جائیں گے دِشاہِ جہاں سے ہم ؛ سر کاٹیں گے نہ سر کبھی اِس آستاں سے ہم ؂ اِن اشعار میں اشارۂ بعیدہ
اور اِس بطور خاص بلاحظہ طلب ہے ظاہر ہے کہ زینہ مبارک پر فی البدیہ شعر کہے گئے ہیں ورنہ اشارۂ
قریب کے استعمال کی ضرورت نہ تھی محاورے کے موافق سر ہو ہمارا اور ہو زینہ رسُول کا - کہا جا سکتا تھا
مگر چونکہ حضرت صاحب کو اظہار مقام تصنیف شعر مقصود ہے اِس لئے (یہ) اور (اس) اشارۂ قریب
کا استعمال ایک خاص معنی پیدا کر رہا ہے غرض حضرت معلّی کے کلام میں اس قسم کے کئی شعر ملیں گے
جن سے مقاماتِ خاص کا پتہ چلتا ہے درحقیقت آپ کو نعت گوئی گویا بمنزلۂ وظائف و اوراد ہو گئی ہے
چنانچہ ایک قصیدہ میں خود اِس خیال کو ظاہر فرماتے ہیں ؂ اے معلّی نہ کبھی نعتیہ اشعار کو چھوڑ ؛ کافی ہے
ورد یہی بار نہ بیجے تجھکو ؛ مدینہ منورہ کی تحصیل زندگی مبارک سکونت کے زمانہ میں حضرت معلّی نے ایک خواب
دیکھا تھا اُسکا مختصر اذکر یہاں بیجا نہ ہوگا آپنے رؤیا میں دیکھا کہ دربار رسالت ماٰب ہے اور آپ بھی دستبستہ
وہاں حاضر ہیں مسند رسالت پر سرکار دو جہاں کی رونق افروزی مشتاقان جمالِ مبارک کی چشم دل و
جاں کو اپنے انوار سے فیض بخش رہی ہے اور شہیدی علیہ الرحمہ اپنا قصیدہ سنا رہے ہیں اسپر سرور کائنات
نے ارشاد فرمایا کہ محسن کا سراپا سنا وہ بہت اچھا ہے اور ہمارے یہاں مقبول ہے خواب سے بیدار ہونیکے بعد حضرت
معلّی نے اس خواب کا ذکر اپنے ایک رفیق مولوی عبدالحق صاحب کانپوری سے کیا تو مولوی صاحب موصوف نے
ذریعہ خط جناب محسن کاکوروی کو اطلاع دی سنا جاتا ہے کہ جسوقت یہ خط جناب محسن کو پہنچا ہے وہ فرط مسرت کے باعث
بیخودی کے عالم میں گھر سے باہر نکل گئے اور اپنا بھرا گھر لٹا دیا چنانچہ کلیاتِ نعت مولوی محمد محسن جو سنہ ۱۳۲۴ھ میں
النّاظر پریس واقع چوک لکھنؤ میں چھپا ہے اس کے صفحہ ۳۰ و ۳۱ پر حضرت معلّی کے اِس خواب کا ذکر درج ہے
اس کے علاوہ اس حصہ کے شروع میں صفحہ (۷) پر جو قصیدہ درج ہے جسمیں حضرت معلّی نے بعالم خواب دربار
رسالت میں اپنی رسائی کا ذکر فرمایا ہے اس کی تمہید سے پتہ چلتا ہے کہ آپکو پہلے تو تفصیلی واقعات کا اظہار
مدنظر تھا مگر پھر آپ کی غیور طبیعت نے اس کا اظہار نامناسب خیال کیا تو آپ نے صرف اس شعر پر اِس کو
ختم فرما دیا کہ ؂ مجھے بھی عالمِ بیداری نے وہاں تک مرے پہنچایا معلّی کیا بتاؤں کچھ نہ پوچھو فضلِ یزداں تھا

(۳) اسکے علاوہ حضرت معلّیٰ نے حضرت جامی علیہ الرحمہ کے فارسی عقائد نامۂ منظوم کا ترجمہ بھی اردو نظم میں فرمایا ہے اسمیں بھی اصل کے مطابق اثرات وجذبات بحال ہیں یہ ترجمہ حضرت معلّیٰ نے شہزادۂ نواب میر حمایت علیخاں بہادر دام اقبالہ ولیعہد سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ کے آغازِ تعلیم کی یادگار میں ختم فرمایا اور شہزادہ صاحب موصوف کے اسم گرامی سے موسوم کر کے اسکا نام حمایت نامۂ اسلام رکھا چنانچہ اس ترجمہ کے ختم کی تاریخ حضرت موصوف نے (نامی ترجمہ مقبول ہے) ۱۳۴۲ھ فرمائی ہے!

اس رسالے کو حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے حضرت اقدس و اعلیٰ حضور پر نور بندگان عالی آصف سابع سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ کے قدسی ملاحظہ میں بغرض شرکتِ نصاب بالمشافہ پیش فرمایا تھا اعلیحضرت بندگانعالی نے پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا تھا کہ معروضہ کے ساتھ پیش کیا جائے تو منظوری دیجائیگی افسوس کہ حضرت معلّیٰ کا انتقال اور اُس کے (۷) ماہ بعد ہی حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا وصال ہو جانے سے یہ کارروائی تکمیل کو نہ پہنچ سکی اب یہ رسالہ زیر طبع ہے انشاء اللہ تعالیٰ متعاقب اُسکی اشاعت کیجائیگی

(۴) مدینۂ منورہ کی دو سالہ فیض بخش سکونت کے زمانے میں حضرت معلّیٰ نے دو دیوان نعتیہ لکھے تھے جس میں ایک اردو اور دوسرا فارسی تھا افسوس کہ طغیانی رود موسیٰ میں یہ بھی نذر آب ہو گئے ان دواوین کے چند قصائد اور متفرق اشعار دستیاب ہوئے چنانچہ متفرق اشعار حصہ دوم کے آخر میں درج ہیں کہا جاتا ہے اس کی ہر ہر طرح میں مستقل قصائد اور غزلیات تھیں اُن کے دیکھنے سے آج پتہ چلتا ہے کہ حضرت معلّیٰ نے جس التزام سے سخن گوئی کا سلسلہ قائم فرمایا تھا وہ ایک خاص جدت رکھتا ہے حیدرآباد دکن سے مدینۂ منورہ تک شوق و ذوق سوز و گداز جذبات وغیرہ کی حالت محل و مقام کے لحاظ سے قصائد میں ظاہر کی گئی ہے وہاں کے چند شعر یہاں بھی نمونتہً درج کئے جاتے ہیں۔

اشعار

حجِ مبرور یہ دیتا ہے بشارت تم کو — حاجیو آؤ مبارک ہو زیارت تم کو
جب سفرِ حج سے مدینہ جلوہ گر ہونے لگا — فرحتیں بڑھنے لگیں غم مختصر ہونے لگا
دل سے دور ہونے لگی یادِ رفیقانِ وطن — جانبِ شہرِ مدینہ جب سفر ہونے لگا

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے قیام مولد جشن میلاد شریف وغیرہ پر ایک بسیط بحث فرمائی ہے غرض اکثر اشعار میں اس قسم کے فیصلہ کن خلاصے ملیں گے ۔

(۲) حضرت معنیؔ نے قصیدہ بردہ شریف کا ترجمہ اردو نظم میں فرمایا تھا اس ترجمہ میں بہت ساری خوبیاں قابل داد تھیں جسمیں زیادہ تر قابل داد اور ذکر کے قابل یہ خوبی ہے کہ عموماً ترجمہ میں اصل کی کیفیت اثرات وجذبات نہیں دیکھے جاتے مگر اس ترجمہ کو یہ بات حاصل تھی یہاں اثرات جذبات وغیرہ علی حالہ بحال تھے افسوس کہ وہ بھی طغیانی رود موسی میں آب برد ہوگیا طغیانی زدہ کاغذات میں تلاش کرنے سے اس کا صرف پہلا صفحہ دستیاب ہوا جس کے چند شعر تصدیقاً اصل کتاب نقل کیے جاتے ہیں

أَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِي سَلَمٍ — مَزَجْتَ دَمْعًا جَرَى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

آئی ہے کیا یاد یاران جوار ذی سلم — اشک سے ملکر ہے خون آنکھوں سے جاری دمبدم

أَمْ هَبَّتِ الرِّيحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ — وَأَوْمَضَ الْبَرْقُ فِي الظَّلْمَاءِ مِنْ إِضَمِ

یا مدینہ کی طرف سے آئی ہے باد صبا — چمکی ہے ظلمت میں بجلی جانب کوہ اضم

فَمَا لِعَيْنَيْكَ إِنْ قُلْتَ اكْفُفَا هَمَتَا — وَمَا لِقَلْبِكَ إِنْ قُلْتَ اسْتَفِقْ يَهِمِ

کیا ہی آنکھوں کو نہ روکھئے تو وہ روتی ہیں زیادہ — کیا ہی دل کو غم نہ کریئے تو وہ کرتا ہے غم

أَيَحْسَبُ الصَّبُّ أَنَّ الْحُبَّ مُنْكَتِمٌ — مَا بَيْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمِ

کیا گماں ہے یہ کہ عشق عاشق اخفا رہ سکے — درمیان دیدۂ گریان وسوز دل بہم

لَوْلَا الْهَوَى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلَى طَلَلٍ — وَلَا أَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

گر نہ ہوتا عشق آنسو کیوں کھنڈر پر بہتے — یاد شاخ و کوہ میں ہر نماز خواب آنکھوں سے کم

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ — بِهِ عَلَيْكَ عُدُولُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

کیسے انکار محبت ہو کہ ہیں عادل گواہ — اشک ہائے دیدۂ تر اور آثار سقم

سنا جاتا ہے کہ ترجمہ موصوف کی نقول حضرت کے کئی ملاقاتیوں نے حاصل کی تھیں دریافت جاری ہے دستیاب ہونے کی صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ علیحدہ اسکے طبع کا انتظام کیا جائے گا

انتہائے قال کیا ہے ابتدائے حال ہے شعر انتہائے حال یک اعلیٰ مقامِ قال ہے
حضرتِ معلیٰ کی نعت گوئی میں قال کے ساتھ حال کی کیفیت پائی جاتی ہے اِس کے علاوہ حفظ مراتب مؤدبانہ مخاطبت آپ کے حوصلۂ عشق کو ظاہر کر رہی ہے کلام میں سلاست اور سادہ ادائی کوئی معمولی بات نہیں یہ محبت بھرے دل کا کام ہے جو مدتوں جگر کاوی کے بعد بہ فضل ایزدی حاصل ہوتی ہے حضرتِ معلیٰ کا کلام بے ساختگی سے مملو اور اِس کے ہر ہر لفظ سے صداقت مترشح ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

توان کے ملنے سے ملتا ہے لوگ کہتے ہیں ہمیں بھی تو ہی ای اللہ مصطفےٰ سے ملا

اِس قبیل کے اور بھی کئی شعر ملیں گے بالفعل اِس ایک شعر سے ناظرین بنظرِ خاص اندازہ فرما سکتے ہیں کہ کس سادگی کے ساتھ اظہار مدعا کیا گیا ہے اگر سچ پوچھو تو مذکورہ شعر سے تجاہلِ عارفانہ کی شان نمایاں ہے اِس کے علاوہ اور ایک جگہ اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں فرماتے ہیں۔

یہ نہ سمجھو کہ نبیؐ ملنے سے کیا ملتا ہے بخدا اُن کے ہی ملنے سے خدا ملتا ہے

اِس شعر میں لفظ (بخدا) حضرتِ معلیٰ کے درجۂ یقین کو ظاہر کر رہا ہے اِس کے سوا جن حضرات کی نظر سے حضرتِ فضیلت جنگ کی تصانیف کا سلسلہ گزرا ہے اُن کو حضرتِ معلیٰ کے کلام میں ایک خاص ذوق ملے گا مقاصد الاسلام وغیرہ میں تفصیل سے جن مسائل پر بحث کی گئی ہے اکثر اِن تفصیلی مباحث کو حضرتِ معلیٰ نے اجمالی صورت میں لاکر ایک ایک شعر میں عام فہم الفاظ کے ذریعہ خلاصہ فرمایا ہے ان کی قادر الکلامی کا آئینہ ہے چند شعر اس قبیل کے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

منکر قولِ شفاعت سے ہی جی میں پوچھوں | معنی آیت یُعطیکَ فترضیٰ کیا ہے
مَا یَنطِقُ عَنِ الھَوىٰ اِلّا دلیل ہے | ناطق بھی وحیِ حق سے ہی گفتار مصطفےٰ
ہمسری خیر البشر کی کیا کرے کوئی بشر | سامنے یاقوت کے شانِ حجر کچھ بھی نہیں
نہ چھوڑ جلسۂ میلادِ شاہِ دیں کو دلا | کہ اِس خوشی کے منانے میں ہی خدا کی خوشی
کرو قیام معلیٰ کرے ہے دمِ تعظیم | ہمارے مالکِ دیں پیشوا ہوئے پیدا

تصنیف فرمایا ہے فراہمی کلام کی تفصیلی حالت اگر ظاہر کیجائے تو ایک مستقل رسالہ ہو جائیگا۔ غرض مختصر یہ کہ اتنا کلام بھی جو دستیاب ہوا ہے صرف بجہت حضرت معلی بتائید ایزدی جمع ہوا ہے وہ طغیانی زدہ پرچہ جات جن پر سے کلام نقل کیا گیا ہے اگر دیکھے جائیں تو ہر دیکھنے والا اسکی تصدیق کریگا کہ ترتیب کنندہ بجز تائید غیبی کسی صورت مرتب نہیں کرسکتا بعض پرچوں کو خوردبین لگا لگا کے کلام لیا گیا ہے۔ غرض اس مجموعہ میں جس قدر کلام ہے وہ حضرت معلی کے مختلف دواوین کا مجموعہ ہے اشعار وغیرہ چونکہ شاعر کی اولاد معنوی کہلاتی ہے اس لحاظ سے حضرت معلی کے فرزندان معنوی یعنی (محمد احتشام الدین صاحب تجلی اور محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد اور محمد عبد الجامع صاحب عنوان اور محمد ریاض الدین علی صاحب ریاض) نے حضرت موصوف کی اولاد معنوی کو پراگندگی سے بچانیکی غرض سے برادرانہ نسبت کو پیش نظر رکھ کے بصورت دیوان بنام نہاد ریاض معلی اپنے برادران معنوی کے شیرازہ اخوت کو اپنے والد مرحوم کی یادگار میں جو محفوظ کیا ہے خداوند کریم ان کو اس کے صلہ میں استقامت باطن اور ترقی معنوی عطا فرمائے اس کے علاوہ حضرت معلی کے برادرزادہ مظہر الدین احمد صاحب نے بھی نقل کلام اور تصحیح طبع میں عقیدت مندی کے ساتھ جو حصہ لیا ہے خداوند کریم ان کو بھی دارین میں اسکا صلہ کافی ووافی عطا فرمائے۔

کلام پر سرسری نظر

حسب تشکیل ذیل تین حصوں پر کلام کی تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) حصہ اول متعلق بہ کلام اردو نعتیہ (۲) حصہ دوم متعلق بہ کلام اردو عشقیہ قصائد مدحیہ قطعات مناجات وغیرہ (۳) حصہ سوم متعلق بہ کلام جملہ فارسی۔

حصہ اول ریاض معلی

اس حصہ میں حضرت معلی کا اردو نعتیہ کلام درج ہے نعت گوئی ایک اہم مقام کلام ہے یہاں وہی انسان زبان کھول سکتا ہے جو قال کے ساتھ حال بھی رکھتا ہو۔ حال کے انتہا کے بعد جب انسان کو درجہ قال حاصل ہوتا ہے وہ ایک خاص اثر اور لطف رکھتا ہے اس کلام میں ایسی دلکشی ہوتی ہے جو بیان سے خارج ہے۔

بہر حال آپ میرے اُستاد ہیں آزمرکی وفات کی دو تین تاریخیں ہوئی ہیں جو علیحدہ پرچہ پر بھیجتا ہوں
بنظر اصلاح دیکھکر لطف فرمائیے کل ہی ہوئی ہیں۔ فقط (دستخط مہاراجہ سرمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ)

دوسرا رقعہ

جناب معلّٰی صاحب تسلیم۔ خمسہ پہنچا مشکور ہوا اِس کے پہلے بھی میں نے ایک خمسہ لکھا تھا داغ صاحب نے
مجھ پاس کہوایا کہ اگر اس پر خمسہ ہو تو مجھے دکھلادیں جسکو میں نے روانہ کیا تھا اُسپر جو کچھ انھوں نے
کم و بیشی کی ہے بجنسہ وہ خمسہ روانہ کرتا ہوں۔ تاریخ ورور جشن سے میں آپ کو ضرور اطلاع دونگا اور
سرکار سے آپکے قصیدہ پڑھنے کی نسبت خدا نے چاہا تو اجازت بھی حاصل کروں گا باقی اور کیا لکھوں
خدا کے فضل کا امیدوار ہوں فقط (دستخط مہاراجہ سرمین السلطنت بہادر شاد دام اقبالہ)

حضرت معلّٰی کے کل شاگردوں کی فہرست اگر قلمبند کیجائے تو طول ہے اِس لئے یہاں صرف
چند مشہور صاحبِ دیوان شاگردوں کی فہرست درج کیجاتی ہے :-

(۱) نواب لقمان الدولہ بہادر دلؔ (۲) نواب اقبال یار جنگ مرحوم (۳) راجہ ٹھاکر پرشاد صاحب
ہنوی مہاراجہ سرمین السلطنت دام اقبالہ (۴) آصف نواز ونت بہادر جاگیردار (۵) رفیع الدین صاحب
نفیسؔ (۶) محمد مجاہد الدین صاحب فرزند حضرتِ معلّٰی رح (۷) حشمت علی صاحب مرحوم حشمتؔ (۸) صوفی
مشرف علیشاہ صاحب حسنؔ آبادی (۹) رفیع الدین صاحب فریدی (۱۰) سید اعظم اللہ حسینی صاحب اطہرؔ
(۱۱) صادق حسین صاحب صادقؔ (۱۲) مولوی یعقوب علی صاحب مرحوم آشہرؔ (۱۳) مولوی سید حبیب اللہ صاحب جلیؔ

غرض حضرتِ معلّٰی قدیم کہنے والوں میں سے ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت موصوف کے اُردو اور
فارسی ملا کے پانچ چھ دیوان ردیف دار تھے جو آپ کے کتب خانہ میں مجلد رکھے ہوئے تھے۔
آپ کی قیامگاہ محلہ عثمان شاہی متصل رود موسیٰ واقع ہونیسے ۱۳۲۶ کی طغیانی رود موسیٰ میں جملہ
مکانات مع اثاث البیت و کتب خانہ جس میں بعض اسنادِ جاگیر و جملہ دواوین بھی تھے
افسوس کہ آب برد ہوگئے۔ اب جو اس مجموعہ کے ذریعہ ناظرین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے
وہ کلام ہے جو طغیانی زدہ غزلیات کے مسوّدوں سے حاصل کیا گیا یا بعد طغیانی حضرت معلّٰی نے

ساکن بریلی (۲۵) فیاض الدین خاں صاحب (۲۶) منشی راجہ بہادر باقی (۲۷) راجہ گوپال تمکین (۲۸) راجہ سنبل پرشاد خرم (۲۹) صدر الاسلام خانصاحب صدر المہام متفرقات -

حضرت معلیٰ نے بہت کم سنی سے شعر کہنا شروع کیا ابتداً تو اردو شاعری میں جناب حیدر مرحوم سے اصلاح لی مگر تھوڑے ہی زمانے میں آپ نے اپنی خداداد طبیعت سے اس قدر ترقی فرمائی کہ حیدرآباد دکن کے اعلیٰ نامور شعرا سے شمار کئے جانے لگے اور دن بدن آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑھتا رہا اسوقت بھی حیدرآباد دکن اور اس کے اطراف واکناف کے ممالک میں آپ کے شاگرد موجود ہیں راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ کے سی ایس آئی پیشکار وسابق وزیر اعظم دولت آصفیہ دام اقبالہ نے بھی حضرت آصف سادس غفران مکاں کی شاگردی سے شرف حاصل کرنے سے پہلے حضرت معلیٰ ہی سے اصلاح سخن حاصل فرمائی چنانچہ خود مہاراجہ بہادر فرماتے ہیں ۔ تم معلیٰ کو نہیں پہچانتے ؛ شاعری میں شاد کا استاد ہے اس کے علاوہ مہاراجہ یمین السلطنت بہادر دام اقبالہ کے دو خط یہاں بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں جس سے حضرت معلیٰ اور مہاراجہ بہادر کے شاعرانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے

نقل خط

جناب معلیٰ صاحب - تسلیم -

عنایت نامہ پہنچا مشکور ہوا جو کچھ آپ تحریر فرماتے ہیں یہ آپ کی محبت اور الطاف ہے میں اس قابل نہیں ہوں آپ نے سنا ہوگا کہ فیض صاحب کے شاگردوں میں سے ایک فقیر جن کا تخلص آزر تھا اور دوسنا سی تھے پرسوں مشاعرہ حضرت فیض انھوں نے اپنی غزل سب کو پڑھکے سنائی اور دفعۃً فالج نے ان کو گھیرا دوسرے روز صبح یعنی کل سویرے راہی ملک عدم ہوئے وہ فقیر میرے دوست تھے اس لئے میں ان کی میت میں گیا تھا لب گور پہنچا کے واپس ہوا سنا گیا کہ آٹھ بجے دفن ہوئے ان کا دفن بھی میرے علاقہ کا ایک مندر ہے جو پھول باغ کے عقب ہے وہیں پر ہوا -

واسطہ میں آپ کے جمال سے مشرف ہوا میں نے بھی دیکھا کہ آپ کتاب پڑھ رہے تھے کیا مضا نقہ

شعر کہہ لیا کرتے ہیں مگر اس مجموعہ کے ناظم (حضرتِ معلّیٰ علیہ الرحمہ) کو ہم دونوں کا جامع پاتے ہیں یعنی حضرت طبعاً شاعر ہونے کے علاوہ عروض دانی میں بھی اعلیٰ معلومات اور تبحّر رکھتے تھے اس کے سوا سونے پر سہاگا آپ نے درد بھرا دل پایا تھا جو جانِ شاعری ہے کلام کے دیکھنے سے ناظرین سوز و گداز و اثرات کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اوائل زمانۂ شاعری میں آپ کو نواب حیدر حسین خانصاحب مرحوم حیدرؔ حیدر آبادی سے تلمذ تھا جو حضرت حفیظؔ کے فرزند اور حضرت فیض علیہ الرحمہ کے ہمعصر ہیں اور اپنے زمانے کے مشہور شعراسے ہیں۔ حضرتِ حفیظ دکن کے وہ شاعر ہیں جن کے متعلق آبحیات میں جنابِ ذوقؔ کے بیان میں شہیدی مرحوم کی زبان سے مصنف آبحیات نے لکھا ہے اسوقت ہندوستان میں تین شاعر ہیں دہلی میں ذوقؔ لکھنؤ میں ناسخؔ دکن میں حفیظؔ۔ حضرتِ فیض وہ بزرگ ہیں جنکا طبع شدہ دیوان اسوقت موجود اور دکن کی زبان دانی کی سند ہے حضرتِ معلّیٰ اُردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر و سخن کا مذاق رکھتے تھے جو نسبتہً آپ کے اردو مذاق سے اعلیٰ ہے۔ یہاں حضرتِ معلّیٰ مرحوم کے ہمعصر دکن کے چند مشہور و معروف صاحبِ دل صاحبِ دیوان شعرا کی فہرست نقل کیجاتی ہے۔

(۱) حضرت فیض علیہ الرحمہ (۲) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموشؔ رح (۳) حضرت افتخار علیشاہ صاحب وطن رح (۴) نواب سنادالملک آغا شوستری صاحب طوبیٰؔ (۵) نواب وزیر علی بادشاہ صاحب وزیرؔ مغفور (۶) مولوی عبدالحفیظ پاسؔ مرحوم (۷) حکیم مظفرالدین مرحوم مزاجؔ (۸) مولوی سید عبدالغنی مرحوم اخترؔ (۹) مولوی احمد علی مرحوم آثرؔ (۱۰) مولوی امیر اللہ صاحب مرحوم امیرؔ (۱۱) حضرت مولوی محمد حسن قادری مرحوم الملقب بہ شیرین سخن خاں راقمؔ (۱۲) مولوی سراج الدین صاحب سراجؔ (۱۳) مولوی عبدالعلی مرحوم والہؔ (۱۴) غلام دستگیر صاحب نظمؔ (۱۵) حکیم وحیدالدین صاحب عالیؔ (۱۶) مولوی محمد حسین بخاری مرحوم موزوںؔ (۱۷) مولوی حبیب اللہ ذکاؔ مرحوم (۱۸) جناب مردان علی صاحب مرحوم ضیاؔ (۱۹) مولوی بسم اللہ خاں مرحوم زخمؔ (۲۰) عبدالکریم صاحب والاؔ (۲۱) ملا عبدالباسط صاحب مرحوم (۲۲) قاضی عبدالحمید صاحب فوقؔ قاضی کوچگیر (۲۳) علی احمد صاحب شوقؔ (۲۴) غلام حسین صاحب جذبیؔ

گفتم پئے رحلت اے مجاہد		رفتند بجنت معلّا
		۱۳۲۵ھ

مزار حضرت معلّی محلہ عثمان شاہی میں مصداق (هذه قبورهم وهذه قصورهم) ان کے
مکان ہی کے روبرو مرجع خاص و عام ہے قبر بے تکلف مٹی کی ہے جب ہم اس طرف
گذرتے ہیں تو اس چھوٹے سے قبرستان میں حضرت معلّی کی قبر سے حضرت سعدی کی قبر کا
دھوکہ ہوتا ہے نوّر اللہ مرقدہٗ ۔

حضرت معلّی کی شاعری

اب ہم اس مجموعہ کے اصل عنوان پر بحث کرنا مناسب خیال
کرتے ہیں حیدرآباد دکن شعرا کا قدیم مرکز رہا ہے اور ہر زمانے میں یہاں سے اچھے اچھے
شعرا نکلا کئے۔ ولی سراج جو دکن کے مشہور و معروف شعرا ہیں ان سے قدامت کی تصدیق
ہوتی ہے جنکے دواوین اسوقت کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی میں موجود ہیں ایک لحاظ سے
اُردو شاعری کا موجد ان کو کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا غرض سرزمین دکن کو علاوہ دیگر فنون کے
فن شعر و سخن میں بھی اعلیٰ مذاق حاصل رہا ہے اُردو اور فارسی میں بہت سارے افراد صاحب دیوان
نکل چکے اور نکل رہے ہیں جناب امیرؔ اور جناب داغؔ جنکو موجودہ زمانے کی اُردو دنیا کے
شاعری میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے ان کا یہاں دفن ہونا دکن کی قدرشناسی کی زندہ دلیل
ہے بلکہ اس کلیہ کے لحاظ سے کہ جس کی جہاں کی خاک ہوگی وہیں دفن ہوگا ۔۔۔۔۔

۔۔۔ جناب امیرؔ اور جناب داغؔ کو بھی خاک دکن سے شمار کیا جائے تو بیجا نہیں خصوصاً
اس مبارک دور عثمانی میں تو نغمات زبان اُردو کا سہرا حیدرآباد دکن کے سر ہوگیا ہے ۔ ترقی
زبان اُردو کے جو ذرائع بہم پہنچائے جا رہے ہیں ظاہر ہیں جامعہ عثمانیہ زاد اللہ بقاءٗ کا قیام کوئی معمولی بات نہیں ہے
اس کے علاوہ زبان اردو میں جن امور کی کمی ہے اُس کی تکمیل کے لئے حضرت آصف سابع
سلطان دکن خلد اللہ ملکہ نے اپنی اعلیٰ فراست سے بصرف زر کثیر خاص خاص علمے اور تقررات
جو زمانے اور فرما رہے ہیں دکن کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانیکے قابل واقعات ہیں

(۲) عموماً شاعر دو قسم کے ہوا کرتے ہیں ایک بالطبع موزوں دوسرے عروض دانی کے لحاظ سے

کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب	شافعِ محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اُس کے کریم	دو کریموں پر بھروسہ ہے میرا
جاں نکل کر جسم سے کہتی ہے سن	بخشنے والا اب اللہ ہے میرا

ایک اور قطعۂ تاریخ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی محمد حمید الدین صاحب نے بھی کہا ہے ایک بھائی کا مرنا دوسرے بھائی کے لئے فی الحقیقت سوہانِ روح کا باعث ہے۔ اِس لحاظ سے محمد حمید الدین صاحب نے اپنے بھائی حضرتِ معلّیٰ کا جن الفاظ میں شیون کیا ہے اُس کا سوز و گداز دوسروں کا بھی دِل ہلا دیتا ہے اور واقعاتِ موت کی ایسی مؤثر تصویر کھینچی ہے کہ ایک ایک لفظ تیرِ غم ہے۔

قطعۂ تاریخ

تھا مہِ شوال اور تاریخ تھی چھبیسویں	میرے بھائی ہائے جب سوئے ارم رخصت ہوئے
پنجشنبہ کی تھی شب گیارہ بجے تھے رات کے	وصل سے وہ خوش تو ہم غم دیدۂ فرقت ہوئے
لیٹنے کی طرز میں شکلِ محمد تھی عیاں	رو بہ قبلہ واصلِ حق وہ بایں صورت ہوئے
بھینا بھینا تھا پسینہ روئے پرانوار پر	وہ روانہ سرخ رو با اینہمہ شوکت ہوئے
کہہ رہی تھی مسکراہٹ چہرۂ پرنور کی	آج ہم شکرِ خدا مستِ مئے وحدت ہوئے
مصرعۂ تاریخ رحلت دل نے رو رو کر کہا	طالبِ جنت معلّیٰ راہیِ جنت ہوئے
چھوڑ کر پائے معلّی لیں الف کا گر عدد	اِس طرح سے فصلِ اعدادِ سنِ ہجرت ہوئے

ایک تیسرا قطعہ فارسی میں آپ کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد کا بھی ہے مادۂ تاریخ نہایت بہتر اور صبر و سکون کا مجموعہ ہے۔

قطعۂ تاریخ

از حکمِ خدا مظفر الدینؒ	بے مثلِ زمانہ فردِ یکتا
بود آنکہ بصورتِ محمد	زاں وقت کہ جسمِ ذاتِ والا
پابندِ شریعت و طریقت	جاں دادہ شدہ چو روبقبلا

حافظ محمد انوار اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت مولوی قاضی بدیع الدین صاحب (۴) حضرت مولوی عبد الحلیم صاحب (۵) حضرت مولوی حافظ محمد عبد الحی صاحب فرنگی محلی (۶) مولوی نیاز احمد صاحب بدخشانی (۷) مولوی غوث الدین صاحب (۸) مولوی شمس الدین صاحب استاد نواب لطف علیخان بہادر (۹) مولوی محمد اکبر صاحب (۱۰) حکیم مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۱) مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی (۱۲) مولوی منور شاہ صاحب (۱۳) مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام فیض آبادی (۱۴) مولوی محمد اسحٰق صاحب (۱۵) مولوی محمد یعقوب صاحب (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی احمد خیر الدین صاحب عفی عنہ (۱۸) مولوی خیر المبین صاحب مدظلہ (۱۹) مولوی سید یعقوب صاحب

انتقالِ پرملال یہ امر مسلم ہے کہ نیک انجام آغاز سے زیادہ قابل تعریف ہے ہر شخص اسکی کوشش کرتا ہے کہ عاقبت محمود ہو۔ جو لوگ خاصانِ خدا ہیں در اصل اُن کا مرنا مرنا نہیں ہے بلکہ حیات بعد الممات ہو کر فضائے روحانی کی سیر کرتے ہیں کسی کے خضر راہ ہیں تو کسی کے مشعل ہدایت اور کسی کے صراط مستقیم اُن کی غیبی تائید اور ان کے باطنی فیوض و برکات قیامت تک دنیا میں آفتاب بنکر چمکتے ہیں۔ یہی کیفیت ہم حضرتِ معلّیٰ کے انتقال کی بھی پاتے ہیں چنانچہ حضرتِ معلّیٰ نے سات سال قبل اپنے موت کی پیشین گوئی ایک قطعہ تاریخ کے ذریعہ کی ہے جسکو حضرتِ موصوف نے اپنے قلم سے اپنے وظیفہ کی کتاب میں درج فرما دیا ہے حضرتِ معلّیٰ (۸۰) سال کی عمر طبعی پاکر ۲۶ ر شوال المکرم ۱۳۳۵ھ پنجشنبہ کی رات میں گیارہ بجے راہی عالم بقا ہوئے قطعہ تاریخ میں پانچ شعر کہے ہیں ہر مصرعہ حضرت معلّیٰ کی کسر نفسی توبہ۔ مغفرت دُعا۔ استجابت گریہ۔ رحمت شفاعت کا ضامن و کفیل ہے آخری مادہ تاریخ کا مصرعہ جس بے ساختگی سے نکلا ہے اس کی قدر کچھ ارباب بصیرت ہی کر سکتے ہیں۔

قطعۂ تاریخ

اے معلّیٰ گرچہ ہوں عصیاں میں غرق	رحمتِ خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں	بہر بخشایش وثیقہ ہے میرا

(۶) مولوی عبد الحق صاحب (۷) حسن عرب صاحب (۸) شیخ عبد اللہ نہاری۔

(۱) شیخ محمد بن علی بن مالک باشلی الحریری شیخ الدلائل (۲) حضرت مولوی سید طاہر وتری المدنی مدرس مسجد نبوی (۳) شیخ محمد رضوان (۴) شیخ محمد سعید۔

یہاں شیخ الدلائل حضرت محمد ملک باشلی کا ایک خط بجنسہ نقل کیا جاتا ہے جس کو حضرت موصوف نے مدینہ منورہ سے اِس ناچیز کے نام تحریر فرمایا ہے جس سے حضرتِ معلیٰ کے دوستانہ تعلق کی توضیح ہوتی ہے۔

نقلِ خط

جناب معلی القاب معظم و مکرم حضرت جناب قاضی محمد شریف الدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

بعد سلام مسنون الاسلام کے واضح ہو کہ ہم خیریت سے ہیں آپ کی سلامتی اللہ تعالیٰ سے شب و روز چاہتے ہیں آپ کو خط بھیجا تھا ۲ محرم کو اور اُس میں لکھا کہ ہم نے وکیل کیا حافظ غلام حسین صاحب کو جس طرح مولوی مظفر الدین صاحب نے فرمایا تھا مگر اب تک اس کا حال نہیں معلوم ہوا آپ کا خط بھی نہ آیا نہ مولوی صاحب کا خط آیا ہم بہت آزردہ ہیں کہ آپ نے بھی خط نہ بھیجا جب سے تشریف لے گئے ہم نے جانا تھا کہ آپ ہی سے سب کام ہمارا بنے گا مگر آپ نے اب تک خط نہ لکھا تعجب ہے اب آپ مہربانی فرما کر مولوی مظفر الدین صاحب کے پاس جاکر ہم کو روپیہ پہلے سال کے جلدی بھیجوا دو کہ ہم بہت پریشان ہیں اور حافظ غلام حسین صاحب کے پاس جاکر سب حال کہکر روپیہ جلدی روانہ کروا دو حافظ غلام صاحب کا خطاب اور محلہ اور پتہ ہم کو لکھو اور سب احباب کو نام بنام سلام فقط خادم دلائل الخیرات (محمد ملک باشلی) علامت مہر

مالک باشلی محمد بن علی

۱۳ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ

علماء و مشائخین بغداد شریف

(۱) حضرت پیر سید سلیمان آفندی نقیب الاشراف صاحب سجادہ مرحوم (۲) حضرت پیر عبد الرحمن صاحب نقیب الاشراف صاحب سجادہ مد ظلہٗ۔

علماء حیدر آباد دکن وغیرہ۔ (۱) حضرت مولوی حافظ محمد شجاع الدین صاحب مرحوم (۲) حضرت مولوی

شخص کی ذات حقیقی معنوں میں معلی ہی کہلائے گی۔

ہمعصر علماء و مشائخین عظام حضرت معلی نے جن علماء اور مشائخین عظام سے ملاقات اور شرف صحبت حاصل فرمایا ہے ان کے اسماء گرامی کی منتخب فہرست یہاں نقل کی جاتی ہے۔ (مشائخین حیدرآباد وغیرہ)

(۱) حضرت عزت اللہ شاہ صاحب (۲) حضرت حافظ مولوی محمد شجاع الدین صاحب (۳) حضرت شاہ سعد اللہ صاحب (۴) حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی (۵) حضرت شاہ غلام علی صاحب قندھاری (٦) حضرت حسن میر صاحب قادری (۷) حضرت مولوی وجیہ الدین صاحب قادری (۸) حضرت شاہ جمال الدین صاحب (۹) حضرت میر قادری صاحب (۱۰) حضرت مولوی حسن الزماں محمد صاحب (۱۱) حضرت مرزا سردار بیگ صاحب (۱۲) حضرت شاہ قیام الدین صاحب قندھاری (۱۳) حضرت شاہ حلیم الدین صاحب قندھاری (۱۴) حضرت محمد دائم صاحب (۱۵) حضرت محمد قاسم صاحب (۱٦) حضرت میر اشرف علی صاحب (۱۷) حضرت مسکین شاہ صاحب (۱۸) حضرت مولوی عثمان صاحب (۱۹) حضرت ملک اعظم صاحب (۲۰) حضرت شاہ نور الدین صاحب قادری (۲۱) حضرت سید شیخین صاحب شطاری اورنگ آبادی (۲۲) حضرت جہوو علی شاہ صاحب (۲۳) حضرت شاہ خاموش صاحب خاموش (۲۴) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (۲۵) حضرت ہلال شاہ صاحب (۲٦) قاضی شاہ برہان الدین صاحب (۲۷) حضرت زرد علی شاہ صاحب (۲۸) حضرت سید نور القدوس صاحب خجندی اورنگ آبادی (۲۹) حضرت جنید شاہ صاحب بیدری (۳۰) حضرت اسد اللہ حسینی صاحب (۳۱) حضرت سید پیر صاحب (۳۲) حضرت محمد حسین صاحب ابو العلائی (۳۳) حضرت محمد آغا داؤد صاحب (۳۴) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن (۳۵) حضرت بابا علی شاہ صاحب (۳٦) میاں اسلم صاحب خیرآبادی (۳۷) مولوی میاں قادر بخش صاحب (۳۸) حضرت نصرت اللہ شاہ صاحب مرحوم (۴۰) حضرت دلاور علی شاہ صاحب مرحوم (۴۱) حضرت مولوی سید عبد الرحمن صاحب گلبرگی (۴۲) سید شاہ اسد اللہ حسینی صاحب عرف صاحب مرحوم۔

(مشائخین حرمین شریفین) (۱) حضرت شاہ حافظ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (۲) حضرت ملا نواب صاحب (۳) حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب (۴) حضرت شیخ احمد دحلان مکی (۵) حضرت محمد حسین صاحب شیخ العلماء

مورخ شعبہ ۱۳۰۰ھ

مہاجر مکی سید عبداللہ رحمہ اللہ

۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ — **دوسرا نوازش نامہ** — شنبہ — کیمپ شاہی

"مکرمی الطاف و کرم فرمائے بیکراں دام عنایتہ ۔ السلام علیکم ۔ الحمد للہ یہاں ہم خیریت سے ہیں اور عافیت وہاں کے آپ سبھوں کی مدعو و مطلوب ہے آپ کا خط ۲۱ شہر حال کا معہ قطعہ تاریخ وصول ہو کل تاریخ ۲۵ ماہ رواں روز جمعہ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ جامع مسجد میں گیارہ پلہ کی بریانی پکوا کر اور مجھے اپنے ساتھ لیجا کر اُس تخت پر فاتحہ دلوائی اور غربا کو کھلائے اور جمعہ کی نماز بھی حضور اور میں پھر جامع مسجد جا کر پڑھے اور بعد نماز جمعہ وہیں سے بسواری موٹر حضور کی ہمراہی میں اور دوسرے مصاحبین کے ساتھ خلد آباد شریف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں موئے مبارک وغیرہ جو آثار شریف ہیں اُن کو صندوقوں میں رکھنا منظور تھا اور وہ صندوقیں یہیں اورنگ آباد میں بقیمت یکہزار روپیہ نہایت عمدہ تیار کرا کے لیگئے اور اثنائے راہ میں آپ کا وہ سرخ کاغذ قطعہ تاریخ کا میں نے اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ کو دیا بعد ملاحظہ بہت خوش ہوئے اور نہایت پسند فرمائے اور دیر تک تعریف فرماتے رہے اور اُس موٹر میں مولوی احمد حسین صاحب اور نواب صادق جنگ بہادر اور ڈاکٹر شاہ میر خان صاحب بھی موجود تھے وہ لوگ بھی بہت تعریف کئے اور حضور پرنور یہ بھی فرمائے کہ "معلی صاحب کیا عالم بھی ہیں" میں نے جی ہاں کہا اور مولوی محمد زمان خان صاحب شہید کے تلمذ اور صحبت وغیرہ کا حال بیان کیا اور تاریخ کا کاغذ حضور پرنور اپنے پاس رکھ لئے قریب مغرب کے ہم اورنگ آباد واپس آگئے بفضلہ تعالیٰ اور بھی حالات سب شکر کے قابل ہیں اور کوئی تاریخیں جنکا مادہ نہایت عمدہ ہو روانہ فرمائیے پھر اعلیحضرت کے ملاحظہ میں پیش کئے جائیں گے ۔ مولوی سعد میاں صاحب اور حمید میاں صاحب اور آپ کے سب بچوں وغیرہ کو سلام فرمائیے ۔ یہ ضرور نہیں کہ کوئی تاریخ ضرور روانہ کیجائے اگر کوئی عمدہ مادہ نکل آئے تو روانہ فرمائیے خلد آباد میں پانی کی نہایت قلت ہے نہر کا کام شروع کر دیا گیا ہے تخمیناً بائیس ہزار کی اُس کے لئے ضرورت ہے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ اسے انجام کو پہنچائے فقط شرح دستخط مولانا مولوی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ"

بادشاہ ظل اللہ ہیں اہل اللہ ہونیکی حیثیت سے جب دونوں کے مکارم و مراحم کسی شخص کے شامل حال ہو جائیں تو بلاشبہ اُس

الفاظ سے تعبیر کریں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ ہمیشہ بارگاہ خسروی میں حضرت معنی کے علم و فضل محاسن شاعری کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۳۳۱ کے اوائل میں جبکہ موکب سلطانی اورنگ آباد زہرت بخش ہوئی تو مولانا ممدوح بھی ہمراہ تھے ممدوح کے دو خطوط جو حضرت معنی کے نام ہیں بجنسہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ اعلیحضرت بندگانعالی کو حضرت معنی کی شخصیت کا کس قدر پاس تھا۔

از اورنگ آباد کیمپ شاہی۔

کرم و معظم من دام عنایتہ۔ السلام علیکم آج ہی اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ درگاہوں کو تشریف لے گئے تھے میں بھی موٹر میں ہمراہ تھا شاہ علی صاحب نہری قدس سرہٗ کی زیارت سے فارغ ہو کر حضرت شاہ نور حموی قدس سرہٗ کی درگاہ شریف کو جا رہے تھے اُس وقت مجھ سے پوچھے کہ معنی صاحب ہیں مجھے تامل ہوا کہ کن کا حال دریافت فرما رہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کا ذکر نہیں ہوا تھا اس کے بعد فرمائے مظفر الدین صاحب کہاں ہیں میں نے عرض کیا وہ حیدرآباد میں ہیں۔ فرمائے میرا چھوٹے بھائیوں کی اُستادی کے لئے اُن کو تجویز کیا ہوں حیدرآباد کو جاکر پڑھائی شروع کر دیجائے گی میں نے اُسوقت کہا کہ ماشاءاللہ آپ کا حافظہ نہایت قوی ہے کہ کتنے روز کے بعد آپ نے اُن کا نام اور تخلص یاد رکھ کے یہ تجویز فرمائی۔ شب چہاردہم جو صاحبزادہ بلند اقبال متولد ہوئے اُن کا نام میر احمد علیخاں تجویز فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ اس ماہ کی مناسبت سے یہ نام تجویز کیا گیا۔ اگر کوئی تاریخ ولادت باسعادت شاہزادہ بلند اقبال کی عمدہ نکلی ہو تو جلد روانہ فرمائیے کہ اس موقعہ میں گزرانا نہایت مناسب ہوگا ضرور فکر کیجئے سعد میاں صاحب اور حمید میاں صاحب وغیرہ حال پرسان کو سلام شوق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

شرحہ بخط مبارک حضرت الامر الحاجی حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر

المخاطب حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ استاد سلطان دکن

ؔ بوجہ معذرت پیرانہ سالی اس خدمت سے حضرت معنی مرحوم نے معذرت چاہی ؛

(۱۳) سرفراز الدین صاحب (۱۴) سید برہان اللہ حسینی صاحب (۱۵) ابوالحسن صاحب بڈی

(۱۶) موتی میاں صاحب مرحوم (۱۷) حاجی لعل محمد وغیرہ

حلقۂ مخلصین و خاطرِ طبعی آپ کی ذات جامع جمیع صفات حسنہ تھی اِس لئے یہ کہنا کہ بہت لگتا تھا دل صحبت میں اُن کی ؎ وہ اپنی ذات سے یک انجمن تھے ناموزوں نہ ہوگا۔ فقراء ابرار علماء باعمل شعراء نازک خیال غرض ہر حیثیت کے آدمی آپکے گرویدہ اور آپ کی صحبت و بذلہ سنجیوں کے دلدادہ تھے مرنج و مرنجان آپ کا شعار رہا۔ اسلئے آپ کے احباب کا حلقہ بلا لحاظ مذہب و ملت نہایت وسیع تھا ایثار و ہمدردی آپ کا مایۂ خمیر تھا آپ فطرۃً اِس کے مجبول تھے کہ تا دمِ زیست حاجتمندوں کی صحیح اور جائز حاجت براری میں کبھی آپ نے دریغ نہ فرمایا حتیٰ الامکان دامے درمے۔ سخنے۔ قدمے کام آگئے سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کا مطمحِ نظر خیر الناس من ینفع الناس رکھا تھا ذوی القربا والیتٰمی والمساکین کو پیش نظر رکھکے عزیز و اقارب کے سود و بہبود کے مقابل میں آپ نے ہمیشہ اپنا نقصان گوارا فرمایا اور یتامیٰ پروری میں خاص حصہ لیا مسکینوں وغیرہ کی حاجت برآری تا امکان فرمائی چنانچہ ایک غزل میں آپ نے خود فرمایا ہے۔

از دل و جانِ من زبان خویشتن را رہ قبول ؎ سود و بہبودِ عزیزاں گردِ اضرار نیست

مشاغل علمی و خصوصیات آپ کی گراں قدر زندگی کا راس المال یا یوں کہئے مبارک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآنِ شریف کا سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ مختصر تفسیر کے ساتھ شروع کیا تھا جو تقریباً ثلث تک پہنچ گیا اور طغیانی رود موسیٰ میں غرق ہو کر دستیاب ہوا لیکن اوراق ایک دوسرے سے چمٹ گئے ہیں اگر عکست عملی علیحدہ کر کے بعد صحت و جانچ شائع کر دیا جائے تو فی الحقیقت حضرت معلی کے منازل عمر کی ایک بہترین یادگار باقیات الصالحات ہو گی بشرطیکہ بقیہ حصہ کی تکمیل ہو جاتی۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ حضرتِ معلی کے جانشین اسکی تکمیل کیجانب عاجلانہ توجہ فرمائیں گے حضرت معلی کو اپنے پیر اور پیر کو اپنے مرید سے جو دلی انس و شفقت تھی اگر ہم اس کو عشق و محبت سے

(۱) حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ قدس سرہ قاضی قندھار (۲) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب مع والدہ صاحبہ و ہمشیرہ سکندر بی صاحبہ و سید علی ہمشیرہ زادہ (۳) عبد الصمد خادم حضرت غلام علی صاحب قبلہ نزل شاہ بوانہ زیر شریف خادم (۴) مولوی میر عبد اللطیف صاحب مرحوم مع محل و دختر (۵) میر عبد المجید صاحب مرحوم (۶) لطیف الدین عرف چاند میاں صاحب (۷) یسین بادشاہ صاحب (۸) مولوی محمد شاہ صاحب (۹) امیر الدین صاحب مع محل احمد بی صاحبہ (۱۰) کریم الدین صاحب عین الحسین نعیم الدین صاحب اکرام الدین صاحب فرزندان امیر الدین صاحب — (۱۱) محمد رفیع الدین صاحب

چونکہ حضرت معلیٰ کی واپسی اس ہیر قافلہ سے جلد عمل میں آئی اس لئے آپکے ہمراہ صرف آپکے متعلقین تھے جنکے نام یہ ہیں (۱) محل حضرت معلیٰ مرحوم مراد بی صاحبہ ولیاقت بی صاحبہ (۲) حاجی محمد احتشام الدین محمد مجاہد الدین صاحب محمد عبد الجامع صاحب فرزندان حضرت معلیٰ (۳) حضرت معلیٰ کی دو لڑکیاں ظہیر النسا و حمید النسا (۴) حاجی محمد نسیم الدین صاحب نبیرہ حضرت معلیٰ مع والدہ خود جمال بی صاحبہ و برادر محمد یحیٰی الدین صاحب۔

اس کے علاوہ ہندوستان وغیرہ کے اکثر و بیشتر مقامات مقدسہ مثلاً اجمیر شریف و کلیر شریف خلد آباد شریف بیجاپور وغیرہ میں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے ہمراہ آپ مزارات بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی زیارت سے تشرف حاصل کیا۔ اسی طرح عراق کے سفر میں بصرہ بغداد شریف کاظمین شریفین۔ کرخ۔ کربلائے معلیٰ نجف اشرف کے عتبات عالیات کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس سفر میں جن حضرات کی شرکت رہی اونکے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب مغفور استاد سلاطین دکن (۲) حضرت مولوی سید کریم اللہ صاحب مرحوم (۳) جناب مولوی سید احمد صاحب قادری اول تعلقدار ضلع گلبرگہ شریف (۴) جناب سید عبد العلی صاحب (۵) مولوی میر عبد اللطیف صاحب مرحوم (۶) جناب سید احمد صاحب (۷) والا و علیہ صاحب کبل مرحوم (۸) مولوی فاضل صاحب مرحوم (۹) حاجی محمد رضا صاحب مرحوم جمعدار (۱۰) مولوی نواب محی الدین صاحب مرحوم (۱۱) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم (۱۲) سید عبد الرحمن صاحب مرحوم والد حکیم عبد الوہاب صاحب نابینا

مع والدہ صاحبہ وخالہ صاحبہ (۳) مولوی میر عبداللطیف صاحب مرحوم (۴) مولوی میر عبدالقدیر صاحب سلمہ
(۵) حکیم وزیر علی صاحب (۶) سید علی صاحب فرزند وزیر علی صاحب (۷) لطیف علی صاحب (۸)
احمد علی صاحب (۹) والدہ ولایت علی صاحب (۱۰) شہاب الدین صاحب معہ محل بسم اللہ بی صاحبہ
(۱۱) سالار علی صاحب (۱۲) سید عبداللہ حسینی مرحوم افسر معہ خالہ وفرزند سید اعظم اللہ حسینی صاحب
اطہر (۱۳) مولوی سید ابراہیم صاحب مرحوم قاضی جوناگڑھ (۱۴) نواب فیروز یار جنگ مرحوم مع والدہ
ومحل امۃ اللہ بی صاحبہ (۱۵) دختر معز یار جنگ مرحوم یعنی لاڈلی بی صاحبہ معہ دو فرزند خرد سال
اکرام الدین وفرید الدین (۱۶) حافظ غلام حسین صاحب حاجی لعل محمد وغیرہ ۔

اسی مبارک سفر میں حضرت زرد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا ۔
حضرت معلیٰ اور ہم دیگر رفقاء سفر نماز جنازہ اور دفن میں شریک رہے ۔

۱۳۱۵ھ میں تیسرے حج کی غرض سے جب حضرت معلیٰ عازم بیت اللہ شریف ہوئے تو رخصت نہ مل سکی مگر ملازمت کی پرواہ نہ کرکے توکل علی اللہ پابہ رکاب ہوگئے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ جب حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ سے اجازت حاصل کرنے ایوان شاہی میں حاضر ہوئے تو دوران تقریر میں حضرت غفران مکان نے اجازت عطا فرماتے ہوئے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ آپ کے ساتھ معلیٰ صاحب بھی ضرور جائیں گے اس پر مولانا نے عرض کیا کہ معلیٰ صاحب کو نظامت ٹپہ سے رخصت ملنے میں دریغ ہو رہا ہے لیکن وہ اپنے غایت شوق میں مضطرب اور بلا منظوری رخصت چلنے پر تیار ہیں ۔ حضرت غفران مکان نے تعجب کے لہجہ میں فرمایا کہ کیا ناظم ٹپہ مسلمان نہیں ہیں مولوی صاحب کو ضرور رخصت ملنی چاہیے اس کے ساتھ ہی فرمان شرف صدور لایا کہ معلیٰ صاحب کو دو سال کی رخصت مع تنخواہ دی جائے غرض حضرت معلیٰ حج بیت اللہ اور زیارت شریف سے فارغ ہو کر جزیرۃ العرب اور دیگر مقامات مقدسہ کی دید سے سعادت حاصل کی اور جا بجا بزرگان دین وصوفیائے کرام کی صحبت سے استفاضہ کیا ۔ اس سفر میں جو رفیق سفر رہے ہیں ان کے نام یہ ہیں ۔

زیارت حرمین شریفین و دیگر مقامات مقدسہ | حضرت معلی مرحوم نے اپنے شیخ کی معیت میں تین

مرتبہ حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے شرف حاصل کیا ہے چنانچہ ایک

قصیدہ میں آپ نے اس کا اعادہ فرمایا ہے۔

کوئی مرض نہ کسی دن کبھی بخار آیا ✣ اگرچہ بندہ مدینہ کو چار بار آیا ہے

پہلی دفعہ ۱۲۸۰ھ میں جب آپ فریضۂ حج اور زیارت شریف کے لئے راہی حرمین شریفین ہوئے تو

اس وقت کے رفقاء سفر کی فہرست یہ ہے۔

(۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ ؒ (۲) حاجی عبد الصمد صاحب (۳) حضرت

مولانا مولوی حافظ شجاع الدین صاحب ؒ (۴) مولوی غوث الدین صاحب (۵) حافظ جمال الدین

صاحب قاضی دڑکی (۶) بہاؤ الدین صاحب محتسب معہ محل یعنی محبوب بیگم صاحبہ (۷)

محل غلام محی الدین صاحب برادر حضرت معلی یعنی نسیمن بی صاحبہ (۸) محمد اکبر صاحب (۹) محمد عزیز

صاحب (۱۰) مولوی شجاعت علی صاحب کن پائیگاہ خورشید جاہ مرحوم۔

۱۲۹۴ھ میں جب دوسرے حج کی غرض سے آپ نے ارادہ فرمایا تو آپ کے جو رفقاء سفر تھے

وہ یہ ہیں۔

(۱) محمد امیر الدین صاحب پونیری (۲) مولوی امیر الدین صاحب بیدری (۳) قاضی محمد شرف صاحب

قاضی منیدک (۴) فضل محمد خاں وغیرہ۔

ان کے علاوہ حج اور عرفات پر جو رفقاء ہے ہیں یہ ہیں۔

(۱) غلام نبی صاحب بالکنڈوی (۲) مولوی عبد القادر صاحب (۳) حضرت چندہ شاہ صاحب

(۴) ملا عبد القیوم صاحب مرحوم (۵) امیر الدین صاحب مع محل مریم بی صاحبہ (۶) احمد محی الدین صاحب

معہ خاندان (۷) خدیجہ بیگم صاحبہ دختر امیر الدین صاحب (۸) سید یوسف صاحب (۹) سید

محمد صاحب کوچک معہ فرزند (۱۰) محمد درویش خادم فیروز یار جنگ مرحوم تیسری حج کے رفقاء کے

نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ ؒ مع محل (۲) مولوی محمد امر اللہ صاحب

حضرت معلی کے چھوٹے فرزند محمد ریاض الدین علی صاحب ریاض معمر ۳۰ سال اسوقت محکمۂ صدارت العالیہ سرکار عالی میں ملازم ہیں (۱۶) سال کی عمر سے انھوں نے شعر کہنا شروع کیا۔ زمانہ حال کے اعتبار سے قومی نظمیں بھی متعدد کہی ہیں۔

غرض عمر کے لحاظ سے اس قلیل مدت میں بھی ان کا کلام اس قدر موجود ہے کہ ایک کافی حجم کا دیوان نکل سکے کلام میں سوز و گداز کے علاوہ ایک قسم کی جدت اور آمد کا پتہ چلتا ہے۔ چند شعر نمونتاً یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

الفت احمد بے میم ہے ایماں میرا
مطلع حسن کی تفسیر ہے دیواں میرا

مرے دل کی کشش نے کیا دکھایا ہے اثر دیکھو
انہیں دیکھو یہ آدھی رات دیکھو میرا گھر دیکھو

دیر پر اپنی نظر ہے نہ حرم دیکھتے ہیں
آنکھ جس نے ہمیں دی ہے اُسے ہم دیکھتے ہیں

میں کس منہ سے کہوں بتائی دل کا جو عالم ہے
ترا ملکر نہ ملنا ہائے کیا شادی نا غم ہے

ہم دست بدل اس لئے پامال جہاں تھے
ہر شکل میں اُس صورت اصلی کے نشاں تھے

اسباب جہاں معدن اسرار جہاں تھے
وہ اپنی حقیقت ہی کے پردوں میں نہاں تھے

سب کہنے کی باتیں ہیں یہاں تھے نہ وہاں تھے
وہ اپنی ہی نظروں میں نہاں اور عیاں تھے

اب ہم کو محبت میں یہ تحقیق ہوئی ہے
تصدیق یقیں کیلئے سب وہم و گماں تھے

یہی دید عشق میں عید ہے مجھے دیکھ پردۂ راز میں
میں وہ عین صورت ناز ہوں جو چھپی ہے شکل نیاز میں

فاش ہو کر راز میں رہنا عجب انداز ہے
بے حجابانہ ادا ہی پردہ دار راز ہے

جائیں آئیں نہ کہیں گوشہ نشیں بنکے رہیں
آمد و رفت نفس کا ہے تقاضا ہم سے

کچھ اندازہ کریں گے اہل دل اہل نظر میرا
میں کہہ سکتا نہیں کیا چیز ہے درد جگر میرا

جلتا ہوں یوں کہ موت کا نقشا نظر میں ہے
منشائے زندگی معلی نظر میں ہے

دل میں تیرا خیال رکھتا ہوں
دولت لازوال رکھتا ہوں

کیفیت ادراک کو نفرت ہے بیاں سے
اب لطف خموشی ہمیں حاصل ہے زباں سے

حضرتِ معلی کے منجھلے فرزند محمد مجاہد الدین صاحب مجاہد جنکی عمر اس وقت ۴۸ سال ہے ایک مدت تک مہاراجہ سرمین السلطنت بہادر کے مہتمم کتبخانہ رہ چکے اور اب سررشتہ ٹپہ میں ملازم ہیں لڑکپن سے شعر کہتے ہیں اور اس وقت صاحبِ دیوان ہیں ابتدائے شاعری سے اب تک اُن کا کلام فراہم و طبع کرایا جائے تو کم از کم فارسی اور اُردو میں ایک ایک ضخیم دیوان ہوگا کلام باعتبار زبان رنگ تغزل اچھی کیفیت رکھتا ہے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کو تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے۔

سوئے کعبہ یا کلیسا میروی | دل چو بر جانیست بے جا میروی
دلِ محزوں بجوشش افتادہ ست | مدد اے خضرِ رہبر وقتِ داد است
بحالِ خویش مجاہد خبر نمی دارم | چہ ابتدائے منست و چہ انتہائے منست
افسوس ہم آنسو کی طرح دیدۂ تر سے | اٹھے نہ کبھی گر کے حسینوں کی نظر سے
زیرِ زمیں رہے نہ سرِ آسماں رہے | آفت رسیدہ تیرے نہ جانے کہاں رہے
وعدہ کے ساتھ وعدہ کا ایفا ضرور ہے | دی ہے اگر زبان تو پاسِ زباں رہے
تڑپ بجلی نے سیکھی ہے ہمارے قلبِ مضطر سے | برستا ابرِ باراں نے اُڑایا دیدۂ تر سے

حضرتِ معلی کے منجھلے فرزند محمد رضوان الدین عرف محمد عبد الجامع صاحب رضوان عمر ۴۲ سال اس وقت سررشتہ ٹپہ میں ملازم ہیں انہیں بھی پہلے پہلے شعر و سخن کا ذوق رہا ہے۔ محبوب الکلام کے ابتدائی پرچوں اور دیگر اس زمانہ کے مشاعرہ گلدستوں میں رضوان کی غزلیں ملیں گی تلاش زبان مضمون آفرینی کے اعتبار سے کلام میں خاص کیفیت پائی جاتی ہے۔ چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

نہ کہے ابھی اُس شوخ کے خنجر نکلا | مجھکو حیرت ہے کہ دم جسم سے کیونکر نکلا
طوبیٰ فردوس میں گلشن میں صنوبر نکلا | پر نہ کوئی ترے قامت کے برابر نکلا
نہیں نہیں کے سوا اور کچھ نہیں آتا | سوالِ وصل پہ کہتے ہو بار بار نہیں

مختص شرکاء کے ساتھ منعقد ہوا کرتی جس میں آپ کے پیر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ شریک رہتے - مثنوی مولانا روم اور عوارف المعارف کے جستہ جستہ مقامات کا درس ہوا کرتا جس میں حقائق و معارف کے دقیق نکات و رموز کی توضیح و تشریح ہوا کرتی تھی اس کے بعد اس مبارک صحبت کا قیام روزانہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے دولتکدہ پر رہا جس میں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی تصانیف فصوص الحکم فتوحاتِ مکیہ وغیرہ کا مذاکرہ جاری رہا کرتا تھا-

حضرت معلیٰ کی ازواج و اولاد

آپ کی تین بیویاں تھیں جن میں سے دو لاولد فوت ہوئیں صرف ایک بیوی جو اس وقت موجود اور حضرت شیخ سلطان الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی آل سے ہیں (جن کا مزار مبارک کڑپہ کرنول علاقہ مدراس میں اسوقت زیارت کدۂ خاص و عام ہے) صرف اُن کے بطن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں- آپ کی بڑی لڑکی مظہر النساء قاضی محمد سعید الدین صاحب قاضی آشٹی و نبواسہ تعلقہ احمد نگر سے اور چھوٹی لڑکی وحید النساء جاگیردار مولوی غلام دستگیر صاحب مفتی احمد پور سے جو حضرت معلیٰ کے برادر زادہ ہیں بیاہی گئیں-

آپ کے بڑے فرزند حاجی محمد احتشام الدین صاحب تجلیؔ معمر (۵۰) سالہ مہاراجہ سرِ یمین السلطنت بہادر کے علاقہ میں سررشتہ دار عدالت تھے جو اسوقت وظیفہ حسن خدمت پا رہے ہیں اوائل سن شعور میں آپ کو بھی شعر و سخن کا اچھا مذاق رہا ہے یہاں چند شعر آپ کے طبعزاد نقل کئے جاتے ہیں-

کیا بھروسہ میں رفاقت کا کروں یاروں کا ــــ قیس جنگل میں ہے فرہاد ہے کہساروں کا
زار ہوں بام مکاں پر ترے چڑھ جاؤں گا ــــ سایہ جس طرح سے چڑھ جاتا ہے دیواروں کا
ہے تجلی تری قسمت کا ستارا روشن ــــ ہے جو وہ خال سیہ چاند سے رخساروں کا

تو بانی ملکہ خود بھی ایک معتد بہ رقم چندہ میں دی اس سعی و ایثار کے صلہ میں کمیٹی حجاز ریلوے سلطانی تمغہ بھی عطا فرمایا تھا اِس کے علاوہ آپ جس محلہ میں مقیم تھے وہاں کے میر محلہ کی خدمت بھی ایک مدت تک آپ ہی سے متعلق رہی پیرانہ سالی اور مرض فالج واقع ہو جانے سے آپ نے اس خدمت کو اپنے بھائی مولوی محمد سعد الدین صاحب وظیفہ یاب سرکار عالی کے سپرد کروا دی چنانچہ اس وقت تک بھی سعد الدین صاحب اِس خدمت کو انجام دیرہے ہیں

حالات معاشرت

حضرت معلی مرحوم نہایت با خدا خلیق مزاج حلیم الطبع ذی مروت علم دوست بزرگ تھے ہمیشہ بلا لحاظ موسم نماز تہجد کے لئے دو بجے بیدار ہو جاتے بعد نماز تہجد کو فارغ ذکر و شغل اگر طبیعت راہ دے تو شعر و سخن کی تصنیف فرماتے۔ اِس کے بعد اگر کچھ وقت مِل جائے تو بہ لحاظ حفظ ما تقدم و عدم ہرج کار سرکاری آرام فرمایا کرتے اور پھر نماز فجر کے لئے بیدار ہو جاتے تھے فجر کی نماز پڑھ کر اشراق تک اوراد و وظائف و تلاوت قرآن مجید کا حسب عادت مشغلہ رہتا تھا یہ نظام العمل ابتدائی زمانے میں رہا جب حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے آپ مشرف ہو چکے تو شب بیداری آپ کے روزانہ مشاغل میں داخل ہو چکی تھی رات کا نصف سے زیادہ حصہ اکثر حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی فیض بخش صحبت میں گزرتا تھا اِس کے بعد کھلی کے وقت آپ اپنے گھر واپس ہوتے تھے ۔کیسی ہی بارش ہو مگر آپ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ پر بپابندی تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ طغیانی رود موسیٰ کے وقت پلوں کی حالت مخدوش تھی مگر آپ معمول کے موافق گئے اور واپس ہوئے

آپ کا دستر خوان افراط تفریط سے بری اور نہایت وسیع تھا آپ کا دیوانخانہ دن رات مختلف علم و کمال کے لوگوں کے لئے ایک اچھا خاصا ضیافت کدہ تھا آپ میں خدا ترسی بدرجہ اتم موجود تھی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ پہلے پہلے ہفتہ میں دو دفعہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو آپ کی قیام گاہ میں ایک مجلس

تھا اِس لئے چند ہی روز میں آپ کے خدمات عام طور پر پسندیدہ اور مستحسن سمجھے جانے لگے آپ کی دیانت اور جفاکشی کی شہرت نے نواب مختار الملک بہادر جیسے مدبر وزیراعظم کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا چونکہ ضلع بندی سے پہلے سر رشتہ ٹپہ کا انتظام باقاعدہ صوبہ پر نہ تھا اور عام طور پر بدنظمی پھیلی ہوئی تھی جس سے نہ صرف ٹپہ کی روانگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی بلکہ طرح طرح کی مشکلات حائل تھیں اِس لئے ضرورت تھی کہ اِن نقائص کو دور کرنے کیلئے حضرتِ معلیٰ مرحوم جیسی روشن دماغ اور غیر معمولی ذہانت والی ہستی کا انتخاب کیا جائے چنانچہ نواب صاحب ممدوح نے سر رشتۂ ٹپہ کا انتظام آپ کے سپرد فرمادیا اور آپ نے ممالک محروسہ کا دورہ کرکے جابجا ناکہ جات قائم کئے اور ٹپہ کے عبور و مرور کا بہترین انتظام کیا اور سر رشتۂ ٹپہ کی پیش آیند ضروریات کو مدنظر رکھ کے ایک باضابطہ دستور العمل بھی مرتب فرمایا بالآخر صدر مددگار ناظم ٹپہ خانجات ممالک محروسہ سرکار عالی یعنی (ڈپٹی انسپکٹر جنرل پوسٹ آفس) کی خدمت سے وظیفہ پر سبکدوشی حاصل فرمائی۔

وظیفہ پر علیحدہ ہونے کے بعد بھی متعدد خدمات اعزازی حیثیت سے آپ کے تفویض رہیں آپ نے ناظمِ حجاج کی اعزازی خدمت بھی انجام دی اور دائرۃ المعارف النظامیہ کے معتمد رہنے کے علاوہ تا حیات اِس کے رکن انتظامی بھی رہے مشہور مدرسۂ نظامیہ وہ دینی مدرسہ جس کا افتتاحی اجلاس آپ کے دیوان خانہ میں ہوا تاریخ قیام سے اُس کے معتمد اعزازی رہے اور تا دمِ زیست اُس کی ترقی صلاح و بہبود میں آپ ہمہ تن کوشاں رہے۔ نیز مدرسۂ محبوبیہ (شاہ علی بنڈہ) کی معتمدی اور علامہ شہید رح کے عرس وغیرہ کا جملہ انتظام شاگرد رشید ہونے اور دیرینہ تعلق کے لحاظ سے ایک مدت دراز تک آپ کے زیر نگرانی رہا۔

تعمیر حجاز ریلوے کے زمانے میں آپ نے فراہمی چندہ میں نہ صرف نمایاں سعی

علامہ کے دار العلوم میں شریک ہو کر عربی کی تکمیل کی اور دیگر علوم مروجہ کا درس بھی اُسی دار العلوم میں ختم فرمایا تا آنکہ آپ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے رشید شاگردوں میں شمار کئے جانے لگے چنانچہ حضرت شہید علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی کی سوانح حیات مسیح وغیرہ میں جا بجا حضرت مرحوم کے شاگرد رشید ہونے اور علم و فضل کے متعلق ذکر آیا ہے حضرت معلی مرحوم کے ہم سبق اُستاد بھائیوں کی مختصر فہرست یہاں درج کی جاتی ہے جو صفحہ ۴۵ حیات مسیح سے نقل کی گئی ہے -

(۱) نواب میر محبوب علیخاں غفران مکاں سلطان دکن (۲) مولوی شیخ احمد صاحب المخاطب نواب رفعت یار جنگ بہادر مرحوم (۳) مولوی محمد صدیق صاحب المخاطب نواب عماد جنگ بہادر مرحوم ہوم سکریٹری (۴) مولوی عبد السلام خاں صاحب المخاطب نواب معتمد الدولہ بہادر مرحوم صوبہ دار اورنگ آباد (۵) بہاؤ الدین خاں صاحب المخاطب نواب بشیر نواز جنگ بہادر مرحوم صوبہ دار دولت آصفیہ (۶) مولانا مولوی مسیح الزماں خاں علیہ الرحمہ استاد حضرت غفراں مکاں (۷) مولوی محمد شاہ صاحب مترجم خیر المواعظ (۸) مولوی عبد الرحمٰن صاحب یاد مرحوم (۹) مولوی عبد الرحیم صاحب ضیا مرحوم (۱۰) مولوی غوث الدین صاحب مہاجر مرحوم (۱۱) مولوی محمد حنیف صاحب نقشبندی حیدرآبادی (۱۲) مولوی بدیع الدین صاحب بھوکری (۱۳) مولوی سید ابوتراب صاحب مرحوم (۱۴) مولوی سید یعقوب صاحب حسینی مرحوم (۱۵) مولوی سید عبد اللہ صاحب مرحوم (۱۶) مولوی عبد الرحیم صاحب (۱۷) مولوی غلام سید الانام صاحب وغیرہم -

ملازمت و خدمات اعزازی حضرت معلی مرحوم فارغ التحصیل ہوتے ہی سررشتہ مال میں ملازم ہو گئے - دیانت و راستبازی چونکہ آپ کا نصب العین

مولوی محمد عبد القادر صاحب مرحوم شہنشاہِ اورنگ زیب عالمگیر کے ہمراہ دکن آئے - عالمگیر جس طرح علم و فضل کا نقاد و جوہر شناس عالم تھا اُسی طرح شرفا نواز بادشاہ بھی تھا مولوی محمد عبد القادر صاحب مرحوم کے علم و فضل زہد و ورع پر عالمگیر کو کامل بھروسہ تھا اس لئے دکن میں فائز ہو کر مولنا کو مختلف خدماتِ شرعیہ قضاءت احتساب - افتاء پر مامور کر کے بصلۂ خدمات منصب و جاگیر سے بھی ممتاز فرمایا رفتہ رفتہ افرادِ خاندان کی توفیر و ازدیاد کے باعث جاگیر و مناصب منقسم ہو گئے چنانچہ آج تک بھی حضرتِ معلی کے چاروں فرزند اگرچہ مقدار قلیل ہے حصص جاگیر سے مستفید ہو رہے ہیں حضرتِ معلی کے جد فاسد مولوی غلام محی الدین صاحب مرحوم نواب ناصر الدولہ غفران منزل کی ہمشیرہ شہزادی کمال النسا بیگم و محل حضرتِ غفران منزل روشن بی صاحبہ و فضل النسا بیگم صاحبہ کے اُستاد تھے اسیطرح باثناء کھرلہ بہمراہ آصف جاہِ ثانی نواب میر نظام علیخاں بہادر غفران مآب مرہٹوں کی لڑائی میں حضرتِ معلی کے والد کے پھوپا شہید ہو جانیسے ان کی بیوہ حرم محترمہ بادشاہ بیگم صاحبہ کو جو حضرتِ معلی کے دادا محمد بہاؤ الدین صاحب کی حقیقی ہمشیرہ تھیں حضرتِ غفران مآب نے اپنی دختر شہزادی نجم النسا بیگم صاحبہ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا حضرتِ معلی کو ننھیال کی طرف سے حضرت ابو الفتح محمد شمس الدین عرف ملتانی بادشاہ قدس سرہٗ سے بھی (جنکا مزار مبارک اسوقت بیدر شریف میں زیارت گدہٗ خاص و عام ہے) رشتۂ قرابت حاصل ہے -

تعلیم و تربیت

حضرتِ معلی مرحوم چونکہ ایک ذی علم خاندان کے چشم و چراغ تھے اس لئے ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار مولوی محمد معین الدین صاحب صدیقی مرحوم سے پائی جب علم کے شوق نے کشاں کشاں بلدۂ حیدرآباد پہنچایا تو اولاً آپ نے مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم حیدرآبادی سے چند کتابیں پڑھیں اِس کے بعد چونکہ اندنوں دکن میں علامۂ زماں حضرت مولانا مولوی ابو رجا محمد زماں خاں شہید علیہ الرحمہ استاد سلاطین دکن مغفرت مکان نواب افضل الدولہ آصف جاہ خامس و حضور پر نور نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس غفران مکاں کا حلقہ تدریس بہت وسیع تھا جسمیں طلبہ جوق جوق آکے مستفیض ہو رہے تھے حضرتِ معلی مرحوم نے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الٰہی آنکہ نامش را بنام خویش ضم کردی
مرا سوئے شہ نو دی رہ چہ با برمن کرم کردی

انتساب | شیخ الاسلام حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ اُستاد سلاطین آصفیہ و صدر الصدور و معین المہام اُمورِ مذہبی دولتِ آصفیہ جنکا نام مبارک الحافظ الحاج مولانا مولوی محمد انوار اللہ نوّر اللہ مرقدہٗ اور تخلص انور ہے گو بالطبع شاعر نہ تھے مگر شاعری سے اتنا ذوق و اعتنا ضرور تھا کہ کبھی کبھی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حکیم عمر خیام کے رنگ میں رباعیات و غزلیں موزوں فرمالیا کرتے تھے حضرتِ معلّی مرحوم کو آپ سے بہ لحاظ تبعیت روحانی توسل ہونیکے علاوہ باہم قرابت قریبہ بھی تھی اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ دیباچہ سے پہلے ان دو بزرگواروں کے صوری و معنوی تعلق و وجہ انتساب کے اظہار کی غرض سے عنوان کا شعر جو حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے جذبات معارف کا نمونہ اور حمد و نعت کا بہترین مجموعہ ہے تبرکاً زیبِ دیباچہ کیا جائے۔

ولادت و حالاتِ خاندانی | مولوی حاجی محمد مظفر الدین مرحوم المتخلص معلّی ذیقعدہ میں پیدا ہوئے آپ کا وطن احمد پور ضلع بیدر عرف محمد آباد ہے آپ میانہ قد، گندم رنگ کشادہ پیشانی و کشادہ ابرو بلند بینی میش چشم تھے۔ ریش و بروت سفید سیدھی ابرو کے گوشہ پر ایک سیاہ مسّہ بھی تھا۔ چہرہ سے تبحرِ علمی متانت اسلامی شوکت و دقتِ نظر کے آثار نمایاں تھے آپ کا سلسلۂ نسب (اکیس ۲۱) واسطوں سے حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور حضرت خواجہ صاحب (بارھویں) پشت میں حضرت خلیفہ اول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوتے ہیں آپ کے مورث اعلےٰ

ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

مجموعۂ کلام نعتیہ اردو مصنفہ قبلہ گاہم حضرت مولانا مولوی حاجی محمد مظفر الدین صاحب صدیقی معلی حیدرآبادی علیہ الرحمۃ سابق مددگار ناظم ٹپہ خانہ جات دولت آصفیہ

موسوم بہ

ریاض معلی

۱۳۴۵ھ

حصۂ اول

(۱) دیباچہ (۲) قصائد نعتیہ (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) ساقی نامہ

مرتبۂ خاکسار محمد ریاض الدین علی ریاض حیدرآبادی عفی اللہ عنہ
صیغہ دار صدارت العالیہ سرکار عالی فرزند حضرت مصنف علیہ الرحمہ

بعماد پریس واقع چھتہ بازار حیدرآباد دکن طبع شد

خوشخبری خواجگان حضرت [illegible]

اِلتماسِ ضروری

مصنف دیباچہ یعنی حضرت مولانا قاضی محمد شرف الدین صاحب مدظلہ شیخ دائرۃ المعارف النظامیہ و اُستاد شہزادگان بلند اقبال شہزادہ [illegible] کی نسبت اس قدر تعارف مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ آپ ایک جدی ہونے کے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ استاد سلاطین دکن کے رشتہ میں بھائی اور روحانی توسل کے لحاظ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمۃ کے شاگرد رشید اور پیر بھائی ہوتے ہیں حضرت محلی اور ان حضرات میں علاوہ قرابت نسبت روحانی کے گہرے تعلقات تھے کہ ان ہر سہ حضرات کو ایک جان و سہ قالب کے لحاظ سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے

دیباچہ میں جہاں کہیں حضرت محلی کے تلامذہ کے نام درج ہیں وہاں حضرت قاضی صاحب نے اپنا اسم گرامی کسر نفسی سے نظر انداز فرما دیا ہے اس لئے یہاں اس کی توضیح کر دی گئی ۔

بعض قصائد اور غزلیات نے وقت پر دستیاب ہونے کی وجہ سے سلسلہ ابجد میں جگہ نہیں پائی اس لئے حصہ اول و دوم کا صحت نامہ حصہ دوم کے آخر دیباچہ اور حصہ سوم کا صحت نامہ حصہ سوم کے آخر درج کیا گیا ہے اس کے علاوہ جو کتابت سے کوئی غلطی رہ گئی ہو تو ناظرین سے امید ہے کہ اس ہیچمدان کو معاف فرما کے صحت فرمالیجائے گی ۔

حضرت مولانا سید شاہ حسینی صاحب سجادہ نشین روضہ حضرت [illegible] نے قطعہ تاریخ طباعت [illegible] شاد [illegible] وزیر اعظم دولت آصفیہ اقبال [illegible] نے [illegible] تقریظ اور [illegible] ملک جلیل [illegible] جناب [illegible] عاشق [illegible] قطعات تاریخ [illegible] فرمائے [illegible] مشکور ہوں ۔

میں اپنے بھائی [illegible] ظہیر الدین احمد صاحب [illegible] مشغولیت [illegible] کے باوجود [illegible] حضرت [illegible] آخر [illegible] حضرات [illegible] ساتھ [illegible] فرمائے ۔

ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا

مجموعہ

کلام اردو و فارسی حضرت مولانا مولوی
حاجی محمد مظفر الدین صدیقی المتخلص معلّی
حیدرآبادی نور اللہ مرقدہ سابق مددگار ناظم [illegible]
ریاست حیدرآباد دکن مرحوم

ریاض معلّی

جس میں حضرت مولانا مولوی قاضی
محمد شریف الدین صاحب مدظلہ مصحح دائرۃ المعارف نظامیہ استاد
شہزادگان بلند اقبال و شہزادیان فرخندہ فال سلطان دکن حضرت
آصف سابع خلد اللہ ملکہ نے حضرت
معلّی کی سوانح و کلام پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے

جامع

محمد [illegible] الدین صاحب صدیقی [illegible] حضرت معلّی مرحوم مغفور

بار اول
عالم پریس میں چھپا
۵۰۰ جلد طبع